اسرار قادری

بٹالہ شریف

ISRAR QADIR

مترجم اختصار
محمد دانیال

پیش گفتار

(۱)

اسرار قادریہ یا اسرار قادری (متن میں کتاب کا نام دونوں صورتوں میں مذکور ہے) حیران (ترتیبِ) حضرت سید محمد جان ولد مولوی عبدالغفور کی تصنیف ہے۔ مصنف کے مرشد حضرت سید غلام قادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ (جنھیں اُس نے ایک خدا پرست اور زبردست ولی کے الفاظ سے یاد کیا ہے) جو کچھ اسے ارشاد فرمایا کرتے یہ کتاب گویا ان ارشادات کا مجموعہ ہے۔ مصنف خود بھی یہ کتاب جلد لکھنے کا خواہاں تھا، اُدھر حضرت سید غلام قادر شاہ کے فرزند ارجمند حضرت سید غلام غوث کاہی، جو مصنف کے حقیقی بھانجے تھے (یعنی سید غلام قادر شاہ ان کے مرشد بھی تھے اور بہنوئی بھی) رمز و ایما سے اس کام کی تحریک کر رہے تھے، پھر جب بعض ہم بیعت بھائیوں اور دوسرے احباب نے پُر زور انداز میں یہ کام کرنے کو کہا تو مصنف نے ۱۲۱۰ھ (مطابق ۶-۱۷۹۵ء) میں اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا اور اسے اپنے پیر کے نام معنون کیا۔

جیسا کہ متن سے پتا چلتا ہے، یہ کتاب تصوف میں سلسلۂ قادریہ کے اشغال و اذکار کے طور طریقوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ تصوف ہی سے متعلق بعض دوسرے مباحث کو بھی اس میں جگہ دی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ، اور پھر حضرت سید غلام قادر شاہ کی منقبت میں قصیدے ہیں۔

کتاب میں شامل مباحث اور طرزِ تحریر سے پتا چلتا ہے کہ مصنف ایک صاحبِ علم شخصیت ہے۔ قرآن کریم اور احادیثِ رسول اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم، کے علاوہ عربی اور فارسی پر بھی اسے عبور حاصل ہے۔ وہ شاعرانہ طبیعت کا مالک ہے۔ کوشش کرتا ہے کہ جہاں بھی موقع ملے مسجع و مقفٰی عبارت سے کام لے کر تحریر میں حسن و دلکشی پیدا کرے۔ البتہ اس کوشش و تلاش میں وہ کہیں کہیں کھو بھی گیا ہے؛ یعنی محض قافیے کی رعایت کی خاطر اس نے کسی نہ کسی لفظ کی شکل بدل دی یا بے موقع استعمال کیا ہے۔ مثلاً بعض جگہ عربی لفظ کی جمع کے آگے فارسی میں جمع کی علامت "ہا" لکھ دی ہے جو اَنمل بے جوڑ والی بات ہے؛ جیسے "اذکارہا"، یا مثلاً فارسی میں عدد کے بعد جمع کا صیغہ نہیں آتا، مصنف نے کئی جگہ اس قاعدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ اپنے مرشد یا بعض دوسری بزرگ ہستیوں کا ذکر کرتے ہوئے کئی کئی سطروں پر مشتمل القاب و خطاب استعمال کرتا چلا جاتا ہے جس سے عبارت کا تسلسل متاثر ہوتا ہے۔

یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ایک ایسا شخص جو خود بھی شاعر ہے اور جس کی دو زبانوں، بالخصوص فارسی شاعری پر گرفت ہے، کیونکر شعری اصناف سے بے خبر ہو سکتا ہے۔ یعنی اکثر قطعات پر رباعی کا عنوان اور رباعی پر ابیات کا عنوان ہے۔ بعض اشعار میں وزن نہیں ہے۔ اس ضمن میں یہ احتمال ہے کہ یہ سب حضرت کاتب کا کیا

دھرا سبب ہوگا جس نے جگہ جگہ اپنے "فن" کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگرچہ مخطوطہ کے آخر میں کاتب نے عجز و انکسار کے طور پر خود کو "خام نویس" لکھا ہے، لیکن مخطوطہ کی جو مجموعی صورت سامنے آئی ہے وہ بیشتر خام نویسی ہی کی مظہر ہے (مولا کریم میری بخشش فرمائے) ـــــ تاہم دو ایک جگہ غلط قافیہ پیمائی (تجلیات، سرارات وغیرہ) اگر ایک طرف مصنف کی اس سلسلے میں بے اعتنائی کی غمازی کرتی ہے تو دوسری طرف اس کے دماغ میں یہ کہنے پر بھی مجبور کرتی ہے کہ وہ چونکہ باقاعدہ یا محض شاعر نہیں ہے اس لیے اس نے جوش و جذبہ کی شدت میں کے باعث شعر کی فنی باریکیوں کو ملحوظ نہیں رکھا۔

اگلا صفحہ

(مرید حضرت سید بدر محی الدین ۲) (۲)

۱۹۹۷ء کے تعلیمی سیشن میں، جب میں شعبۂ کشمیریات میں تدریس کا فریضہ انجام دے رہا تھا، ایک روز اسرار الطنین قادری صاحب فارسی کا ایک قلمی نسخہ میرے پاس ترتیب و تدوین اور ترجمے کے لیے لائے۔ اسرار صاحب کے مطابق اس کام کی تحریک حضرت سید محمد فاضل الدین الجیلانی بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دسویں سجادہ نشین حضرت سید الطاف محی الدین الجیلانی القادری الفاضلی مدظلہ العالی صاحب نے کی تھی۔ میں نے مخطوطہ سرسری نظر سے دیکھ کر کام کی حامی بھرلی۔

اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے صاف اور واضح خط میں لکھے ہوئے مخطوطات بھی بے شمار اغلاط کے حامل ہوتے ہیں جن کے سبب مرتب کو خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ راقم اب تک بیسیوں مخطوطات کا مطالعہ کر چکا اور ایسی تحریروں کی باریکیوں سے بھی آگاہ ہے تاہم اس مخطوطہ کے سلسلے میں بھی بڑی دقت پیش آئی۔ جگہ جگہ غلط املا، کہیں بیجا نقطے ڈال کر لفظ کی اصلی صورت بدل ہوئی اور کہیں ایک آدھ لفظ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر آگے پیچھے لکھ دیا، جس کے نتیجے میں ایک ایک فقرے کو سمجھنے کے لیے بڑی بڑی دیر تک سر کھپانا پڑا۔ پھر چونکہ تمام عبارت میں علامت گذاری کا کوئی اہتمام نہیں تھا اور نثر اور شعر، سب کچھ مسلسل انداز میں تحریر تھا جس سے عبارت کی صورت کچھ اس جملے کی سی بن گئی تھی "روکو مت جانے دو"۔ یعنی یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ روکنے اور مت جانے دینے کا حکم ہے یا نہ روکنے اور جانے دینے کا۔ اس صورت حال کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو مرتب کی مشکلات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر جب کوئی قلمی نسخہ ایک ہی ہو تو ترتیب کا کام اور بھی کٹھن ہو جاتا ہے کہ موازنہ اور مقابلہ نہیں ہو سکتا جو اس کام کو آسان کر دیتا ہے۔

بہر حال "پالینے کی لذت" نے راقم کو مجبور کیا کہ یہ ترتیب و تدوین زیادہ سے زیادہ حد تک صحت و درستی کی حامل ہو۔۔۔ یہاں جملۂ معترضہ کے طور پر "پالینے کی لذت" کی وضاحت ہو جائے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے "بہارستان" میں بظاہر لطیفے کی صورت میں لکھا ہے لیکن ہے بڑی زبردست بات: ایک بدو کا اونٹ گم ہو گیا۔ اس نے اعلان کیا جو کوئی مجھے میرا اونٹ ڈھونڈ کر لا دے میں اسے دو اونٹ دوں گا۔ لوگوں نے کہا: میاں تم جو دو اونٹ دو گے تو اسی ایک کے الٹا نقصان پر اکتفا کیوں نہیں کر لیتے۔ وہ بولا: "نادانو! تم پالینے کی لذت سے محروم ہو"۔ تو ترتیب و تحقیق میں بھی جب تک مرتب و محقق اس لذت سے آشنا نہ ہو، کام نہیں بنتا۔۔۔ چنانچہ خود بھی مغز کھپایا اور فاضل دوستوں سے بھی بعض عربی عبارات کے سلسلے میں مدد لی۔ غلط اشعار، غلط قرآنی آیات وغیرہ کی تصحیح کے لیے متعلقہ مآخذ اور (جہاں راقم کو یہ معلوم ہوا کہ یہ فلاں شاعر کا کلام ہو سکتا ہے) اور قرآن کریم سے رجوع کیا۔ چونکہ نسخہ منحصر بفرد تھا اس لیے حاشیے میں اغلاط کی نشان دہی سے احتراز کیا کہ اس صورت میں طوالت کا خوف تھا۔ اتنی محنت اور عرق ریزی کے باوجود اگر دو ایک مقام حل طلب رہ گئے ہیں تو اسے انتہائی مجبوری ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ سہل اور رواں ہو تاکہ عام قاری بھی اسے بآسانی سمجھ سکے۔ جہاں کہیں کوئی اصطلاح آئی ہے یا مصنف نے مسجع و مقفیٰ عبارت سے کام لیا ہے وہاں وہ الفاظ بعینہٖ لکھ کر بریکٹ میں ان کی وضاحت کر دی ہے۔ مزید وضاحت کے لیے راقم نے قرآنی آیات اور بعض اشعار کے پورے حوالے نیچے حاشیے میں دے دیے ہیں تاکہ جو قاری اس سلسلہ میں مزید مطالعہ کرنا چاہے وہ ان حوالوں کی مدد سے متعلقہ کتب وغیرہ سے رجوع کر لے۔

آج جب ہمارے ملک میں فارسی زبان کس مپرسی کی حالت میں ہے اور کوئی دن جاتا ہے جب اسے پڑھنے اور سمجھنے والا خال خال ہی نظر آئے گا، ایسی صورت میں فارسی مخطوطات کی ترتیب و تدوین اور ترجمے کا کام کرنا ان جواہر پاروں کو گمنامی کی گرد اور زمانے سے محفوظ کر لینا ہے اور بلاشبہ یہ علم و ادب کی بہت بڑی خدمت ہے، اور اس خدمت پر جو بھی کمربستہ ہوتا ہے وہ لائق صد تحسین و ستائش ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں راقم، حضرت السلطان حمید محی الدین صاحب جیلانی قادری فاضل مدظلہ العالی کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے کہ ان کی تحریک پر اس کتاب کے تحفظ کا سامان ہوا۔

(ڈاکٹر) خواجہ حمید یزدانی

لاہور

اپریل ۱۹۹۵

ترجمہ اردو

اسرار نادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے)

= الٰہی آسانی فرما اور دشواری
نہ فرما اور بخیر و خوبی مکمل فرما

دے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی ہستی ہر اشیاء سے پاک ہے، جس کی صفات ہر امثال کی مشابہت سے
منزہ ہیں، جس کی نشانیاں اس کی وحدانیت کی دلیل ہیں، جس کی تخلیقات اس کی ربوبیت
(رب ہونے) کی گواہی دیتی ہیں۔ وہ ذات پاک ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے
والا ہے۔ (کسی بھی تعریف کیے گئے شخص کے لیے کسی تعریف کرنے والے کے)
حمد و ستائش کے تمام کلمات اور بزرگی و عظمت کی تمام اقسام، کیا زبانی طور پر، کیا عملی طور پر
اور کیا حال کے طور پر، ایک ایسی حقیقت کے لیے مختص ہے جو ذات خاص ہے تمام موجودات میں سے اور
یہ (حمد و ستائش) ایک ایسی ذات کے گرد گھومتی ہے جو تمام صفات کو جمع کرنے والی یعنی تمام صفات
کی حامل ہے۔ وہ مظاہر (کائنات) میں ظاہر ہے اور وہ وجوب (جس کا وجود لازم ہو، خدا) اور قدم (قدیم
ہونا) کے مرتبہ میں تمام راستوں کے کل کا مجموعہ ہے جو عالم ظاہر میں کئی ناموں سے موسوم ہے اور حدوث و
امکان (وجود میں آنے کا عمل) کے مرتبہ میں وہ بالکل راہی کی شکل میں متشکل ہے۔

شعر: وہ ذات جو وجوب کی شان میں تو "اللہ" ہے لیکن حدوث کے مرتبے میں وہ "عبداللہ" ہو جاتی ہے۔

یعنی محمدؐ، اللہ کے بدل (؟) ہیں اور "لا الٰہ الا اللہ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کے یہ معنی ہیں

اول ہونا، آخر ہونا، ظاہر ہونا اور باطن ہونا اس ذات کا خاصہ ہے۔ وہ ذات آخر اس لحاظ سے ہے
کہ وہ اول ہے اور اول اس بنا پر کہ وہ آخر ہے، ظاہر اس لیے ہے کہ وہ باطن ہے اور باطن اس لیے
ہے کہ ظاہر ہے۔ مرتبۂ ذات میں نہ اول ہے نہ آخر ہے، نہ ظاہر ہے نہ باطن ہے، جب کہ مرتبۂ وحدت میں
اول و باطن اور آخر و ظاہر ہے۔ نظم

= پورے یقین اور وثوق سے جان لے کہ اولیت اور آخریت ایک ہی ہیں۔
= اول میں پورے طور پر آخر ہے، ہاں، آخر میں بھی مکمل صورت میں اول ہے۔
= اے ہر اول کے آخر اور ہر آخر کے اول، اے ہر باطن کے ظاہر اور ہر ظاہر کے باطن،
= ہر مومن کے سینے (دل) میں تو تیرے جمال کے انوار ہیں اور کافر کی آنکھوں میں تیرا جلال چھایا ہوا ہے۔

اور پاکیزہ دائم درود و سلام اس رسول (اکرم) پر جن کی مشکات نبوت سے، (حضرت موسیٰ) کلیم اللہ کی مانند، اور تجلی تمام نبی اور رسول روشنی حاصل کرنے والے ہیں اور بلند درجہ سلام و صلوات اور اعلیٰ مرتبہ تعظیمات اس نبی کریم کے لیے جن کی شرافت (بزرگی و عظمت) کے چراغ سے روح اللہ (حضرت عیسیٰ کا لقب) کی مانند روح الامین (حضرت جبرئیل) روشنی کے طالب ہیں۔

رباعی: سب سے پہلا نور (حضور اکرم کا ہے جو اس ذات کریم کی درگاہ کا نمونہ ہے۔ آپ کا وجود مبارک کائنات اور دہر کا سر دفتر ہے (سب سے اوپر)۔ آپ صرف مسلمانوں ہی کے محمدؐ نہیں ہیں بلکہ آپ عیسائیوں کے عیسیٰ اور یہودیوں کے موسیٰ بھی ہیں

اور آپ کی مقدس ذات پر لا محدود درود کہ آپ کائنات اور آدم کی تخلیق کا باعث و سرچشمہ ہیں اور آپ کی مقدس صفات پر با اکرام سلام کہ آپ عقل کل کے منبع اور اسم اعظم کے مصادر ہیں، تمام اعلیٰ اور کمتر درجے کی ارواح کے مربی ہیں اور تمام جسموں اور پیکروں کی نشو و نما کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم، "میں اللہ کے نور میں سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے"۔ سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ قلم ہے، سب سے پہلے اللہ نے جو چیز تخلیق کی وہ تیرے نبی کی روح ہے، یا جابر (؟)

رباعی: آپ سرور کائنات اور بنی نوع انسان کے لیے باعث فخر ہیں۔ حضرت جبرئیل امین آپ کے قرب ہی کے طفیل امین اور بشارت دینے والے (؟) ہیں۔ آپ کے پاؤں کی خاک آنکھوں کے لیے سرمہ ہے اور خاشاک اسکندر کے تاج کو کے لیے زینت بخش (؟)

اور سلام پہنچے درود آپ کے آل و اصحاب کی روح پر جو دین مبین کے قافلہ سالار ہیں، جو شرع متین کے چراغ، راہ یقین کے مقتدا، عاشقوں کے مقاصد کی انتہا اور عارفوں کے مطالب کے مبتدا ہیں، خاص طور پر شمس الضحیٰ (روشن سورج) بدر الدجیٰ (رات کی تاریکی کو روشن کرنے والا چاند، چودھویں کا چاند)، اولین اور آخرین کے نور کے چراغ، مقربوں اور مقدسوں کے دروازے کی چابی حضرت غوث الثقلین میراں محی الدین سید عبد القادر جو الامین اور المکین ہیں اور ان کے سلسلے بزرگی و یقین کے حامل اسلاف اور خلفا کی پاکیزہ روحوں پر اور علی الخصوص ہمارے سردار اور ہمارے سرور اور ہمارے شیخ اور ہمارے مرشد اور ہمارے استاد، جو ہمارے آج اور کل کے ذخیرہ ہیں، جو اللہ کا بھید ہیں یعنی حق آگاہ حضرت غلام قادر شاہ کی پاکیزہ روح پر — اللہ ان سب سے راضی ہو اور ہم انہی کی پناہ مانگتے ہیں۔

اما بعد، اس خدائے رحمٰن کی رحمت کا طالب بندہ، حقیر فقیر محمد جان ولد مولوی عبد الغفور، عرض پرداز ہے کہ اگرچہ یہ نادان اور کم حیثیت اور یہ انتہائی احقر انسان (مصنف) اس بے فائدہ و بیکار فانی دنیا کے مشاغل و مطالب کی کثرت کے سبب، جو اصحاب دانش و بینش کے راستے کی رکاوٹ اور

ارباب متانت کے راستے کا کانٹا ہیں، کاہلی، وجہ فتور اور نازاں میں معروف ہیں اور عجز اور بے علمی کے قصور میں جانا پہچانا تھا، لیکن بعض باشعور احباب اور قدیم دوستوں، گہرے یاروں اور مخلص محبت کرنے والوں نے میری ہمت کے دامن پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: مضبوط اور محکم رسی کو تھام لے۔ (باقی جملہ واضح نہیں۔۔) جو کچھ تو نے حضرت غلام قادر صاحب شاہ کی زبان سے اور ان کے غیب ترجمان بیان میں سنا، اور جو کچھ ان کے انفاس کی مہک سے سونگھا اسے انعکاس کی صورت میں کاغذ پر لکھ ڈال، تاکہ رحلت کے بعد، جدائی اور دوری کے زمانے میں (مراد مرنے کے بعد) وہ تحریر دنیا میں یادگار کی صورت میں برقرار رہے۔ چنانچہ اُن کا کہا سنا اور اطاعت کی ان کے حکم کی بجا آوری کے لیے۔ یہ بیکس اور سراپا خس و خاشاک، قادریہ عالیہ کے سلسلے، اس کے صاحب (بانی) پر سلام و بخشش ہو، کے سراسر عظیم الشان اور کریم البرہان انوار بھیدوں کا محرک بن کر بیان کے طور پر تحریر کرتا ہے اور اسے اعلان کے دیباچے پر پھیلاتا ہے۔

توفیق اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مددگار رفیق ہے۔

رباعی: وقت ایسا ہے کہ یار لوگ نئے سر سے سامانِ طرب کریں اور دن کے چہرے سے رات کی زلفیں اٹھا دیں۔ میرے نزدیک مصلحتِ وقت یہ ہے کہ یار لوگ سب کام کاج چھوڑ کر کسی محبوب کی زلفیں تھام لیں۔

کتاب کے آغاز کے بارے میں: "میرے بھائی جان لو کہ تم نے اللہ کو نورِ معرفت اور یقین کی وساطت سے پہچانا اور اللہ تمہیں حقیقت اور ایمان کی عظمت کی نصیحت کرتا ہے"۔

اس رسالے کا نام "اسرارِ قادری" ہے جس سے ذہنی شعاعوں کو جلا ملتی اور جس سے دل کا ثمرہ اترتا ہے، جس سے قرب اور جذب کا نور ملتا ہے اور جس سے حق اور یقین کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

یہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب : اوراد اور وظائف کے بیان میں

دوسرا باب : جلی اور خفی اذکار کے بیان میں

تیسرا باب : ان اذکار کے بیان میں جو لطائفِ ستہ ہیں اور جو اذکار کے سلطان ہیں اور نور الانوار کے حبس کے طریقے ہیں

چوتھا باب : مراقبات اور تصورات کے بیان میں

پانچواں باب : باطنی اشغال کے بیان میں

چھٹا باب : ان سات مرتبوں کے بیان میں جو وجوب و قدم اور حدوث و امکان ہیں

ساتواں باب : مسائلِ توحید اور تجلیاتِ الٰہی کے معانی کی تحقیق کے بیان میں۔۔ اور خاتمہ

پہلا باب

اوراد اور وظائف کے بیان میں

اے سچے طالب اور عاشقِ صادق جان لے کہ اگر خدا کی عنایت کی ہوا تجھ پر چلی اور ازلی توفیق کے جاذبہ کا جذب تجھ تک پہنچا ہے، تو قوی سالس والا اور مضبوط قدم والا بن جا، کیونکہ یادِ حق کے بغیر انسان کوئی چارہ نہیں ہے اور اس کی روشنی (امداد ربانی) کے بغیر کوئی کسی کام کا نہیں (انسان کے لیے) تھامنے والا نہیں ہے کیا تیری نیت ہے کہ تو بلند مرتبہ اور محبوب سلسلۂ قادریہ کا شیخ بنے اور کیا تیری یہ عقیدت ہے کہ تو کمالیۂ فاضلیہ کے محکم راستے سے بلند مرتبگی حاصل کرے؛ تو پھر سن، سن کہ صبح کی نماز کے بعد حضرت غوث الثقلین کے، جو دونوں جہانوں کے گم کردہ راہ لوگوں کے رہنما ہیں، کے جذبۂ عنایت کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اچھی پیشانی رگڑ، کیونکہ پیشانی کے لیے اس سے بہتر افتخار نہیں ہے اور دل کے لیے اس عمل سے زیادہ فخر کثرت نہیں ہے، اور ایک سو گیارہ مرتبہ یہ باعظمت کلمہ پڑھتا رہ: سبحان اللہ والحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور شام کی نماز کے بعد ایک سو گیارہ بار "اَستغفِرُ اللہَ رَبّی مِن کُلِّ ذَنبٍ وَ اَتُوبُ اِلَیہِ" اور عشاء کی نماز کے بعد یہ درودِ محمود جو "درودِ ہزارہ" سے موسوم ہے، بلاناغہ ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلفِ اَلفِ" اور یہ پڑھائی حضورِ قلب (حضورِ قلب) سے ہو جو قادری سلسلۂ عالیہ کے تمام بڑے بڑے اولیا اور مشائخ کا عمل ہے۔ لیکن یہ جو تصورات اور مراقبات تحریر کیے جا رہے ہیں، ان کی طرف متوجہ رہ اور مشغول رہ اور محکم اور کامل یقین کے ساتھ آمادہ رہ کہ اس مبارک درود کو کامل مرشدوں اور مکمل مربیوں نے تین طریقوں سے پڑھا ہے اور (پڑھنے کو) فرمایا ہے:

سن، سن: درودِ ہزارہ پڑھنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ قاری یہ مبارک درود پڑھتے وقت پانچوں وجوہ کا تصور کرے۔ پہلی وجہ یہ کہ وہ یہ جانے کہ میں قاری ہوں اور فرشتے میری یہ قرائت (پڑھائی) رسولِ ثقلین (جنوں اور انسانوں کے رسول) کی مبارک سماعت تک پہنچا رہے ہیں اور میرا حال، جیسا کہ ہے، شاہِ کونین کے حضور پہنچا رہے ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ وہ یہ تصور کرے کہ میں درود شریف پڑھ رہا ہوں اور رسولِ مقبول، جو دین و دنیا کے بادشاہ ہیں، اپنی نفیس روح اور ارواحِ طیبہ کے ساتھ میرا یہ درود سماعت فرما رہے ہیں۔

تیسری یہ کہ درود پڑھتے وقت وہ خود کو فنا فی الشیخ کر کے اپنے آپ کو شیخِ وقت اور پیرِ سلسلہ تصور کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی زندگی میں، جو در حقیقت اور در واقع میں حیاتِ نبی ہے، ۔ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جو میرا رب ہے اور میں نے اسی کی طرف توجہ کی۔

اپنے سامنے اور اپنی نظروں کے روبرو تصور کرے اور جانے اور یقین کرے کہ رسولِ مقبول میرے روبرو تشریف فرما ہیں اور میں اُن کے روبرو میں حاضر ہوں اور آپؐ اپنی جسدی حیات اور جسمانی سمع کے ساتھ میرا درود سماعت فرما رہے ہیں۔

چوتھی یہ کہ اپنے پیکر کو رسول اللہ کا پیکر تصور کر کے اس طرح "فنا فی الرسول" ہو جائے کہ اس میں چار عناصر کے آثار میں سے کوئی اثر اور ابعادِ ثلاثہ (لمبائی، چوڑائی، گہرائی) اور موالید ثلاثہ (جمادات، نباتات، حیوانات) کی رمزوں میں سے کوئی رمز بھی باقی نہ رہے اور وہ یہ جانے کہ پیغمبرؐ خدا کی ذاتِ شریف خود درود پڑھ رہی اور خود ہی اپنی زبانِ (مبارک) سے اپنی مدح وثنا اپنی سمعِ مبارک تک پہنچا رہی ہے۔ قطعہ:

= طوطی بھی خود ہے اور آئینہ بھی خود، طوطی کے سامنے خود آئینہ دار ہے،
= آفتاب ہمارے گھر کے اندر ہے اور ہم ذرے کی مانند در بدر پھرتے ہیں،
= خزانہ آستین میں ہے اور ہم ہیں کہ ایک مثقال کی خاطر ہر گلی کوچے کا چکر لگا رہے ہیں۔

پانچویں یہ کہ "فنا فی اللہ" کے مرتبے میں فنا ہو جائے اور وہ اس طرح کہ وہ اپنے تن کو خدا کے تن بدن میں (جس کا تن و بدن نہیں ہے)، اپنی صورت کو خدا کی صورت میں، خدا کی کوئی صورت نہیں ہے اور اپنی ذات کو خدا کی ذات میں، جس کی کوئی ذات نہیں ہے، فنا سمجھے، بلکہ فناء الفنا ہو جائے اور یہ تصور کرے کہ حق بذاتِ خود قاری ہے اور اپنی انتہائی نفیس ذات کے ساتھ اپنا درود خود اپنی ذات پر پڑھ رہا اور خود ہی اپنے آپ کو سنا رہا ہے اور خود اپنی زبان سے اپنی حمد کر رہا ہے تاکہ "قُل ھُوَ اللہُ اَحَد، اَللہُ الصَّمَد"[1] کا شروع سے آخر تک کا بھید اور "اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین" کا راز اور "اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللہ"[2] کی پوشیدگی اور "مَن رَاٰنِی فَقَد رَاَی الحَق" (جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا) کی روشنی تجھ پر حق الیقین کی صورت میں آشکار اور واضح ہو جائے اور (ظاہر اور روشن ہو) ٹھہرے۔ بیت:

= جب تک تو وہ اور وہ تو نہیں ہو گا، اس وقت تک "انت ھو و ھو انت" (تو وہ اور وہ تو) کیونکر ہو گا۔
= میں خدا ہوں، میں خدا ہوں، میں خدا! میں تکبر، کینہ اور ریا سے خالی ہوں،

(کی کیفیت) اس مرتبے میں حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح "درود ہزارہ" پڑھنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے: آگاہ رہ اور گوشِ ہوش کی میل نکال لے! یہ کہ قاری درود ہزارہ پڑھتے وقت اس بات کا تصور اور کامل یقین کے ساتھ یہ خیال کرے کہ وہ مدینۂ منورہ میں، روضۂ مطہر کے اندر بیٹھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک، جسے مٹی سے تیار کیا گیا اور اس پر سنگریزے چھڑکے گئے ہیں، اس کی دو آنکھوں کے روبرو اور اس کی نظر کے مشاہدے میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کا نور

---

[1] یعنی مکمل سورۂ اخلاص۔ [2] سورۂ آل عمران آیہ ۳۱۔ پوری آیت یوں ہے: (اے پیغمبر) آپ ... دیجیے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو پھر تم میری پیروی کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور اللہ بڑے معاف کرنے والے اور مہربان ہیں۔

ہیں کہ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری (میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے) کے مصداق — آفتاب و ماہتاب کی صورت منور اور نمایاں ہیں، اور کبھی شمع کی طرح روشن اور درخشاں اور کبھی بجلی کی مانند، جو مہر کی تجلی سے منور ہو کر ہلاک کرنے والا ہے۔ اور یہ کہ وہ قاری ہے، خود کو آفتاب و ماہتاب اور شمع و برق کے اس نور میں، جو رب العالمین کا نور ہے، یا رسول ثقلین کا نور یعنی الخافقین ہے، لاشے (فنا) کر دے۔ جب یہ سالک اپنی صورتِ مثالی کو پیغمبرؐ اور خدا کی صورتِ مثالی میں غائب جانے تو عنایاتِ الٰہی، حق آگاہی کی توجہات، غیبی نوازشات اور یقینی لطف و کرم کی برق رونما ہوگی۔ ابیات :

= جب تیرا عینِ وجود تجھ سے محو و زائل ہو جائے تو سمجھ لے کہ تو محمدؐ ہے / (دور) سراسر تو ہی محمدؐ ہے

= پورے یقین کے ساتھ جان لے کہ دنیا میں کوئی اور شے نہیں ہے، حق ہے اور محمدؐ ہیں، جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہیں۔

= حق سراسر محمدؐ ہے اور محمدؐ سراپا حق ہیں، پس (سمجھ لے کہ یہ) غور پوشیدہ یعنی واضح بیان ہے۔

= جب تو محمدؐ (کی ذات) میں فنا ہوگیا تو تو حق اسرار میں بقا پا گیا۔

اللہ [1] آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک فانوس کی سی ہے جس میں چراغ ہو، وہ چراغ شیشے (کی قندیل میں) ہو، وہ شیشہ (قندیل) ایسا ہو جیسے بڑا روشن ستارہ، وہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے، نہ وہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ اس (زیتون) کا تیل قریب ہے کہ جل اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ بھی لگے، نور اوپر نور یعنی روشن کر رہے۔ تجھ پر کشف ہو جائے۔ بیدار رہ کہ کس طرح کشف ہوتا ہے۔ رباعی :

= تیرے مرقد پر نورِ حق آفتاب کی مانند (درخشاں ہے) کبھی شمع کی صورت اور کبھی ماہتاب کی طرح،

= کبھی وہ ایسی تجلی کرتا ہے جو دونوں جہانوں کو منور کر دیتی ہے اور کبھی وہ بجلی کی طرح آ کر میرے جسم کو پانی کی مانند کر دیتا ہے۔

درود ہزارہ پڑھنے کا تیسرا طریقہ

قاری کے لیے لازم ہے کہ وہ درود ہزارہ پڑھتے وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کو دونوں آنکھوں کے سامنے رکھے اور آنکھ بند کر کے یا ~~مشاہدہ~~ کھلی آنکھوں اپنی نظر دونوں ابروؤں کے درمیان اپنی پیشانی پر گاڑ دے۔ کثرتِ تصور کے بعد اپنی پیشانی سے نظر اٹھا کر پیغمبرِ خدا کی پیشانی پر رکھے، یا یہ جانے کہ میری پیشانی میں پیغمبرؐ کی پیشانیِ مبارک ہے۔ بہر صورت رسول اللہ کا نور آپؐ کی جبینِ مبارک سے طلب کرے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک و مقدس حلیہ یہ ہے : اسمر، بیاض اللون، ازجہ الجبتہ، ازج الحواجب، املح اسود العینین، اقنی الانف، افلج الاسنان، مجتمع اللحیتہ، طویل الیدین، رقیق الانامل، تام القد، ولیس فی

[1] سورۃ النور، آیہ ۳۵، باقی آیت اس طرح ہے : اللہ اپنے اس نور سے ہدایت سے جس کو چاہتا ہے راہ دکھا دیتا ہے اور اللہ لوگوں کی ہدایت کے لیے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

صدرہ شعر الاالخط من الہ ذرالی السرۃ ، صلی اللہ علیہ وسلم -

اس کا ترجمہ یہ ہے :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفیدی مائل گندمی ، چوڑی پیشانی ، پیوستہ ابرو ، زیادہ ملاحت والی شرمیلی آنکھیں ، ستواں ناک ، کشادہ دانت ، گھنی ریش ، دونوں ہاتھ لمبے ، باریک انگلیاں ، قد مکمل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر کوئی بال نہ تھا ، ہاں سینہ تا ناف ایک لکیر سی تھی ، صلی اللہ علیہ وسلم -

سو تو اس حد تک کوشش کرے کہ خود کو اس کی نظروں سے چھپالے اور ایسی سعی کرے کہ تیرے وجود کا کوئی نشان تک باقی نہ رہے اور نہ غیریت کے غیر کی کوئی دلیل ، جب اس کی غیرت کے بھید نے جہان میں غیر نہ چھوڑا تو بلاشبہہ تمام اشیا کا عین ہوگیا " والی بات تجھ پر عیاں اور نمایاں ہوجائے -

نمازِ ضحیٰ (ایک پہر دن چڑھے) ، جو جناب ختمی مآب
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی ،
کے طریقہ کے بیان میں

اور جو ہم لوگوں پر نفلوں کے طور پر فرض ہے - یہ نماز دو گھڑی دن چڑھے سے لے کر سورج غروب ہونے سے پہلے تک پڑھی جائے - بارہ رکعت نوافل کی نماز - پہلی رکعت میں (سورہ) فاتحہ کے بعد [1] " اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ " ، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد " اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ " [2] ، تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد " وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ " [3] ، چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد " وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ " [4] ، پانچویں رکعت میں فاتحہ کے بعد " سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی " [5] ، چھٹی رکعت میں فاتحہ کے بعد " هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ " [6] ساتویں رکعت میں فاتحہ کے بعد " وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا " [7] ، آٹھویں رکعت میں فاتحہ کے بعد " وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى " [8] ، نویں رکعت میں فاتحہ کے بعد " وَالضُّحٰى " [9] ، دسویں رکعت میں فاتحہ کے بعد " اَلَمْ نَشْرَحْ " [10] ، گیارھویں رکعت میں فاتحہ کے بعد " وَالتِّيْنِ " [11] اور بارہویں رکعت میں فاتحہ کے بعد " اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ " [12] ، پڑھے -

پس سالک کو چاہیے کہ یہ بارہ رکعت نمازِ نفل ، جس سے نماز اشراق اور نماز ضحیٰ دونوں ادا ہو جاتی ہیں ، حضور قلب سے پڑھ کر اس نماز کا ثواب سید و سرورِ کائنات ، خلاصۂ موجودات ،

---

1 - سورۃ التکویر (۸۱ ویں سورۃ) 2 - سورہ ۸۲ ، الانفطار 3 - سورہ ۸۵ ، البروج 4 - سورہ ۸۶ ، الطارق 5 - سورہ ۸۷ ، الاعلیٰ 6 - سورہ ۸۸ ، الغاشیہ 7 - سورہ ۹۱ ، الشمس 8 - سورہ ۹۲ ، الیل 9 - سورہ ۹۳ ، الضحیٰ 10 - سورہ ۹۴ الم نشرح 11 - سورہ ۹۵ ، التین 12 - سورہ ۹۷ ، القدر

اہلِ عالم کے لیے رحمت ، انسانوں کے برگزیدہ ، بارگاہِ رحمان کے مقبول ، درگاہ سبحان کے ممدوح ، تمام سلاطین جن کی درگاہ پر سجدہ ریز ہیں ، تمام خواقین (بادشاہ) جن کے آستانے پر ناصیہ فرسا ہیں ، حضرت رسولِ مقبول ابوالقاسم ابن عبداللہ ، سیّدِ عرب و عجم کی رُوح پُر فتوح کو بخشے ، نیز سلسلۂ عالیۂ قادریہ ، کہ اس کے صاحب (پر سلام) جو جناب حضرت غوث الثقلین کی روح کی رُوح کی روح ہے (اگر پہلے لفظ کے ر پر زبر ہو یعنی رَوح تو ترجمہ ہوگا : روح کی روح کی آسایش و راحت ہے) کے تمام مشائخ کی روح کو (پہنچائے) اور سِرّ الاسرار (بھیدوں کا بھید ، رازوں کی حقیقت) کی روح کو بھی جو عظیم مرتبۂ فرد ، صاحبِ اقتدار و قدرت اور قطبِ مدار غوث الاعظم کی دوگانہ (دو رکعتی نماز) ہے ، اس خاص نیت کے ساتھ کہ " اِنّ اصلی اللہ تعالٰی رکعتی صلوٰۃ الاسرار تقرباً الی اللہ ذ انقطاعاً عن الغیر خالصاً للہ تعالٰی ، متوجہاً الی جہۃ الکعبۃ الشریفۃ " ، اللہ اکبر (

(

ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد " قُل یٰاَیُّہَا الکافِرُون [۱] " ایک بار اور " قُل ھُوَ اللہُ اَحد [۲] " گیارہ مرتبہ پڑھے ۔ سلام کے بعد اُٹھ کھڑا ہو اور ہاتھ باندھ کر مکہ اور قطب کے درمیان ، کہ وہاں بغداد شریف واقع ہے ، منہ کرکے حضرت غوث الثقلین کی ، جو پاکیزہ بارگاہ ، بلند مرتبہ اور مطہر ہیں ، روحِ طیبہ کی طرف متوجہ ہو اور بغداد کے رُخ پر گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر کہے : " یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ " (یا شیخ عبدالقادر اللہ کے نام پر کچھ عنایت ہو) ۔ ~~قادر کے نیچے~~ قاف پر پیش ، دال پر زبر اور را کے نیچے زیر (نسخے میں وضاحت نہیں ہے کہ یہ کس کا تلفظ ہے) ؟ ۔ جب گیارھویں قدم پر پہنچے تو تین بار کہے :

" یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ ، اغثنی ، اغثنی ، اغثنی فی سبیل اللہ و بحق محمد ابن عبداللہ علیہ الصلوٰت والسلام [۳] "

پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی حاجت مانگے اور اُلٹے پاؤں آتے ہوئے پھر پہلے کی طرح پیچھے کو لوٹے اور واپسی کے ہر قدم پر کہے " یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ " اور پھر پہلے قدم پر پہنچ کر اپنی حاجت مانگے اور صاحبِ دینِ متین میراں محی الدین کی فلک ایسی عظمت رکھنے والی بارگاہ کی جانب دل کے خضوع و خشوع سے سلام کرکے بیٹھ جائے اور ایک سو گیارہ مرتبہ " یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ " پڑھے اور اپنی حاجت مانگے ۔

قصیدۂ غوثیۂ خمریۂ محبوبیہ کے پڑھنے کے طریقے کا بیان

---

[۱] سورہ ۱۰۹ ، الکافرون
[۲] سورہ ۱۱۲ ، الاخلاص

[۳] ۔ یا شیخ عبدالقادر خدا کے لیے کچھ عنایت ہو ۔ میری مدد کیجیے ، میری فریاد کو پہنچیے ، میری مدد کیجیے ، میری مدد کیجیے فی سبیل اللہ اور محمد ابن عبداللہ علیہ الصلوٰت والسلام کے طفیل ۔

اسرار

قصیدۂ مبارکہ (جس کا پہلا شعر ہے) : محبت نے مجھے وصل کے جام پلائے ہیں، پس میں نے اپنی شراب (محبوبہ) سے کہا کہ میری طرف آجا۔

اور جس کا نام ہے "قصیدۂ غوثیہ خمریۂ محبوبیہ"، شروع سے آخر تک پڑھنے سے پہلے گیارہ مرتبہ درود ہزارہ پڑھے۔ تین مرتبہ یا گیارہ مرتبہ یا اکیس مرتبہ یا اکتالیس مرتبہ یعنی جس قدر بھی پڑھ سکے پڑھے۔ اس کے بعد اسی قدر (؟) درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر ختم کر دے اور اس کا ثواب باصواب جناب عالی جناب، دنیا اور آخرت کے بادشاہ، شاہ و گدا کے رہنما، عوام الناس کے مختار، ملت اور اسلام کو زندہ کرنے والے، بڑے بڑے اولیا کے نغلوں (قافلوں ؟) کے سالار، نامور عارفوں کی محفلوں کے سلطان، نبی اکرم کے مظہر خاص، وجود خالص، قدیم نور، خافقین (مشرق و مغرب) کے قطب حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر امین المکین کی ان پر اور ان کے جد پر سلام، ان کی خوبیوں اور جمال میں اضافہ ہو، ارواح کو بھیجے پھر اپنی حاجت مانگے۔ انشاءاللہ تعالیٰ جو بھی حاجت اور مقصود مانگے گا، رب معبود کے فضل سے، کرسی نشین ہو کر حسن مقصود کو پہنچے گا۔ رباعی :

= اے غوث آپ کا آستانہ دونوں جہانوں کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ سب آپ کو جن و انس کے فریادرس یا مددگار کہتے ہیں۔ آپ کے اجداد بزرگی و عظمت کے لحاظ سے حسنین ہیں، آپ حسب و نسب کے لحاظ سے کریم الطرفین ہیں (ماں باپ یعنی دونوں طرف سے کریم ہونا)

= اے پناہ گاہ، اے دست گیر اور اے غوث اعظم، قطب ربانی، ہمیں آپ اپنے فضل سے پریشانی کے بھنور سے نجات دلائیں۔ میں زخمی جگر ہوں اور میرا دل زخمی ہے، میں آپ کی عنایت کا بندی ہوں، آپ انتہائی احسان فرماتے ہوئے شفا بخشیں اور علاج فرمائیں۔

درود کبریت احمر پڑھنے کے طریقے کا بیان

بحر معرفت کے موتی، طریقت کے وسط بحر کے گوہر، حقیقت کے درخشاں لولو (موتی)، شریعت کے سمندر کے غوطہ زن، حالات لاہوت کی کھڑکی، مقالات جبروت کے واقف حال، ملکوت کی علامتوں کے عالم، مقامات ناسوت کے رموز، نیکوکاری کی کتاب کے آخری باب، گوہر شریعت کی چمک دمک، کار آگاہی کی انجمن کی شمع، خدائی عنایات کے رازوں سے واقف، اعلیٰ (اور نامداری) اخلاق کا مجموعہ، آفاق کے بڑے بڑوں کے ممدوح، صاحب کرم بزرگواروں کے منتخب، عظیم مجاہدوں کے فرزند/خلاصہ، قبلۂ دو جہانی، انسانی افراد کے افضل، دو جہانی مخلوقات کے بڑے، خاندان سخنوری کے امام و پیشوا، فصاحت اور بلاغت گستری کے دیوان کا انتخاب، بلند معانی کے گلدستہ، ارجمند زندگی کی چمن کی نازبو، حقیقی پیر و مرشد، حقیقت کے مکہ و مدینہ، اسرار حق سے آگاہ حضرت غلام قادر شاہ

۱۵

(سورۃ التوبۃ ۱۰۰) و رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور سیراب کرے) ولد نائب غوث، محی الدین (دین کو زندہ کرنے والا) ابوالفرح محمد فاضل ولد معارف آگاہ قاضی عنایت اللہ ولد قاضی محمد عارف ولد قاضی محمد معروف ولد قاضی محمد آدم ولد قاضی موسیٰ ولد قاضی محمد فیروز ولد سید الشہداء بدیع الدین آقائی شہید مرحوم (اللہ ان کے مرقدوں کو منور فرمائے اور ان کی آرامگاہوں روشن فرمائے) نے اس ذرہ خاکسار، سراپا عجز و انکسار، بندگی کے راستوں کے سالک، عقیدت کے اعمال بجا لانے والے، حسن اعتقاد کے نمک پروردہ، اس غوث استعداد کے آستانے پر ناصیہ فرسائی کرنے والے، فروتنی کو آراستہ کرنے والے سخنوروں کے دسترخوان کے پس خوردہ کھانے والے ہر جہان کی رحمت کے طالب صاحبان ہنر، اس حقیر فقیر محمد جان ولد مولوی عبدالغفور ولد قاضی محمد اسلم ولد قاضی محمد امجد ولد قاضی عنایت اللہ ہیں از راہ بندہ پروری اور نوازش گستری اور بہت زیادہ سرفرازی اور بندہ نوازی کے طور پر،

اسے عزو اعزاز کے سر اور عزت و امتیاز کے فرق (یعنی سر) کو

بے مقداری کی پستی سے گردش

کرنے والے آسمان کی بلندیوں تک لے جا کر درودِ مسعود کبریتِ احمر پڑھنے کی اجازت فرمائی:

یہ کہ رات کے وقت، عشا کی نماز کے بعد، پوری پاکیزگی کے ساتھ، سر ننگا کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر عقیدۂ قادریہ کے پورے اعتقاد کے ساتھ "اول محی الدین، آخر محی الدین، ظاہر محی الدین، باطن محی الدین، حاضر محی الدین، ناظر محی الدین، قادر محی الدین، میران محی الدین، شنوا محی الدین، بینا محی الدین، گویا محی الدین، زندہ محی الدین، ذات محی الدین، صفات محی الدین، صورت محی الدین، معنی محی الدین، این جہان محی الدین، آن جہان محی الدین، ہر دم محی الدین، المحی الدین، ہو المحی الدین، یا محی، یا محی، یا محی" ایک بار کہہ کر اور "ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین"[۱] تین بار پڑھے اور لفظ "الدمجید" کو شنگرف یا سونے یا لاجورد سے (لکھ کر) دونوں ابروؤں کے درمیان رکھے اور یوں تصور کرے کہ یہ مبارک اسماء (صاف اور) باقاعدہ نظر آ رہے ہیں۔ اس کے بعد درود مسعود پڑھنا شروع کرے، عشاء کی نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھے اور اگر مسلسل نہ پڑھ سکے تو دو بار نماز فجر کے بعد، دو بار نمازِ ظہر کے بعد، ایک مرتبہ نمازِ مغرب کے بعد اور دو بار نماز عشا کے بعد حضورِ قلب سے پڑھے اور جب اس جگہ پہنچے "سیدنا الشیخ محی الدین، محی الدین، محی الدین" تو گیارہ مرتبہ یا اکیس مرتبہ پڑھ کر یہ کہے "سید عبدالقادر الامین المکین" اور جب ان الفاظ پر پہنچے "و یسر لنا امورنا مع الراحت لقلوبنا و ابداننا، و السلامۃ و العافیۃ فی دیننا و دنیانا و آخرتنا و توفنا علی الکتاب و السنۃ و اجمعنا معہ فی الجنت"[۲]

۱۔ سورۃ اعراف آیہ ۲۳۔ اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہیں فرمائے گا اور رحم نہیں فرمائے تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (یہ دعا) حضرت آدم اور حضرت حوا نے کی تھی جب شجر ممنوعہ کے معاملے میں وہ بھٹک گئے تھے اور اللہ نے انہیں سرزنش کی تھی۔

۲۔ یا الٰہی ہمارے امور میں آسانی فرما ہمارے دلوں اور ہمارے جسموں کی راحت کے ساتھ اور ہمارے دین اور ہماری دنیا میں سلامتی اور عافیت (و آخرت) فرما اور کتاب اور سنت پر (عمل کرتے ہوئے) ہمیں موت دے اور ہمیں ان کے ساتھ جنت میں اکٹھا کر

تو تین مرتبہ پڑھ کر باقی مکمل کرے اور پھر ایک مرتبہ قصیدہ قادریہ اور تین مرتبہ "ربنا ظلمنا انفسنا" آخر تک پڑھے اور اگر درود محمود سات مرتبہ نہ پڑھ سکے تو ہر روز تین مرتبہ بلا ناغہ ضرور پڑھے اور اپنی حاجات مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ کبریا سے اس درودِ محمود پڑھنے والے پر تجلیاتِ الٰہی اور لامحدود فیوض اس طرح نازل ہونگے کہ ارباب بصیرت کی عقلوں سے اور اصحاب نظر کے فہموں سے بالاتر ہونگے، اور لاتعداد عجائبات اور لامحدود غرائب (انوکھی باتیں یا منظر) حاصل ہونگے۔ پھر یہ کہ شاہِ لولاک[1] کے جمال کی زیارت اور فلک الافلاک کے بادشاہ کے دیدار سے مشرف ہوگا، نیز حضرت غوث الاعظم کہ قطبِ عالم ہیں، کے آثارِ فیض سے بہرہ ور ہوگا۔ جتنے بھی مشکل امور دنیا میں پیش آئیں گے، حل ہو جائیں گے اور آخرت میں اعلیٰ علیین (جنت کے سب سے بڑے درجے) پر فائز ہو کر فردوس میں رسولوں کے سردار، راستوں کے راہنما (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرب سے سرفراز ہوگا۔ حضور کے قرب، ضروری دوام، خطاؤں سے اجتناب اور سستی و کاہلی سے نفرت کو لازم جانے۔

رباعی: یارب (حضرت) عبدالقادر کے کمال کے طفیل، یارب (حضرت) عبدالقادر کے صفائے حال کی برکت سے میری آنکھوں کو عرفان کے نور سے روشن کر دے تاکہ میں ہر جگہ عبدالقادر کا جمال دیکھوں۔

= یارب جیلانی کے مقدس کمالات کے طفیل، جن (جیلانی) کا فضل و کرم میں کوئی ثانی نہیں ہے، ہمارا باطن ان کے ایک جلوہ سے پاک فرما دے، ہمیں نفسانی اغراض سے آلودہ نہ فرما۔

سورۂ یٰسٓ[2] پڑھنے کے طریقے کا بیان

پڑھنے کا پہلا طریقہ: صبح سویرے فرض کی گئی نماز کے بعد سورۂ یٰسین تین مرتبہ پڑھے اور وہ اس طرح کہ پہلے گیارہ مرتبہ درود پڑھ کر شروع کرے: "یٰسین، یٰسین، یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم" تین مرتبہ کہے۔ "سلامٌ قولاً من رب الرحیم" گیارہ بار پڑھے اور پھر درود گیارہ مرتبہ پڑھ کر ختم کرے اور اس کا ثواب خیر الانام (مخلوق کے افضل)، امام القمقام (عظیم پیشوا)، اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کرنے والے، رب عالمین کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارواح کو پہنچائے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو کوئی بھی سورۂ یٰسین خالصتاً اللہ کی رضا کی خاطر پڑھے، خدا تعالیٰ اسے

---

[1] شاہ لولاک: حدیث قدسی - اگر آپ کو پیدا نہ کیا جاتا تو ہم کائنات کی تخلیق نہ کرتے

[2] ۳۶ ویں سورہ

اپنے خزانہ غیب سے رزق پہنچاتا ہے اور وہ دنیا میں قطعاً محتاج نہ ہوگا اور نہ بھوکا اور پیاسا ہی رہے گا۔

سورۂ یٰسین پڑھنے کا دوسرا طریقہ

اگر کسی کو کوئی حاجت یا اہم کام درپیش ہو تو وہ رات کے وقت اٹھے، طہارت یعنی وضو وغیرہ کرے اور سر ننگا کرکے دو رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں (سورۂ) فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسین پڑھ کر اس کا ثواب) "ہفت سلطان" (سات سلطانوں) کے ناموں کی ارواح کو بھیجے۔ دوسری رکعت میں (سورۂ) فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسین پڑھے اور ہفت علی یا سات علیوں کے ناموں کی ارواح کو نیاز (ہدیہ) کرے اور وہ اس طریقے سے کہ سورۂ (پڑھ) "یٰسین، یٰسین، یٰسین" گیارہ مرتبہ کہہ کر "مبین اول" تک پہنچائے، اس کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ "یا مبین، یا مبین، یا مبین" پڑھ کر ان سات سلطانوں میں سے ایک کے اسم شریف اور روح لطیف کو پہنچائے اور اس بزرگوار کی روح سے اپنی حاجت مانگے اور پھر اول سے شروع کرکے "مبین ثانی" تک پہنچائے اور ایک سو گیارہ مرتبہ "یا مبین، یا مبین، یا مبین" پڑھ کر ان سات سلطانوں میں سے دوسرے سلطان کے نام پہنچائے اور اپنی حاجت اس بزرگوار کے عالی القاب آستانے سے مانگے اور اسی انداز سے "مبین ثالث" (تیسرا مبین)، چوتھا، پانچواں اور چھٹا اور ساتواں پڑھ کر تیسرے سلطان، چوتھے سلطان، پانچویں سلطان، چھٹے سلطان تک کے ناموں کی روح کو معاودت (واپسی) اور انقلاب کے (الٹے) طریق سے اول طریق صورت سے منتہائے مبین تک پھر اگر پڑھے اور ان ساتوں سات سلطانوں کی ارواح کو الگ الگ (ثواب) پہنچائے۔

اسی طرح دوسری رکعت میں اول سے شروع کرکے "مبین" تک پہنچائے اور سات علیوں کے حضور نیاز کرکے ان بزرگواروں کی باحرمت خدمت، فیض بخش برکت کہ سراسر کرامت ہے، اور عظمت سے اپنی حاجت پوری کرنے کی استدعا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ، خدائے بزرگ و برتر، صاحب جلال کے فضل سے وہ اپنی ہر حاجت اور اپنے ہر مقصد میں کامیاب اور فتح یاب ہوگا۔

سات سلطانوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت سلطان بایزید بسطامی، ۲۔ حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر، ۳۔ حضرت سلطان احمد خراسانی

۴۔ حضرت سلطان ابراہیم ادہم ۵۔ حضرت سلطان سنجر نامی

۶۔ حضرت سلطان اسماعیل سامانی ۷۔ ~~سلطان محمود غزنوی~~ حضرت سلطان محمود غزنوی غازی

سلطان حضرت ابراہیم ادہم المدد، حضرت سلطان بایزید بسطامی المدد، حضرت سلطان احمد خضرویہ المدد، حضرت سلطان اسماعیل سامانی المدد، حضرت سلطان محمود غزنوی غازی المدد

سات علی نیاز کے نام یہ ہیں :

۱ - علی مرتضیٰ علم ۲ - علی تقی ۳ - علی نقی ۴ - علی عسکری

۵ - علی ریوہ گری ۶ - علی مارالی ۷ - علی قریشی

پھر نیز بعد میں یہ رباعیات پڑھ کر جناب غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی حاجت مانگے :

رباعیات :

ای آنکہ تو وردِ ہر امیر ہمہ (؟) در معرکہ حشر نفیر ہمہ (؟)

از لطف برآر حاجتم در ہر دو سرا ای حضرت غوث، دستگیر ہمہ

(اے تو کہ ہر امیر کا ورد ہے ، معرکہ حشر میں سب کا نفیر ہے (؟)

اپنی مہربانی سے دونوں جہانوں میں میری حاجت روائی کر ، اے حضرت غوث تو سب کا دستگیر ہے)

ای غوث جہان برگ و نوائی بفرست دارم دل پُر درد دوائی بفرست

مُردیم ازین درد ، کرم کن یعنی از شہد لب خویش شفائی بفرست

(اے دنیا کے غوث کوئی سازوسامان بھیجیے ، میرا دل درد سے پُر ہے کوئی دوا بھیجیے

ہم اس درد کے ہاتھوں مر گئے ہیں ، کرم کیجیے یعنی اپنے ہونٹوں کے شہد سے کوئی شفا بھیجیے)

مستعمات عشر پڑھنے کے طریقے کا بیان

اے بھائی اگر سعادت (تیری) راہنما ہوئی اور تیرا نصیبہ ہر روز ترقی پر ہے تو اس خوش بختی کے کیا کہنے ۔ وہ بے شک اس دور میں تیرا دامن گیر ہوا اور فضل و بزرگی کے گلشن کے سرو کے وصال نے تیرے دل کو اسیر کر لیا ہے ۔ پر نفس کی پستی اور خیانت ، جو اس نامبارک زمانے میں ، اس ناکس دنیا اور گردش کرنے والے زمانے کے قفس میں تجھ کو پہنچی ہے ، اس کا ازالہ کرنا بہت ضروری ہے اور دل کے آئینے کے اجرام سے خطاؤں کا زنگ دور کرنا سراسر نور ہے ، کیونکہ زبان جو دل کی ترجمان ہے ، جب تک ضیاء و صفا حاصل نہ کرے ، دل کے اسرار اور تجلیات الٰہی اس پر جاری نہیں ہوتے ۔ اس بنا پر اولیاء اللہ نے ، جو عین اللہ کے جمال کا آئینہ ہیں ، مسلک حقیقت کے سالکوں کے لیے اور طریقت سے وابستہ مریدوں کی خاطر کچھ

---

۱ - پہلا شعر واضح نہیں ، کوئی لفظ رہ گئے ہیں ۔

اوراد مقرر فرمائے ہیں تاکہ چند روز تک انہیں دہرا کر وہ (سالک و مرید) اپنی زبانیں پاک کریں اور اس طرح انوارِ الٰہی دل سے زبان پر برملا لائیں۔

بیدار ہو جا اور آگاہ و ہوشیار ہو جا اور پڑھ کہ ہمارے حضرت فاضلیہ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں "مسبعاتِ عشر" کے اوراد (وظیفہ) ہیں جو انسان کے لیے نیکیوں کا باعث اور برکات کا ثمرہ ہیں۔ پس سالک کو چاہیے کہ نمازِ فجر کے بعد، طلوعِ آفتاب سے پہلے "مسبعاتِ عشرہ" پڑھے تاکہ باطن اور ظاہر میں وافر روشنی ظاہر ہو۔ مسبعاتِ عشر یہ ہیں :

۱۔ بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ سات مرتبہ
۲۔ "قل اعوذ برب الناس"[1] آخر تک، بسم اللہ کے ساتھ سات بار
۳۔ "قل اعوذ برب الفلق"[2] آخر تک، بسم اللہ کے ساتھ سات بار
۴۔ پوری سورۂ اخلاص، بسم اللہ کے ساتھ سات مرتبہ
۵۔ "قل یا ایہا الکافرون"[3] پوری سورت، بسم اللہ کے ساتھ سات بار
۶۔ آیت الکرسی[4]، "عظیم" تک سات مرتبہ، اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں پڑھنی
۷۔ اس کے بعد "عدد و یا عَلَمَ اللہ و زینتہ، یا عَلَمَ اللہ" ایک بار
۸۔ "اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد عبدکَ و نبیّکَ و رسولکَ و حبیبکَ، النبی الاُمّی و علیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلّم"، سات مرتبہ، بسم اللہ کے بغیر
۹۔ "اغفرلی ولوالدیّ ولمن توالدا و ارحمھما کما ربّیانی صغیرا واغفر اللّٰھمّ لجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات، الاحیا منھم ولا موات اِنّک مجیب الدعوات و قاضی الحاجات و رافع الدرجات، برحمتک یا ارحم الراحمین"، بسم اللہ کے بغیر سات مرتبہ
۱۰۔ "اللّٰھمّ یا ربّ افعل لی و بھم عاجلاً و آجلاً فی الدین والدنیا والآخرۃ، افعل بنا ما انت اھل ولا تفعل بنا ما نحن لہ اھل، انک غفور حلیم، ملک جواد کریم، رؤف الرحیم"، بسم اللہ کے بغیر سات مرتبہ پڑھے۔

اس کے بعد اکیس مرتبہ "یا جبار" پڑھے اور اول و آخر میں درود ہزارہ ایک (ایک) مرتبہ پڑھے۔

۱۔ سورۃ الناس (۱۱۴) مکمل ۲۔ سورۃ الفلق (۱۱۳) ۳۔ سورۃ الکافرون (۱۰۹)
۴۔ سورۃ البقرہ آیہ ۲۵۵
۵۔ اس میں مختلف آیات کے ٹکڑے ہیں

حسنِ اعتقاد اور رسوخِ اطاعت کے ساتھ اوراد ختم ہوئے۔

فیض کی بنیاد والے ان سراسر باعظمت اوراد کی ہدایت، غیب اللسان، حق کے ترجمان، نور خدا کے نمونہ حضرت غلام قادر شاہ کی زبانِ حق ترجمان سے اس پُر تقصیر فقیر کو پہنچی (ہے)۔ بیدار صاحبانِ ہوش و تل اور باعظمت خانوادہ کے اصحابِ خرد کو اجازت ہے کہ وہ اس ورد میں مشغول ہوکر اس فقیر کو فاتحہ سے اور اپنی یاد سے محروم نہ کریں۔ اور اللہ ہی ہر آن استعانت فرمانے والا اور وہی مددگار ہے۔ رباعی:

= اے دل تو ایک لمحہ بھی سبحان کا اطاعت گزار نہ ہوا، اور تو اپنے کیے ہوئے پر نادم بھی نہ ہوا،

تو درویش و زاہد اور دانشمند ہوگیا، تو یہ سب کچھ تو ہوگیا لیکن مسلمان نہ ہوا۔

= اے دل کب تک مدرسے میں شک و گمان کا شعلہ کب تک، حکمت اور ہندسہ (ایسے علوم) کے اصول کی تکمیل کب تک، جو جو فکر بھی ذکرِ خدا سے ہٹ کر ہے وہ محض وسواس (شیطانی سوچ) ہے۔ تو خدا سے شرم کر، یہ وسوسہ آخر کب تک۔؟

جنابِ غوث الثقلین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ننانوے نام پڑھنے کے طریقے کا بیان

اے بھائی سلسلۂ عالیہ قادریہ کے طالبوں کے لیے صاحبِ سلسلہ پر اعتقاد بہت ضروری ہے اور یہ اعتقاد اسم شریف سے آگاہی کے بغیر محال اور سراسر کوتاہی ہے۔ اس بنا پر اس سلسلۂ قادریہ میں حضرت غوث الاسلام، ان پر درود و سلام ہو، کے ننانوے نام یاد کرنا لازم ہے اور ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظم کے اسماء شریف صدقِ دل اور صدقِ زبان سے یاد کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس خاطر اس پُر تقصیر فقیر نے جو پیر دستگیر کے قدموں کی خاک ہے، یہ اسماء شریف سراپا لطف و عنایت محبت کرنے والوں کی یاد کے لیے لکھ دیئے، کیونکہ مرشد نے رمز و کنایہ سے فرمایا ہے کہ یہ مبارک اسماء ہر روز دن میں ایک مرتبہ ضرور بالضرور ورد کے طور پر یاد کرنے چاہئیں۔ وہ اسماءِ شریف یہ ہیں

= یا قادر القدرۃ بقدرۃ اللہ، یا قاضی الحوائج بقضاء اللہ، یا قوام الروح بامر اللہ

= یا قیوم العظام والرمیم بحکم اللہ، یا قدوس الارواح لصنعۃ اللہ، یا قدیر الاقلام بید اللہ

= یا قابض البسط باسرار اللہ، یا قاهر الجلال بنور اللہ، یا قهار علی الباغیین بعدل اللہ

یا قائم بالرجل علی رقاب کل اولیاء اللہ، یا قائل "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ"، یا قاتل الاعداء بسوف اللہ

یا ناصب القطب عند عرش اللہ ، یا ہادی الطریق الی اللہ ، یا محی القلوب بانوار اللہ
یا مقوم النفوس بنفس اللہ ، یا کشاف الظلام من سراج اللہ ، یا نور خاتم الانبیاء من الاولین

یا خاتم الاولیاء علی الآخرین ، یا غیاث الملہوفین ، یا مغیث المندوبین
یا منجی المفرقین ، یا امان الطالبین ، یا قرۃ عیون البنین
یا عزیز عند المقربین ، یا وسیلۃ الطالبین ، یا محبوب رب العلمین
یا معشوق جمیع العاشقین ، یا مقضی المرام للمریدین ، یا کفیل المعتقدین
یا وکیل عند الشدائد المذنبین ، یا مسکن قلوب الذاکرین ، یا قرین بوجہ المشرفین
یا فرط المجلین ، یا من لرویتہ المجلین ، یا محب المحب الحبیب اللہ
یا معنی الخلیل لخلیل اللہ ، یا معنی لہ الکل ، یا ہادی السبل
یا مقصود العباد ، یا سید الاوتاد ، یا شیخ الرجال
یا رئیس الابدال ، یا واجب الارشاد ، یا حاکم الافراد
یا مقدم النجباء ، یا سید النقباء ، یا امام الشہداء
یا اسعد السعداء ، یا اتقی الاتقیاء ، یا اصفی الاصفیاء
یا ولی الکونین ، یا والی الثقلین ، یا شیخ الکل لجمیع عباد اللہ
یا من لہ مطاف بیت اللہ ، یا نور اللہ فی الافادہ ، یا نار اللہ الموقدہ
یا مطلوب المطلوب ، یا محبوب المحبوب ، یا نائب رسول اللہ فی خلق
یا خلیفۃ اللہ بالحق ، یا باز الاشہب ، یا واہب الطرب
یا حافظ الہالکین ، یا امام السالکین ، یا ماء العاطشین
یا مشبع الجائعین ، یا خیر الناصرین ، یا دلیل الحائرین
یا مکمل الکاملین ، یا ستر المخلوقین ، یا معطی الرجا
یا معین الماء ، یا غوث الاعظم ، یا ناموس الاکرم
یا عالی الہمم ، یا سر المصطفیٰ ، یا ولد المرتضیٰ
یا صاحب الوفا ، یا ثمرۃ اہل العباد ، یا عضد الغربا
یا ظہر الفقراء ، یا معین المساکین ، یا امان الہالکین
یا مفرج الہم ، یا دافع السقم ، یا ابو الفتح والتقصیر
یا شیخ الازمنہ واہل العصر ، یا نور الساطع ، یا برہان القاطع

یا محی القلوب سید اولاد الحسن

= یا قطب الاقطاب ، یا سرعت الاجابات / الاجابۃ ،

= یا شمس الافلاک والارض ، یا لب لب الحسنین ، یا من ارسل روحہ یوم بدر و حنین "

= یا غیاث المستغیثین ، یا دلیل المتحیرین ، یا مقبول رب المنان

= یا ولد حبیب الرحمان ، یا محبوب السبحان ، یا غوث الثقلان ،

= یا محی الملۃ والدین ، یا محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ و ارضاہ عنا ، وصلی اللہ تعالی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ، برحمتک یا ارحم الراحمین ، اقضی حاجتی فی سبیل اللہ " تین مرتبہ کہہ کر حاجت مانگے۔ انشاء اللہ تعالی وہ (قاری) اپنے دل کی مراد پالے گا، اس (اللہ) کے فضل و کرم سے۔ اشعار :

= میں تیرے در پر سجدہ ریز ہوں، تیرے لیے شکستہ تر دل رکھتا ہوں (۱) / یا میں پہلو میں تیرے لیے شکستہ دل رکھتا ہوں ؛

= تو مجھ سے کیا پوچھتا ہے کہ میرا کدھر کا ارادہ ہے، میرا ارادہ تو تیری طرف ہے، میرا ارادہ تو تیری طرف ہے۔

= تیری یاد شب و روز میرے دل کے قریب ہے (میرے دل میں ہے) - تیرا لطف و کرم میرے دل میں گوشہ نشین ہے ؛

= میرے دل کے نگین میں جو بھی نقشِ حیات تھا، اسے میں تیری بندگی کے حلقے سے باہر لے گیا۔

نماز تہجد پڑھنے کے طریقے (طریقوں) کا بیان، جو تین طرح سے ہے

سن سن اے برادرِ جانی اور سبحانی اسرار کے مصدر اور آگے خدائی نگاہوں کے منظر اور اعلے روحانی مقام کے جویا (تلاش کرنے والا)، جس راہ و روش میں ہم ہیں اور جن راستوں کو ہم تلاش کر رہے ہیں، محنتِ شاقہ اور فقر و فاقہ کی ریاضت کے بغیر ان (یا اس) کا حصول مشکل اور ان (اس) تک رسائی ناممکن ہے (البتہ اس صورت میں ممکن ہے کہ) اپنے وقت کا کوئی شیخ استعانت اور کوئی خدا پرست جو خدا کی حمد و ثنا میں دن کو رات اور عبادت میں رات کو دن کر دیتا ہے، معاونت فرمائے، تاکہ خدا کی عنایت و توجہ کی برق تیرے دل کو منور کر دے اور حقیقی جذبے تیری غیرت کے خس و خاشاک کو

(متن میں "طرق" جمع طریق استعمال ہوا ہے اس لیے "راستوں" ترجمہ کیا ہے ورنہ سیاق و سباق سے "راستہ" ہی کا مفہوم بنتا ہے۔ یزدانی)

---

(۱) - یہ تو جیسا کہ ملاحظہ ہوگا، ننانوے نہیں بلکہ ایک سو چار نام ہیں۔ اگر ہر نام کے شروع میں "یا" (کلمۂ خطاب) نہ ہوتا تو پھر یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ چند نام الگ الگ نہیں بلکہ اکٹھے ہیں۔

(۲) - متن میں "کسیر" ہے، اس لحاظ سے معنی یہ بنتے ہیں، میں تیرے پہلو میں زخمی دل رکھتا ہوں۔ ظاہر ہے یہ معنی عجیب سے ہیں۔ اس لیے یہ ترجمہ "شکستہ تر" کے ساتھ کیا ہے۔ دوسرا ترجمہ ذرا بدل کر لکھا ہے۔

جلا ڈالے تو خدا کو کل کائنات کا عین اور کل کو خدا کا عین جانے ۔ خدا کو ~~مکمل طور پر~~ عین بندگی اور بندگی کو عین خدا سمجھے ۔ تجھے نہ تو بندگی سے کوئی سروکار ہو اور نہ خدا سے، کیونکہ عاشق کا معاملہ بندگی اور خدا سے بالاتر ہے ۔ پس لازم ہے کہ تو کوشش خود کو اپنی نظروں سے چھپانے کی کوشش کرے ۔ تو آدھی رات کے وقت اٹھ اور خدا کی حقیقت میں مل جائے ۔ مکمل طہارت کے ساتھ اور دل سے غیر کو نکال کر نماز تہجد میں مشغول ہو جا، کیونکہ محبانِ خاصانِ دین کا راستہ اور اولین و آخرین کا طریقہ یہی ہے ۔

خدا کے عاشقوں اور راہِ مولیٰ کے عارفوں نے اس نماز کو خود پر لازم ٹھہرایا ہے ۔ اس پر تقصیر نادان فقیر کو، عاشقوں کے کوچہ کے اس خاکروب کو مرشدِ کامل، ہادیِ آگاہ عامل (عمل کرنے والا) باخبر رہنما نے نمازِ تہجد پڑھنے کی اجازت ان تین طریقوں سے ارشاد فرمائی ہے :

~~پہلا طریقہ~~ نمازِ تہجد پڑھنے کا پہلا طریقہ، نوبت (نیت ؟) :

"اِنّ اصلی اللہ تعالیٰ رکعتی صلوٰۃ التہجد خالصاً لوجہِ اللہ تعالیٰ متوجہاً اِلیٰ جہۃ الکعبۃ الشریفۃ، اللہ اکبر ۔ بارہ رکعت نمازِ تہجد ۔ ہر رکعت میں (سورۃ) فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھے ۔ نماز ختم ہونے کے بعد حضرت غوث الاعظم کے یہ گیارہ اسمائے شریف حضورِ قلب سے پڑھے کہ اس کا نتیجہ نیکیوں اور پامال حال کی برکتوں کے ثمر کی صورت میں سامنے آئے گا ۔ وہ مبارک اور متبرک گیارہ اسما یہ ہیں :

۱ ۔ الٰہی بحرمت سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی
۲ ۔ الٰہی بحرمت سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی
۳ ۔ الٰہی بحرمت فقیر محی الدین عبدالقادر جیلانی
۴ ۔ الٰہی بحرمت خواجہ محی الدین عبدالقادر جیلانی
۵ ۔ الٰہی بحرمت مخدوم محی الدین عبدالقادر جیلانی
۶ ۔ الٰہی بحرمت غریب محی الدین عبدالقادر جیلانی
۷ ۔ الٰہی بحرمت بادشاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی
۸ ۔ الٰہی بحرمت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی
۹ ۔ الٰہی بحرمت درویش محی الدین عبدالقادر جیلانی
۱۰ ۔ الٰہی بحرمت ولی محی الدین عبدالقادر جیلانی
۱۱ ۔ الٰہی بحرمت مولانا محی الدین عبدالقادر جیلانی

ان اسمائے شریف کے عمدہ وسیلے سے اپنی حاجت مانگے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت محبوب سبحانی کی توجہ سے تمام حاجات اجابت و قبولیت پا جائیں گی ۔

نماز تہجد پڑھنے کا دوسرا طریقہ: جب کوئی ایک نماز تہجد ادا کرنا چاہے تو وہ بارہ رکعت نماز ادا کرے۔

پہلی رات پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک مرتبہ، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دو بار، تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین بار، چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص چار مرتبہ، پانچویں رکعت میں پانچ مرتبہ، چھٹی رکعت میں چھ مرتبہ، ساتویں رکعت میں سات مرتبہ، آٹھویں رکعت میں آٹھ مرتبہ، نویں رکعت میں نو بار، دسویں رکعت میں دس بار، گیارہویں رکعت میں گیارہ بار اور بارہویں رکعت میں بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

دوسری رات پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھے، دوسری رکعت میں گیارہ مرتبہ پڑھے، تیسری رکعت میں دس مرتبہ، چوتھی رکعت میں نو مرتبہ، پانچویں رکعت میں آٹھ مرتبہ، چھٹی رکعت میں سات مرتبہ، ساتویں رکعت میں چھ مرتبہ، آٹھویں رکعت میں پانچ مرتبہ، نویں رکعت میں چار بار، دسویں رکعت میں تین مرتبہ، گیارہویں رکعت میں دو مرتبہ اور بارہویں رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اسی طرح ہر رات الٹ کے طریقے سے (یعنی پہلے ایک سے شروع کرے، پھر بارہ سے شروع کرے) اس وقت تک جب تک اللہ چاہے، پڑھتا رہے۔

نماز تہجد پڑھنے کا تیسرا طریقہ: جو سلطان الاولیا، برہان الاصفیا (اور برگزیدہ حضرات کی دلیل)، شہنشاہِ کونین حضرت غوث الثقلین خود بنفسِ نفیس پڑھتے رہے ہیں۔ بارہ رکعت نماز تہجد۔

پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"[۲] سات مرتبہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد "رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"[۳] سات مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے: "رَبَّنَا تَقَبَّلْنَا وَاَسْعِدْنَا وَاجْعَلْنَا تَحْتَ رِدَاءِ سَعَادَتِكَ وَاَعِظْنَا مِنَ الْاَعْدَاءِ فِي قُوَّةِ عَظَمَتِكَ وَاَسْقِنَا شَرَابَ مَحَبَّتِكَ وَنَعِيْمَ قُرْبِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ"۔ تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد "رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ"[۴] پانچ مرتبہ پڑھے۔

چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ"[۵] پانچ مرتبہ پڑھے۔ سلام کے بعد یہ دعا ایک مرتبہ پڑھے: "اَللّٰهُمَّ ~~اهدنا بهداك الازلي~~[۱] وَفِّقْنَا عَلٰى عِبَادَتِكَ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰى تَوْحِيْدِكَ وَاجْعَلْنَا عَلٰى بِسَاطِ مَحَبَّتِكَ وَاَغْسِلْ قُلُوْبَنَا عَنْ دَنَسِ الْاَغْيَارِ وَارْزُقْنَا نَظَرَ الْاِعْتِبَارِ يَا عَالِمَ الْخَفِيَّاتِ وَالْاَسْرَارِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ،

۱۔ مخطوطہ میں یہ الفاظ غائب ہیں۔ قیاسی تصحیح ۲۔ سورۂ البقرہ، آیہ ۱۲۷

۳۔ سورۂ البقرہ، آیہ ۲۰۱ ۴۔ سورۂ البقرہ، آیہ ۲۵۰ ۵۔ سورۂ البقرہ، آیہ ۲۸۶ (آخری آیت کا آخری حصہ)

برحمتک یا ارحم الراحمین - پانچویں رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت السمیع الوھاب"[1] چار مرتبہ پڑھے - چھٹی رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ، ان اللہ لا یخلف المیعاد"[2] چار بار پڑھے - سلام کے بعد یہ دعا ایک مرتبہ پڑھے: "اللھم اھدنا بھداک الابدی وارشدنا برشدک السرمدی وزیّنا بزینت عنایتک وجبرنا بحبل جنانک یا ھادی المضلین، وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین"[3]

ساتویں رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین"[4] تین مرتبہ پڑھے - آٹھویں رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا ما خلقت ھذا باطلا، سبحانک فقنا عذاب النار، ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظالمین من انصار"[5] تین مرتبہ پڑھے - سلام کے بعد یہ دعا پڑھے: "اللھم ارزقنا متابعت حبیبک فی کل قول وفعل وحال، واحینا حیاتِ اولیائک وامتنا موت السعداء، ولا تقطعنا منک لحظۃ ولا تحجبنا عن مشاھدتک طرفۃ عین ولا تشغلنا بغیرک ساعۃ، یا مجیب دعوۃ المضطرین، وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ (واصحابہ) اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین" -

نویں رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان، ان آمنوا بربکم، فآمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار"[6] دو بار پڑھے -

دسویں رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا وآتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیمۃ انک لا تخلف المیعاد"[7] دو مرتبہ پڑھے - سلام کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اللھم وفقنا علی عبدیتک وثبت اقدامنا علی مقام عبودیتک وادخلنا جنتک فی دار مودتک واحجبنا عن رویۃ غیرک وارزقنا عن حلاوتِ غفرانک واذکرنا مراکب امانک واجعلنا فی زمرۃ اھل رضوانک، یا الہ السموات والارضین بحق اھل الیقین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین"۔

گیارھویں رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین"[8] ایک مرتبہ پڑھے -

بارھویں رکعت میں فاتحہ کے بعد "ربنا اغفر لنا ذنوبنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان، و

---

۱ - سورہ آل عمران، آیہ ۸ - قرآن کریم میں "انت الوھاب" ہے - غالباً کاتب نے "السمیع" کا اضافہ کیا ہے -
۲ - سورہ آل عمران، آیہ ۹
۳ - اس میں سورہ آل عمران اور سورہ المائدہ کی سورتوں کے ٹکڑے ہیں اور کچھ اضافہ بھی ہے -
۴ - سورہ آل عمران، آیہ ۱۹۱ ۵ - سورہ آل عمران، آیہ ۱۶۲ ۶ - آل عمران، آیہ ۱۹۳
۷ - آل عمران، آیہ ۱۹۴ ۸ - آل عمران، آیہ ۱۴۷

لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْم" ایک مرتبہ پڑھے۔ سلام کے بعد یہ دعا ایک مرتبہ پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ وَ اِشْغَلْنَا فِیْ سِلْکِ الْمُحِبِّیْنَ وَ آتِنَا خِلْعَتَہٗ نُوْرِکَ وَ اِشْتِیَاقَ شَرَابِ طَھُوْرِکَ وَ انْصُرْنَا عَلَی الشَّیْطَانِ وَاحْفَظْنَا عَلَی الْکُفْرِ وَ الطُّغْیَانِ وَ نَجِّنَا مِنْ مِحَنِ الْمِیْزَانِ، یَا کَرِیْمُ، یَا رَحِیْمُ، یَا رَحْمٰنُ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ"۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَیْہِ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ مَا خَلَقْتَ وَ طَیِّبْ مَا رَزَقْتَ وَاغْفِرْ مَا قَدَّرْتَ وَتَمِّمْ مَا تَمَّمْتَ تَقَبَّلْ مَا اسْتَقْبَلْتَہٗ وَاحْفَظْ مَا اسْتَحْفَظْتَ وَلَا تَھْتِکْ مَا اسْتَتَرْتَ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ لَذَّۃٍ بِغَیْرِ ذِکْرِکَ وَ مِنْ کُلِّ رَاحَۃٍ بِغَیْرِ خِدْمَتِکَ وَ مِنْ کُلِّ شَرَفٍ بِغَیْرِ مُجَالَسَتِکَ وَ مِنْ کُلِّ شُغْلٍ بِغَیْرِ مُعَامَلَاتِکَ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ"۔ نمازِ تہجد مکمل کرنے کے بعد جو بھی حاجت، بارگاہِ حق سے مانگے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری ہوگی۔ جناب عالی کی رباعی:

= ذکرِ حق کرنے میں زبان سب سے بہتر ہے، رات کو تو چھپ کر جو عبادت کرے وہ سب سے بہتر ہے،
اگر تو چاہتا ہے کہ پل صراط پر سے بآسانی گذر جائے تو دنیا والوں کو روٹی دے کہ روٹی سب سے بہتر ہے۔

= یہ سب کتابیں جو تو (بغل) میں رکھے ہوئے ہے، تجھے اس بنا پر فائدہ نہ دیں گی کہ تو نفس کافر کا مالک ہے۔ نماز کے وقت تو سر کو زمین پر کیا رکھتا ہے، اس (شے) کو زمین پر رکھ جو تیرے سر میں ہے۔

= خدا معلوم روتی ہوئی آنکھوں کے لیے کل کیا کیا عشرتیں ہونگی کہ خون جگر سے پلکوں پر ایسا بند لگا ہے (..؟)

"درود مستغاث" پڑھنے کے طریقے کا بیان

اے بھائی! جب تو "درودِ مستغاث" پڑھنا چاہے تو اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے:

لے ا۔ سورۂ الحشر، آیہ ۱۰

جب قاری اس عمدہ درود کو ابتدا سے شروع کر کے اس عبارت تک پہنچے :

" معینا رسول والدرین الیاسین امام امین اللہ "

تو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے :

" اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی محمدٍ و علٰی آلِ محمد بعددِ کُلِّ معلوم لک اَللّٰھُمَّ اغنی بجمال محمد و جمالِ حبیبکَ "

اور جب اس عبارت تک پہنچے :

" لذکرنا رسول المعطر الروح بار جواد اللہ "

تو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے

" اَللّٰھُمَّ عطر روحی بحرمتِ رسولِک الباری المعطر الروح وَ اَجُوْدنِی یا جوادُ بجُودِ حبیبکَ "

اور جب ان الفاظ تک پہنچے :

" اِمَامُ الْاَتْقِیَاءِ رسول صاحب الکوثر لدنی من اللہ "

تو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے :

" اَللّٰھُمَّ نوِّرْ قلبی بحرمت القاسم الکوثر وَاقْضِ حاجاتی یا قاضیَ الحاجات "

جب ان الفاظ تک پہنچے :

" شفیعنا رسول مجرای المہدی قریشی شہید اللہ "

تو یہ دعا تین بار پڑھے :

" اَللّٰھُمَّ اجْعَل حبیبکَ شفیعنا و وسیلنا ھو الفزع الاکبر "

جب ان الفاظ تک پہنچے :

" ختم الانبیاء رسول مارح محمد ابن عبداللہ "

تو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے :

" اَللّٰھُمَّ انّی فقیرٌ ذلیلٌ غریبٌ ، مذنب علٰی بابکَ یا رسول اللہ "

جب ان الفاظ تک پہنچے :

" اغثنا یا رسول الثقلین انت حق منیب اللہ "

تو تین مرتبہ دہرا کر یہ دعا سجدے میں سات مرتبہ پڑھے :

"اللّٰھم احدی ضمای من عندک مددی و الیک منتی طلبی یارب عجل فرجی بحرمت محمد العربی"

جب ان الفاظ تک پہنچے :

"امنا بک انت نبینا رسول"

تو تین مرتبہ دہرائے۔

جب اس عبارت تک پہنچے :

"سند العاصین رسول صاحب ... سلطان تہامی مومن اللّٰہ"

تو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے، سجدے میں سات مرتبہ (۲) پڑھے :

"سند العاصین و یا اعتماد المساکین امددنی امددنی یا رسول الشافع"

جب اس عبارت تک پہنچے :

"شہید عزامنا رسول صاحب التاج محلل باذن اللّٰہ"

تو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے :

"اللّٰھم ارزقنا رویتہ و لاتی منا شفاعتہ"

جب ان الفاظ تک پہنچے :

"ومن النار مخلصنا رسول صاحب المحراب حاشر نبی اللّٰہ"

تو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے :

"اللّٰھم خلصنا من النار بجمال نبیک و کمال حبیبک"

باقی درود مکمل کرے رسالت پناہ کی ارواح کو بہنچائے۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ آپ، صلی اللّٰہ علیہ وسلم، کے باکمال جمال سے مشرف ہوگا۔ رباعی :

= یا رسول اللّٰہ میرے حال پر توجہ فرمائیے۔ میں ہجر میں جل رہا اور گریہ وزاری کر رہا ہوں، دیکھیے، توجہ فرمائیے کبھی کبھی میری دستگیری کیجیے اور میرے احوال پر توجہ فرمائیے۔

"ہشت کاف" پڑھنے کا طریقہ

ام الخیر فاطمہ بنت عبداللّٰہ صومعی رضی اللّٰہ عنہا، جناب مقدس حضرت غوث الثقلین رضی اللّٰہ عنہ، کی والدہ ماجدہ تھیں۔ جب حضرت، بغداد شریف کی طرف روانہ ہونے لگے تو انہوں (والدہ) نے آپ کو "ہشت کاف" (آٹھ کاف) کی تعلیم فرماتے ہوئے کہا تھا کہ "اسماء شریف تمہارے زادِ راہ کے لیے کافی ہیں، کسی قسم کی بھی ضرورت پیش نہ آئے گی"۔ لہذا سالک کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد "ہشت کاف" گیارہ مرتبہ بلا ناغہ پڑھے تاکہ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے اپنے خاص دسترخوان سے روزی عنایت فرمائے اور کسی قسم کی ضرورت اور

[illegible] تعلیم و تفہیم "ہشت کاف" یہ ہے:

[illegible] "الکافی و نعم الکافی و للہ الحمد"، کفانی الکافی، رامل کافی، قصدت الکافی، وجدت الکافی، اللہ کافی

رباعی (ترجمہ) ہمیں زمانے کا بحر بھر بھی غم نہیں ہے، ہم خوش ہیں، اگر ہمارے پاس صبح اور شام کی غذا نہیں ہے تو بھی ہم خوش ہیں، کیونکہ ہمیں غیب سے کچا پکا یا مل جاتا ہے، اس لیے کسی سے ہم طمع خام نہیں رکھتے، ہم خوش ہیں۔

غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف "اکتالیس کاف" پڑھنے کا طریق

عالی مرتبت، فیض موہبت، بلند عظمت، اعلیٰ مقام و منزلت، پاکیزہ جناب، اعلیٰ القاب، بلند ہمتوں والے، فیضوں کی نخوت کے حامل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف جو حضرت الیشان کے قلم کا نتیجہ ہے۔ چاہیے کہ نماز عشا کے بعد گوشے میں بیٹھ کر سر ننگا کرلے اور ہر روز اکتالیس مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد ان کی باصواب جناب سے اپنی حاجت عرض کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ جناب مقدس حضرت پیر دستگیر کی حرمت و برکت سے حاجت روا ہو جائے گی۔ محبت، تسخیر اور رزق کی کشایش کے لیے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اکتالیس کاف، کوہ قاف کی طرح، آفتاب درخشاں کی صورت اور روشن بدر کی مانند، عظیم الشان اور کریم البرہان ہیں، اور یہ ہیں:

کفاک ربک، کم یکفیک، واکفتہ کفکافہا، تکمین کان من کلکا تکر اکر، الکر

فی کبد تحکی مشکنکتہ کلکلک لکلکا کفاف بالی کفانک الکاف کرتبہ یا

کوکبا کان یحکی کوکب الفلکا۔

رباعی: جب تو قرب ربانی کا خواہاں ہے تو درگاہ میراں کا کتا بن جا، کیونکہ درگاہ جیلانی کے کتے کو شیروں پر شرف حاصل ہے۔ ہم جیلان اقدس کی درگاہ کے کتوں میں سے ہیں، وہ کافر ہوا جس نے ہمارا احترام نہ کیا۔

پنج گنج پڑھنے کا طریقہ

ہمارے محبوب قادریہ کے طریقہ عالیہ میں حضرت پیر دستگیر اور اس فقیر کے مرشد نے اپنے مریدوں اور طالبوں کو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے پانچ اسما وظیفہ کے لیے ہی فرمایا کرتے تھے اور وہ اس طرح کہ ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ پڑھے جائیں۔ پانچ خزانوں کے اسما جو بہت ہی نافع اور مفید ہیں اور رنج و کلفت مٹانے والے ہیں، یہ ہیں:

یا اللہ، یا رحمان، یا رحیم، یا حیّ، یا قیوم

سالک کو چاہیے کہ ان پانچ خزانوں کو پڑھتا اور ہمیشہ ورد کرتا رہے پھر اللہ کی بہت بڑی جناب سے اپنی حاجت

مرادیں اور مطالبات مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کی عنایت، مہربانیوں اور کرم سے تمام آرزوئیں بر آئیں گی ابیات،

= شاہا اپنے کرم سے مجھ درویش پر نظر فرما، مجھ خستہ اور زخمی دل کے حال پر توجہ فرما، اگرچہ میں تیری بخشائش کے لائق نہیں ہوں، تو مجھ کو نہ دیکھ اپنے کرم کو دیکھ۔

شاہا میں چار چیزیں لایا ہوں جو تیرے خزانے میں ہیں، نیستی، حاجت، عذر اور گناہ لایا ہوں، چشم رحمت کھول اور میرا سفید چہرہ دیکھو، کیونکہ شرمندگی کی وجہ سے میں سیاہ چہرہ لے کر آیا ہوں۔

سورۂ یوسف (علیہ السلام) پڑھنے کی ترکیب

اے بھائی جو کوئی سورۂ یوسف پڑھنا چاہے وہ ورد کرلے اور بیحد فائدہ اٹھائے۔ چاہیے کہ اول سے شروع کرکے جب اس آیت پر پہنچے: "واللہ المستعان علیٰ ما تصفون"، گیارہ مرتبہ پڑھے اور جب اس آیت پر پہنچے "واللہ غالبٌ علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے کہ: "ذالک من فضل اللہ علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون" تو گیارہ بار پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "ان الحکم الا اللہ" تو گیارہ بار پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "ان ربی غفور الرحیم" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "فاللہ خیرٌ حافظاً و ھو ارحم الراحمین" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "فاللہ علیٰ ما نقول وکیل" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "انِ الحکم اِلّا اللہ علیہ توکلت و علیہ فلیتوکلِ المتوکلون" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "وفوق کلّ ذی علم علیم" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "واللہ اعلم بما تصفون" تو گیارہ مرتبہ دہرائے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "فصبرٌ جمیل" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "انہٗ ھو العلیم الحکیم" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "اِنہٗ لا ییئس من روح اللہ اِلّا القوم الکافرون"، تو گیارہ بار دہرائے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الراحمین"، تو گیارہ مرتبہ دہرائے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "اِنّی اعلم من اللہ ما لا تعلمون"، تو گیارہ مرتبہ دہرائے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "استغفر لکم ربی انہٗ ھو الغفور الرحیم"، تو گیارہ مرتبہ دہرائے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "انشاء اللہ امنین" تو گیارہ بار دہرائے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "انّ ربی لطیفٌ لما یشاءُ، انہٗ ھو العلیم الحکیم"، تو گیارہ مرتبہ دہرائے اس کے بعد یہ دعا پڑھے: "یا لطیفُ لُطفٌ لی و لوالدیّ فی جمیعِ الاحوال"۔ جب اس آیت پر پہنچے:

"فاطِرَ السّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ج تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ" تو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب رکوع "وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" پر پہنچے تو سات مرتبہ پڑھے۔ سورۃ کے شروع اور آخر میں گیارہ مرتبہ درودِ ہزارہ پڑھے۔ جب سب پڑھ لے تو حضرت رسول مقبول کی ارواح پاک ؐ، حضرت یوسف علیہ السلام کی روح طیبہ اور تمام انبیاءِ اکرام اور اولیاے عظام کی ارواح کو اس کا ثواب پہنچائے۔ پھر جناب حضرت یوسف اور جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور جناب حضرت غوث الثقلین اور اپنے سلسلے کے تمام پیروں اور اپنے پیر بیعت سے اپنی حاجت مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اپنی مراد پالے گا۔

سورۃ مزمل پڑھنے کی ترکیب

جب سالک سورۃ مزمل پڑھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ شروع اور آخر میں گیارہ مرتبہ درود ہزارہ پڑھے۔ "یا اَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ"، صلی اللہ علیہ وسلم، تین مرتبہ کہے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا"، تو تین مرتبہ دہرائے۔ پھر "یَا وَکِیْلُ" ایک سو مرتبہ یا گیارہ مرتبہ پڑھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: "اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا"، تو تین مرتبہ کہے۔ جب اس آیت پر آئے: "اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ"، تو "یا اللہ" ایک سو مرتبہ یا گیارہ مرتبہ پڑھے۔ پھر "یا غفور" ایک سو مرتبہ اور "یا رحیم" دو سو مرتبہ پڑھے اور سورۃ مزمل، بسم اللہ کے ساتھ اس ترتیب سے پڑھے جو بیان کی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اپنا مطلوب و مقصود پالے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کی ترکیب

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حعار و یا من یداک مبسوطتان متنفق کیف تشاء انبسط علینا بفضلک الواسع انک علیٰ کل شیئٍ قدیر" ایک مرتبہ پڑھے۔ پھر "یا باسط" بہتّر مرتبہ پڑھے اور چودانوں پر پھونک مارے، اس کے بعد یہ دعا پہلی مرتبہ، سات دفعہ پڑھے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یا حلیم یا حلیم یا علی یا عظیم، یا قیوم یا دائم، یا طیخ جی، اللہ انی اسالک بحق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بفضل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بہیبت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بمنزلت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ارفعہ قدری یا اللہ، ویسر امری یا اللہ، و اشرح صدری یا اللہ و اجبر کبیری یا اللہ، واغن فقری یا اللہ وطول فی طاعتک عمری، ویسر امری و متعنی بسمعی و بصری، یا من ھو کھیعص، حمعسق، طٰہٰ، یٰسین،

طسم، حم، عسق، ق، ن، الم، المص، الرا، المر حم،

اللہ لا الٰہ الا ھوا لحی القیوم، باسم الہیبۃ والعظمۃ والقدرۃ اِن تجعلنی من عبادک المتقین الصالحین واھل طاعتک المحبین واجعلنی من لدنک فتحا مبینا ونصرا معینا فرجا مخرجا فی الدارین، یا رب العالمین، اِنک علی کل شیٔ قدیر، بفضلک ورحمتک یا ذوالجلال والاکرام، برحمتک یا ارحم الراحمین"۔

اس کے بعد "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ایک سو چھیاسی (۱۸۶) مرتبہ پڑھے؛ "لا الٰہ الا اللہ" ایک ہزار مرتبہ، "یا فتاح" ایک ہزار پانچ سو مرتبہ، "یا عزیز" ایک ہزار مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد وہ دعا جو اس نے شروع میں پڑھی، اور جو اوپر لکھ دی گئی ہے، پھر بارہ بارہ مرتبہ پڑھے۔ ورد کا لکھنا ختم ہوتا ہے اور حقیقت حال کو اللہ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔

66000

روزانہ چھیاسٹھ مرتبہ پڑھنا ہے ۱۱ ۶۶ عدد نقش روز لکھنے ہیں۔ حکم حضرت شیخ مسعود ۲ ر فی الدین [illegible] العنوان اللہ علی [illegible]

اللہ کے اسم جامع اور اس کے عمل کے ورد کا بیان

اللہ / ۶۶ — بسم اللہ / ۷۸۶

۱۶	۱۹	۲۲	۹
۲۱	۱۰	۱۵	۲۰
۱۱	۲۴	۱۷	۱۴
۱۸	۱۳	۱۲	۲۳

"الٰہی بحرمت اسمائک العظام وصفاتک الکرام"۔

اپنا مطلب لکھے اور چھ سو ساٹھ ہزار (چھ لاکھ ساٹھ ہزار؟) مرتبہ اسم ذات یعنی "اللہ" ہر روز پڑھے اور چھیاسٹھ بار اسم ذات "اللہ" کا تعویذ لکھ کر بہتے ہوئے پانی میں ڈال دے۔ انشاء اللہ عمل کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ انتہائی مقدار تین جلسہ عمل ہے۔

میں آٹا میں لپیٹ کر گولیاں بنا کر دریا میں ڈال

آیت الکرسی پڑھنے کی ترکیب کا بیان

"اللہ لا الٰہ الا ھو" دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو عقد کرے۔ "الحی القیوم" دائیں ہاتھ کی بنصر (چھوٹی انگلی اور بڑی انگلی کے درمیان کی یعنی چوتھی انگلی) عقد کرے۔ "لا تاخذہ سنۃ ولا نوم" دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی عقد کرے۔ "لہ

شہادت عقد کرے۔ "مَن ذَا الَّذِی یَشفَعُ"

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرضِ"، دائیں ہاتھ کی انگشت

دعا مانگے: "یا اللہ اپنے وافر رزق عطا کر" تین بار کہہ کر "عِندَہٗ اِلَّا بِاِذنِہٖ" دائیں

ہاتھ کا انگوٹھا عقد کرے۔ "یَعلَمُ" "میرے دشمنوں کو مغلوب کر یا اللہ" تین مرتبہ کہہ کر "مَا بَینَ اَیدِیہِم وَمَا خَلفَہُم"

بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی عقد کرے۔ "وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیءٍ مِّن عِلمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ" بائیں ہاتھ کی

چھوٹی انگلی عقد کرے۔ "وَسِعَ کُرسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ"، بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی عقد کرے۔ "وَلَا

یَئُودُہٗ حِفظُہُمَا"، بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت عقد کرے۔ "وَہُوَ العَلِیُّ العَظِیمُ" بائیں ہاتھ کا

انگوٹھا عقد کرے۔ "اَلحَمدُ لِلّٰہِ" سے آخر تک تین بار، "قُل ہُوَ اللّٰہُ اَحَد" پوری سورۃ تین مرتبہ، درود

ہزارہ تین مرتبہ، یہ سب کچھ پڑھ کر آسمان کی طرف پھونک مارے۔ اس کے بعد "اَلحَمدُ لِلّٰہِ" آخر تک

ہر انگلی پر پڑھ کر کھول دے۔ بفضل خدا اور بفضل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مراد و حاجت بھی

مانگے گا وہ جلد اور اچھے طریقے سے پوری ہوگی، اور سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔

تسخیر کے لیے: "یارب، یا رباہ رَبّ، یا اللہ، یا حَیّ، یا قیوم، یا رحیم، یا

اَرحَمَ الرَّاحِمِین"۔ ہر ہر نام سانس ٹوٹنے تک پڑھے۔ شروع اور آخر میں تین تین مرتبہ اور

اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰہِ" پوری سورۃ باون (۵۲) مرتبہ پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، بفضل الٰہی، کام میں

کشادگی حاصل ہوگی اور تمام دشوار کام آسان ہو جائیں گے۔ دعائے حیدری شریف قادری

ملاحظہ

دشمنوں کو مغلوب کرنے کے لیے دعائے حیدری مجرب ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بسم اللہ الجلیل، الجبار، القاہر، القہار،

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّد، سَیِّدِ القَاہِرِینَ عَلٰی اَعدَاءِ رَبِّ العَالَمِین،

یا حیدر، یا حیدر، یا حیدر، یا اَبَا تُرَاب، یا عَلِی اَسَدَ اللّٰہ، یا وَلِیَّ اللّٰہ، یا مَحبُوبَ اللّٰہ،

یا رجال اللہ، یا مقبولَ اللہ، یا ظہور اللہ، یا سیف اللہ، یا مظہر العجائب القہر،

اِنِّی مَغلُوبٌ فَانتَصِر،

یا حق، یا حق، یا حق، تَحَقَّقتَ بِالحَقِّ، وَالحَقُّ فِی حَقٍّ، یا فتاح، یا فتاح، یا فتاح،

یا قادر، یا حَیُّ، یا قیوم، یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ اکبر، اللہ اکبر وَلَا حَولَ

وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم، یا عظیم تَعَظَّمتَ بِالعَظمَتِ وَالعَظمَتُہٗ فِی عَظمَۃِ

عَظمَتِکَ یا عظیم، یا رب، یا قدیر، یا خالق، یا کریم، یا رحیم، یا مُسَخِّرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَمَا

بَینَہُمَا، یا عَلِیم، یا مُحیِی، یا مُمِیتُ، یا مُتَکَبِّر، یا ضار، یا جَلِیلُ المُتَکَبِّرُ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ، فاعدل

اَمرہٗ وَالصدق وعدہٗ ، یا جلیل یا جلیل یا جلیل ؛ و حسُودی و مقھوری و عدوّی مقتول بقہرک
یا قہّار و تقہرت بالقہر ، وَالقہر فی قہر قہرک ، یا قہّار قہراً اعدائی ، یا جبّار قہر اعدائی ، یا جبّار ،
مذل کل جبار عنید بقہر ، عزیز سلطانہٗ یا مذل ، یا نقباً من جور لم یرفعہ و لم یخالطہٗ افعال ،
یا نقباً قتلہٗ بسیف اللہ ، لِایلافِ قریش اِیلافھم رحلۃ الشتاء وَالصیف[1] ۔
وَما رمیت اِذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ[2] یا قوی ، یا قاھر ذالبطش الشدید ، انت
الذی لا یطاق ، یا قاھر ، یا قہار اقہر و اِدفع اعدائی من قہرک و انت اشد القاھرین ،

مذکورہ تصور کرے

حق ، حق ، حق ۔

تین بار زمین پر ہاتھ مار کر مقتول تصور کرے

یہ بھی دشمنوں کے مغلوب کرنے کے لیے ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یا اللہ ، یا رحمٰن ، یا رحیم ، یا حیّ ، یا قیوم ، یا مقیم ، یا باقی ، یا نادر ،
یا اللہ العالمین ، یا اللہ الآخرین ، جو کوئی بھی مجھے بُرا بھلا کہے اور بُرا دیکھے اور بُرا جانے "لا الٰہ الا اللہ" کی
چوٹ اس کی جان پر ، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بستگی اس کی زبان پر ، اور مرتضیٰ علیؑ کی ذوالفقار
اس کی گردن پر اور (حضرت) موسیٰؑ کا عصا اس کے جگر پر اور (حضرت) زکریاؑ کا آرا اس کے سر پر اور (حضرت)
ایوبؑ والے کیڑے اس کے بدن میں اور مہتر سلیمانؑ کی مہر اس کے منہ پر اور طوفان نوحؑ اس کی قوم پر
اور رجال الغیب (غیب کے آدمی) کی تلوار اس کے قتل میں اور وہ خدا کے قہر سے مقہور ہو ، یا بدوح ،
یا بدوح یا بدوح ، واللہ المستعان علیٰ ما تصفون[3] ۔

یہ بھی دشمنوں کی مقہوری کے لیے ہے

یا غوث الاعظم اِمددنی فی قہر اعدائی وَانصرنی بنصرتک القاھرہ ، یا قاھر الاعداء ، یا القدرۃ الکاملۃ
اَقہر اعدائی وانصرنی و اولیائی ، مالی بسواک وسیلۃ فی الحیٰوۃ والممات ، ملاذ الغربا فی القربۃ
نحن الکذابون فی دعوانا ، اِن انا نحرابک و انت الصدیق بالحق وَالتحقیق ، و انت بتول امثالنا
حقیق یا مالکِ ملک التصرف و یا قادر بالقدرۃ الظاھرۃ بالعظم والشرف ، یا سلطان السلاطین

---

۱ - قریش ، آیہ ۱ ، ۲

۲ - سورہ الانفال ، آیہ ۱۷

۳ - سورہ یوسف ، آیہ ۱۸ کا کچھ حصہ

(یا مالک رقاب المالکین مالنا سوا بابک۔ ملجأ ماجأ الیہ، یا ملجا المضطرین۔

قبول دعا کے لیے

وانت اللہ الملک الجبار، القدوس، الدائم، الحق، الذی لم یزل ازلیاً ابدیاً سرمدیاً، دایماً فی الحجب الغیوب وحدک وافوض امری الی اللہ، ان اللہ بصیر بالعباد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم - انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، وما ادراک مالیلۃ القدر، لیلۃ القدر خیر من الف شہر، تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم، من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر" ۔ یا حافظ، یا فتاح، یا ناصر، لاشریک لک، لیس فیھا احد غیرک ولم یکن الٰہ سواک"۔ "وانت اللہ" کی ابتدا سے "الٰہ سواک" تک اسم اعظم مقرر ہے! پس اسم اعظم کے عمدہ وسیلے سے اپنی مراد مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قبولیت سے مشرف ہوگی۔

یہ بھی دشمنوں کی مقہوری کے لیے ہے

سورۂ "تبت یدا ابی لہب" شروع سے آخر تک ہر روز اکتالیس مرتبہ، چالیس دن تک پڑھے اور ہر روز قرائت مکمل کرنے کے بعد، دشمن کو مغلوب کرنے کی خاطر، دونوں ہاتھ زمین پر الٹے رکھے اور دشمن کو مغلوب اور مقہور تصور کرے۔ رب معبود کے فضل سے دشمن کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو، مقہور اور مغلوب ہوگا۔

"اورادِ فتحیہ" پڑھنے کے طریقے کا بیان

اے سالک جب تو اورادِ فتحیہ" پڑھنا چاہے تو ضروری ہے کہ پہلے "سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم وبحمدہ، استغفر اللہ واتوب الیہ" کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "کلمتان خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، حبیبتان الی الرحمان وھی سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ، استغفر اللہ واتوب الیہ" سو مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد اورادِ فتحیہ

۱- ان اللہ ... الخ سورۂ فاطر، آیہ ۵۶ کا کچھ حصہ
۲- سورۂ القدر، آیہ ۵

شروع کرے۔ جب تاری "یا دائم بلا فناء، تو یا قائم بلا زوال، تو یا مدبر بلا وزیر، تقبل منا و
علی والدینا کل تقصیر" کے الفاظ تک پہنچے تو گیارہ مرتبہ پڑھے اور اپنی مراد پیش کرے، یقیناً یقیناً قبول
ہوگی، کیونکہ یہ الفاظ حق ترجمان، حبیب رحمان، پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی درد بیان زبان سے ادا
ہیں۔ اور جب "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ" کے الفاظ
تک پہنچے تو سر ننگا کرکے، دونوں ہاتھ اٹھا کر صلوٰۃ پڑھے اور صلوٰۃ پیغمبر پر درود و صلوٰۃ ختم ہونے کے
اپنے سلسلہ کے بانی اور پیروں کی طرف نظر کرکے اپنی مراد مانگے اور بیشتر پڑھ کر باقی اوراد ختم کرے جو
تین سو ساٹھ اولیا کے الفاظ و کلمات ہیں، پھر تمام اولیا اللہ کے وسیلہ جمیلہ سے اور سید علی ہمدانی کے و
سے اپنی مرادیں مانگیں، انشاء اللہ تعالیٰ، ایزد سبحان کے فضل و کرم سے اور رب منان (بہت احسان فرما
والا) کے لطف و عنایت سے اپنا مقصد پالے گا اور دونوں جہانوں میں بامراد اور کامیاب ٹھہرے گا۔

ترجمہ: تجھے کچھ علم ہے کہ اس جلوہ گری سے کیا غرض تھی، انسانی لباس میں خود نمائی مقصود تھی۔
میں کیا کہوں کہ میری ایک بھی رگ ہوشیار نہیں ہے اس دوست کے عشق کی کیا بات کروں جس کا کوئی
ثانی نہیں ہے۔[1]
وقت ایسا آگیا ہے کہ میں عریاں ہو جاؤں، جسم پگھلا کر سراسر جان بن جاؤں۔

دوسرا باب

جلی و خفی اذکار کے بیان میں

پہلا طریقہ "پاس انفاس" ذکر کے بیان میں

اے بھائی ہم نے تجھ کو فیض کے حامل جو اوراد بتائے وہ تو نے عنایت الٰہی سے اور باجز عقل کی مدد
سے سمجھ لیے اور زبان کو، جو دل کی ترجمان ہے، حق اور یگانۂ مطلق کی یاد سے آراستہ کرلیا اور کرامت کا مراد

۱۔ آخری دو اشعار مثنوی رومی سے ہیں۔ پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں عشق کی بجائے "شرح" ہے اور "او کی بجائے" "آنکہ"
پہلا شعر دفتر اول میں اور دوسرا دفتر ششم میں ہے۔ پہلا: "بردن پادشاہ طبیب غیبی را بر سر بیمار" اور
دوسرا: "حکایت آن عاشق کہ شب بر امید وعدۂ معشوق بیامد ..." الخ میں آیا ہے۔

رکھنے والے وظیفوں کو، جیسا کہ چاہیے اور مناسب ہے، تو نے سمجھ لیا اور طاقتِ بشری کے مطابق سمجھ لیا تو تُو حقایق جاننے کی اہلیت پا گیا۔

سُن، سُن کہ اذکار میں سب سے عمدہ ذکر اور تذکار کا نچوڑ، جو دل کو جِلا بخشتا ہے اور خاطر کو راحت (دولت) سے نوازتا ہے، پاسِ انفاس کا ذکر ہے۔ اہلِ دل اولیاء اللہ ابتدائے عمر سے لے کر لقاء باللہ تک، بیٹھے اٹھتے، کھڑے ہوتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے وقت اور سوتے میں، کروٹ کی حالت میں، سہارے کی حالت میں، حالِ اسفل میں اور حالِ ارتقا میں، اِس ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور کبھی بھی بنیادی امور میں مشغولیت یا فراموشی کی صورت میں یا نفسِ امّارہ کے مکر و فریب میں وہ غفلت اور بیہوشی میں نہیں رہتے۔ سو چاہیے کہ ہر پل اور ہر آن اس سے تو غافل نہ رہے اور شب و روز اس امر کی مشق سے تو نہ رُکے، بلکہ قعود و قیام کی حالت میں اور جاگتے سوتے میں، کھاتے پیتے وقت اور دوری و قرب میں بھی تو بیدار رہے اور وضو سے یا بے وضو اور جنابت یا غیر جنابت (جنابت: ناپاکی سے غسل کی حاجت) سے تو خیالِ غفلت میں نہ رہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے، فرد:

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بی ادب   سوی او می خیز او را می طلب

ترجمہ: لنگڑا لولا، سوئی ہوئی صورت میں اور بے ادب (جیسی بھی صورتِ حال ہو) اس (ذاتِ حق) کی طرف بڑھ اور اس کی طلب جاری رکھ[1]۔

جب تو اس وظیفے میں مسلسل مشغول رہے گا اور اس خیال میں قیام کرے گا تو غیر (خدا) اور غیریت کا نشان و خیال تک باقی نہ رہے گا۔ واضح ہو کہ اس عظیم الشان، فیض بنیاد شغل کے پانچ طریقے ہیں۔

اول یہ کہ لفظ "اللہ" کو سانس کے اندر لے جانے کی اور لفظ "اللہ" کو سانس میں باہر لانے کی عادت ڈالے۔

دوم یہ کہ لفظ "ھُو" سانس کے اندر لے جانے میں اور لفظِ "ھُو" سانس میں باہر لانے میں استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

سوم یہ کہ لفظ "اللہ" کو سانس نیچے لے جانے میں اور لفظِ "ھو" کو دَم نیچے لانے میں قائم رکھے۔

چہارم یہ کہ لفظ "ھو" کو سانس نکالنے میں اور لفظ "اللہ" کو سانس باہر لانے میں استوار رہے۔

پنجم یہ کہ "اللہ اللہ" کے لفظ کو، جو دو مرتبہ ہے، نفس (سانس) نشیب میں لانے اور "ھو ھو" کے لفظ کو سانس اوپر لانے میں اور لفظ "اللہ اللہ" کو سانس کی بلندی میں اور لفظ "ھو ھو" کو دَم کی پستی

۱۔ مثنوی رومی، دفتر سوم، "حکایت مارگیری کہ اژدہای افسردہ را مردہ پنداشت ... الخ"

میں کیے

سالک کو چاہیے کہ وہ کسی بھی وقت اس شغل سے غافل اور کسی بھی لمحے اس عمل سے معطل نہ رہے۔
اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی حسن اور تمہیں بھی حسن اطاعت میں ثابت قدم رکھے اور معاد کے امور میں بر رسوخ اعتقاد پر بھی، بندوں کے رب کے حق میں۔ اشعار:
(پہلا مصرع کوئی لفظ رہ جانے سے ناقابلِ فہم ہے) تیرے احسانات کا شمار ممکن نہیں
اگر میرے جسم کا رُواں رُواں زبان بن جائے تو بھی ہزار شکروں میں سے تیرے ایک شکر کا بھی ادا کرنا ممکن نہیں۔

= جان و تن کی آمیزش سے میرا مقصود تو ہی ہے اور مرنے اور جینے سے تو ہی میرا مقصود ہے
تو دیر تک جیتا رہ کہ میں تو درمیان سے چلا گیا اگر میں "میں" کہوں تو اس سے میرا مقصود تو ہی ہے۔

نفی اور کلمۂ طیبہ کے ذکر کا بیان جو نفی و اثبات ہے

اے برادر، جب بخشایشِ سرمدی کا سمندر جوش میں آیا اور میرے مرشد کی رحمت کا ٹھاٹھیں مارتا خروش میں (آیا) تو " اِنَّکَ علیٰ خُلقٍ عظیم" (بیشک وہ خلق عظیم پر ہے) کی صدا نے دل میں ہنگامہ برپا کر دیا اور " رحمۃً للعالمین " (تمام جہانوں کے لیے رحمت۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب) کی ندا نے باطن میں الہام (پیدا کیا) ۔ ایک مبارک دن جناب پیر اور مرشد ارشد کی مبارک بارگاہ سے[1]

اشعار:

ترجمہ = غلام قادر شاہ، غوثِ برحق ہیں، غلام قادر شاہ، قطبِ مطلق ہیں
(منبع) فیاض کے فیض کو مجسم دیکھ، غلام قادر شاہ کی ذات سراپا شفقت ہے۔
= " اِنَّکَ علیٰ خُلقٍ عظیم" کی نشانی، غلام قادر شاہ کی پاکیزہ شان ہے۔
= مقامِ لاہوت کے شاہباز، بے شک، الحق غلام قادر شاہ ہیں۔
= محی الدین کے طریق کے پیشوا، شاہِ باعظمت غلام قادر شاہ ہیں۔
= اہلِ دل کے کمال کی انتہا، غلام قادر شاہ کی نظر محبت ہے۔
= جو کچھ حق سے متعلق ہے وہ حقیقت میں ظاہر دیکھ، غلام قادر شاہ کی ذات گویا ہیں۔
= اگر تو دیکھے تو میری آنکھ سے دیکھ، حق کی نشانی غلام قادر شاہ
= (حضور نبی کریم) مصطفیٰ اور (حضرت) علیؓ کی صورت پاک، بالحق، غلام قادر شاہ ہیں
= یقین کے ساتھ جان کہ ذات ... غلام قادر شاہ کا جسم ناطق ہے
= اے محمد جان تو دعا لے لے، بیشک غلام قادر شاہ نورِ حق ہیں۔

---

1 - باقی جملہ اشعار کے بعد آئے گا۔

قدیم مہربان، عام شفقت، کریمانہ مہربانی اور رحیمانہ نوازش سے اس حقیر پُر تقصیر کو نفی و اثبات کے ذکر، وظیفوں کا خلاصہ اور اعمال کا [illegible] منتخب ہے، سرفراز و ممتاز فرمایا گیا اور پیر (مرشد نے) اس درویش کو کمال [illegible] پستی سے کمال کرامات اور استقامت کی بلندی تک لے جا کر فلک الافلاک تک پہنچا دیا) جس کے سبب اس عظیم العمل شغل میں مصروف میں ایک مدت تک مصروف و مشغول رہا الا (تا آنکہ [illegible]) آدھی رات کے وقت اٹھ کر سویرے (صبح تک) اس ذکر جہر میں مصروف رہا۔ ایک ہزار دو سو ضرب، جو با عظمت و بلند مرتبہ بزرگوں کا معمول ہے، ادا کر کے بارہ ہزار، اٹھارہ ہزار تک پہنچاتا رہا اور تجلیات الٰہی سے بہرہ ور ہوتا اور خودی سے بیخود ہوتا اس فقیر کا وتیرہ رہا ہے۔ لہذا سالک کو چاہیے کہ وہ اس عظیم ذکر جہر میں، جو مشرکانہ اوہام (خیالات) کو مٹانے والا ہے، تسلسل کے ساتھ اور مشق کے طریقے سے، مشغول رہے۔ اگر پورا ادا نہ ہو تو جس قدر ممکن ہو بلا ناغہ ذکر کرے تاکہ خودی کے اوہام بالکل ختم ہو جائیں اور بیخودی، جو مقصد اعلیٰ اور علت غائی ہے، رونما ہو اور حاصل ہو۔

پچھلی رات کے عین وسط میں دل کو رقیق کر کے اور اس رحمان کی رحمت کو رفیق بنا کر، گریہ و زاری کی عادت ڈالے، کیونکہ اس شاہراہ کے سالکوں کا یہی طریق ہے۔ ابیات:

ترجمہ: جس روز قول و فعل کے بارے میں پرسش ہوگی، صاحبان عزم کا جسم خوف سے لرز اٹھے گا،

- ایسا شخص جو راتوں کو اس درگاہ میں سوز دل لے کر جائے گا، روز محشر شرمندہ نہ ہوگا،
- اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کی آبرو پر پانی نہیں پھیرتا جو راتوں کو بہت زیادہ آنکھوں کا پانی (آنسو) گراتا ہے۔

کی وضاحت آگے آئے گی

کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے ذکر جہر کا طریقہ

اس ذکر کو چھ ضربی ذکر کہتے ہیں:

چاہیے کہ دو زانو بیٹھ کر اور قبلہ کی طرف رخ کر کے ضرب اول کو جو "لا" کی ابتداء ہے، قلب صنوبری سے، جو بائیں ہاتھ کی چھاتی کے نیچے ہے، دائیں ہاتھ کی طرف دائیں زانو سے اوپر لے جائے۔

دوسری ضرب ہ، ناک کو زانو پر مارے اور "الٰہ" کو زانو پر سے کھینچ کر دائیں کندھے پر لے جائے۔

تیسری ضرب: "ہا" کو دائیں کندھے پر مارے۔

چوتھی ضرب: "الا اللہ" کو دل پر، جو بائیں پہلو کی طرف ہے، زور سے مارے۔

پانچویں ضرب: "محمد" کو سینے پر، جو بسر کی جگہ ہے، مارے۔

چھٹی ضرب کہ "رسول اللہ" ہے، ناف پر، جو جائے نفس ہے، مارے۔

پس ان چو ضربوں کو دہرائے کلمۂ طیبہ کو مذکورہ طریق پر گیارہ مرتبہ کرے۔ لیکن کلمۂ طیبہ کے معانی کا تصور دو طرح سے ہے۔ طریق اول کلمۂ طیبہ کے معانی کا یہ ہے کہ "لا الٰہ" یعنی عرش سے لے کر تحت الثریٰ (زیر زمین) تک کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، "الا اللہ" بجز ذات پاک حق کے، جو موجود ہے ہر شکل میں اور وہ معبود ہر گھر میں اور وہ مسجود ہر پیکر میں اور وہ مقصود ہر امر میں (ہے)۔

دوسرا تصور کلمۂ طیبہ کے معانی میں یہ کہ اس عین واحد میں اشیا کی صورتوں کی کثرت ہمہ کو لوٹانے سے نفی عبادت ہے، جب کہ اثبات عبادت، مشاہدہ کرنے سے ہے اس عین واحد کا تمام صورتوں میں اور ان صور (صورتوں) کو اس واحد کا عین دیکھنے سے۔ پس "لا الٰہ" یعنی یہ خیالی صورتیں، جو اس کی حسی ذات کا غیر ہیں، اس ایک اصل کی طرف لوٹنے والی ہیں اور نابود ہیں۔ "الا اللہ" یعنی وہ ذات واحد ہے جو ان مختلف صورتوں میں نظر آتا اور ان شکلوں میں رہتا ہے۔

"لا الٰہ الا اللہ" کہ چار ضربی ذکر ہے، مذکورہ ضربوں اور تصور معانی کے ساتھ دو سو مرتبہ دہرائے۔ اس کے بعد "الا اللہ" چار سو مرتبہ انہی معانی کے تصور کے ساتھ قلب صنوبری پر مارے۔ اس کے بعد اسم ذات کہ "اللہ اللہ" ہے، جو سو مرتبہ کہے دو طریقوں سے۔ پہلا یہ کہ "اللہ اللہ" کو الگ الگ دل پر مارے۔ دوسرا طریق یہ کہ ایک بار "اللہ" کی ضرب کو ناف پر اور ایک مرتبہ ضرب "اللہ" کو ام الدماغ پر مارے۔ اسے ذکر دو ضربی کہتے ہیں۔ اس کے بعد دونوں ہونٹ برابر کرکے درمیان میں تھوڑا سا خلا رکھ کر آواز جہر (اونچی آواز) سے "ھُو" کو قلب نیلوفری[۱] سے جو نشست کی جگہ ہے، اٹھا کر آہستہ آہستہ آہستہ، کھینچ کر کھینچ کر کھینچ کر قلب احمر (سرخ دل) تک، کہ ام الدماغ ہے، لے جائے اور گیارہ مرتبہ کہہ کر خاموش بیٹھ جائے اور نظر قلب صنوبری پر نظر رکھے دیر تک مراقبہ کرے۔ اس ذکر "ھو" میں، جس کا نام آیا۔ عربی ذکر ہے، دونوں کانوں (سے) آواز باہر آتی ہے اور منہ کی آواز اور دونوں کی آواز مل کر تین آوازیں جمع ہو جاتی ہیں تو اس وقت سالک پر عجیب حالت طاری ہوتی ہے اور انوکھی وضع عاید حال ہوتی ہے کہ وہ محو در محو ہو جاتا ہے بلکہ مشاہدے میں فنا ہو جاتا ہے۔ نفی و اثبات کا طریقہ مکمل نہیں ہوا۔ ابیات:

ترجمہ: نہ کوئی جن نہ کوئی انسان اور نہ کوئی جانور اور نہ کوئی پرندہ، نہ رطب (تر) اور نہ یابس (خشک)، نہ بُرا اور نہ خیر، نہ دنیا میں کوئی کاہن اور نہ کوئی ابلیس، نہ ملک سلیمان اور نہ بلقیس، پس

۱۔ قلب نیلوفری اور قلب ... کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

ذکر مربع کے طریقے کا بیان

اے برادر سالک کو چاہیے کہ جب وہ کلمۂ طیبہ کے ذکر اور قلبی مراقبے سے فراغت پالے تو پھر ذکر مربع، جو چار اسموں سے حاصل ہوتا ہے اور مرشدان کامل سے ہم تک پہنچا ہے اور پیروں میں سے کم

[illegible] مریدوں کو اس میں مشغول
[illegible] بہت زیادہ بہرہ ور ہوئے اور
[illegible] اعلیٰ مرتبہ پر پہنچتا ہے اور خلق کو مبین
[illegible] مذکورہ ذکر یوں ہے :

لا [illegible] إلا الله ، لا معبود إلا الله ، لا مقصود إلا الله — لا إله إلا الله ،
لا موجود إلا الله ، لا مشہود إلا الله ،
لا [illegible] إلا الله ، لا [illegible] إلا الله ، لا إله إلا الله — گیارہ مرتبہ کہے ۔
لا [illegible] إلا الله ، لا ساجد إلا الله — لا إله إلا الله ،
لا واحد إلا الله ، لا ماجد إلا الله ، لا شاہد إلا الله
لا إله إلا الله ، لا إله إلا الله ، لا إله إلا الله ۔ گیارہ مرتبہ کہے ۔

پھر چار طرفوں کی طرف متوجہ ہو کر ، پہلی دل پر ، دوسری روح پر ، تیسری نفس پر اور چوتھی سر پر — انہیں [illegible] جو شیطانی و نفسانی ، روحانی اور رحمانی ہیں ۔ اس کے بعد "الله الله" چاروں اطراف میں کہے ۔ "الله" قلب میں ، "الله" روح میں ، "الله" نفس میں اور "الله" سر میں ، "الله" [illegible] اور "الله" [illegible] ۔ یہ چار ضربیں چار لطیفوں میں لگائے ۔ اس قدر ذوق و شوق اور وجدان و [illegible] پیدا ہوگا کہ حد و حد سے باہر اور خارج ہے ۔ رباعی :

[illegible] کیا کام ہوا ہے [illegible] کہ ایک سانس میں ہزاروں نالے اس سے
بھرتے ہیں ۔ میں اس قدر روؤں گا کہ گلیاں [illegible] اٹ جائیں گی ، پھر وہاں [illegible] نے اگے گی اور اس
سے [illegible] زار زار [illegible] گے ۔

ذکر مثلث کے طریق کا بیان

اے برادر جب تو نے ذکر مربع سے بہت حظ اٹھا لیا اور کافی فائدہ پا لیا ، تو نے نور حاصل کر لیا اور سرور
حاصل کر لیا تو اب تو ذکر مثلث میں مشغول ہو جا جو تین اسماء سے حاصل ہوتا ہے اور ایک عجیب حالت اور انوکھی طرز
پیدا کرتا ہے ۔ یہ ذکر اس طرح ہے :

لا مطلوب إلا الله ، لا محب إلا الله ، لا راغب إلا الله — لا إله إلا الله ، لا إله إلا الله ،
[illegible] إلا الله ، گیارہ مرتبہ کہے ۔ اس کے بعد :
لا طالب إلا الله ، لا مطلوب إلا الله ، لا محب إلا الله ، لا محبوب إلا الله ، لا راغب إلا الله ، لا
مرغوب إلا الله — لا إله إلا الله ، لا إله إلا الله ، لا إله إلا الله ، گیارہ مرتبہ کہے
پس سالک کو چاہیے کہ ہر مذکورہ اسم کی ضرب دل پر اور ام الدماغ پر جو لطیفۂ اخفا تک ہے مارے ۔
اس کے بعد "الله" سانس ٹوٹنے تک گیارہ مرتبہ کہے ۔

گیارہ مرتبہ

ذکرِ مثنیٰ کا بیان

سالک کو چاہیے کہ ان مذکورہ دو ذکروں کے بعد وہ ذکرِ مثنیٰ میں مشغول ہو جو دو اسماء — ایک ذاتی اور دوسرا صفاتی — سے وجود پاتا ہے اور ذکروں کو اس ذکر پر ختم کر دے۔ یہ ذکر اس طرح ہے:

٢٩

اوّل اللہ، آخر اللہ، باطن اللہ، ظاہر اللہ، قادر اللہ، شنوا اللہ،
بینا اللہ، گویا اللہ۔

یہ ذکر وہ جس قدر بھی کر سکے اور دل کو خوشنودی اور جان کو بہبودی دے، کرے اور دہرائے، تاہم ہر اسم سے ایک ضرب لطائف(؟) پر اور ایک ضرب ام الدماغ پر لگائے۔ اس کے بعد "اللہ حاضری، اللہ ناظری، اللہ شاہدی، اللہ معی" چار اسماء دہرائے اور ان کو ذکر میں لائے اور قلب اور اخفا پر ضرب مارے۔ انشاء اللہ تعالیٰ رہبروں اور مرشدوں کی عنایت سے فتح یاب اور کامیاب ہوگا۔ ابیات:

ترجمہ = یارب مجھے پاک دل اور باخبر جان عطا کر۔ رات کی آہ اور سحرگاہی کی گریہ عطا کر

= اپنے راستے میں پہلے مجھ کو خود سے بیخود کر، اس کے بعد مجھے خود سے بیخود کر کے اپنی طرف آنے دے۔

= یارب مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز کر دے اور فقر کے تاج سے مجھے سرفراز کر دے
راہِ طلب میں مجھے محرمِ راز کر دے، اور جو راہ تیری طرف نہیں جاتی اس سے مجھے پھیر دے۔

سوہان اور فسان کے طریقے کا بیان

اے برادر ہم نے جتنے بھی اذکار تجھے بتائے اور لکھے ہیں، ان میں سے ہر ایک "توئی" (تو ہے) اور "دوئی" کو مٹانے والا ہے اور خیالی ہستی اور موہوم پندار کو دور کرنے والا ہے لیکن ان پر ہمیشہ قائم رہنا لازم اور ان کو مستقل اور ہمیشہ دہرانا ضروری ہے۔ اگر تو سوہان (ریتی) اور فسان (دھار تیز کرنے کی سل) کے ذکر کا طالب ہے تو اس کا بھی کچھ حصہ اس حقیر فقیر کو صاحبوں کے صاحب حضرت میاں صاحب جیو کے فیض کی بنیاد والے ارشاد سے پہنچا ہے — اللہ تعالیٰ اُن کو اس دار المنان کی حرمت کے طفیل، روضۃ الجنان میں سکونت دے — (یہ ذکر) اپنی ~~عاجزانہ انگلیوں اور~~ اپنے عاجزی کی بنیاد والے بیان اور انکسار کی حامل انگلیوں سے یہاں تحریر کرتا ہوں۔

شن، تن، سوہان اور فسان کا ذکر اس طور ہے کہ دونوں ہونٹوں کو ملا کر ان دونوں کے درمیان

(کے الفاظ ایک ایسی)

خلا بنا کر اور زبان کو حلق کے پیچھے بالکل معطل (روک) کر کے چہرے کے وسط میں رکھے پھر "اللہ ھو" کہ آواز حلق سے اس چستی کے ساتھ نکالے کہ زبان اس آواز سے آگاہ نہ ہونے پائے۔ تو آواز متصل مسلسل بزور "ھو ھو" کے لفظات نکالے دو ضربوں سے، ایک ضرب قلب صنوبری پر اور ایک ضرب ام الدماغ پر لگائے۔ اگر تو لگاتار آواز نکالے تو یہ ذکر سہ ہان ہے اور اگر آواز کو طویل سانس سے اوپر لے جائے تو اسے ذکر نہان کہیں گے۔ " ارزقنی اللہ و ایاک حلاوۃ من ھذا الذکر، والسلام علی من اتبع الھدای واللہ الھادی الی سبیل" (یا خدا مجھے اس ذکر سے حلاوت عطا فرما۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت [راہ مستقیم] کی پیروی کی، یعنی اس پر چلا اور اللہ ہی سیدھے روشن راستے پر چلانے والا ہے)۔ یہ رباعیات برکت کے لیے لکھی گئیں:

= یارب جن و انس کے رسولؐ کی رسالت کے طفیل، یارب بدر و حنین کی طرف کوچ کرنے والے کے طفیل عرصات میں میرے گناہوں کے دو حصے کر دے۔ آدھے حسنؓ کے طفیل بخش دے اور آدھے حسینؓ کے طفیل۔

= یارب محمدؐ و علیؓ و زہراؓ کے طفیل، یارب حسینؓ اور حسنؓ آل عبا کے طفیل، اپنے فضل و کرم سے میری دونوں جہانوں کی مرادیں پوری فرما دے، یا سب عظیموں کے عظیم خلق کے احسان کے بغیر (میری مذکورہ مرادیں پوری فرما دے)

• عین علی میں وہ علی، نہیں کوئی بجز علی کے۔ علی کے لام میں سر الٰہی ظاہر ہے، علی کو حی و قیوم کی صورت میں پا لے، پڑھ اور دیکھ کہ اسم اعظم ظاہر ہے۔

ذکر حدادی و ذکر تیشہ کے طریق کا بیان

اے برادر حق کی حقیقت بات چیت میں نہیں سماتی اور نہ بیان اور نشان و نمود ہی میں نظر آتی ہے۔ وہ (ذات) سب بیانوں اور نشانیوں سے پاک مبرا ہے اور سب ظاہروں اور پوشیدگان سے مبرا ہے۔ "سب" میں "سب کے بغیر" عیاں اور نہاں بے نشان، اور نشان میں، نہ نشان نہ مکان۔ تاہم شان والے بزرگوں اہل عرفان اولیا نے صاحبانِ استعداد کو سمجھانے اور پختہ اعتقاد مریدوں کی تعلیم کے لیے اذکار اور اشغال مقرر فرمائے ہیں۔ اگرچہ ان کا بیان مناسب اور شایاں نہیں ہے اور یہ گوشت کا لوتھڑا یعنی زبان ان کے افشا کے لائق نہیں ہے ~~تاہم ایسے صاحب ہمت سے جو اس کا پردہ رکھ سکے اور ایسے طالب کامل سے جو اسے مخفی رکھے~~، تاہم صاحب استعداد سے اسے پردے میں رکھنا اور طالب کامل سے اس کا اخفا مناسب نہیں۔ لہٰذا ذکر حدادی اور ذکر تیشہ، جو باغبان کا خاص مقصود ہے، جو پوشیدہ رازوں سے آراستہ کرنے والا اور مخفی بھیدوں کی خبر دینے والا ہے اور جو اپنے خدا پرست مرشد کی، کہ وہ سراسر مستِ الست تھے، زبان سے، جو بے سر و دست فقیر پر ظاہر اور ہویدا ہوا، تحریر کیا جاتا ہے

اگر خدا تیرا رہنما ہو اور کسی گدا پرور کی سعادت تیری رہبری کرے اور تیری (خودی) روز افزوں ہو تو تیرے عشق کا کمال تیرے دل سے کلفت کا زنگ دور کر دے گا اور وہ ذات (حقیقی) جو صفات سے معرا ہے تجھے اپنے جلوے سے نوازے گی۔ سراپا کوشش بن جانا اور تمام تر ہوش میں ہو جا ۔ ذکرِ حدادی کی حقیقت اور ذکرِ تیشہ کی کیفیت کو اس طرح ہے :

ذکرِ حدادی کا طریق

سالک کو چاہیے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے دو زانو بیٹھے اور "لا" کا آغاز قلب نیلوفری سے کہ ناف ہے ، کھینچ کر سرخ قلب بیرنگ کی طرف کہ ام الدماغ ہے ، لے جائے ۔ "لا" کی کشش کے دونوں موقعوں پر دونوں گھٹنے زمین پر مضبوطی سے رکھے اور دونوں جوتر سید سے اٹھا کر "اِلّا" کی ضرب ام الدماغ پھر میں لگائے اور دونوں کی انگلیوں کو مٹھی بنا کر بیٹھے اور دونوں زانوؤں پر "اِلّا اللہ" کہہ کر ضرب لگائے ۔ لوہار کی طرح جو ہتھوڑا اہرن پر چلاتا اور اہرن کو لوہا ہتھوڑے سے کوٹتا ہے ۔ اسی طرح ، جس قدر بھی کر سکے ، ذکر شریف کرتا رہے ۔ لیکن ان معانی کو سامنے رکھتے ہوئے ، جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ، انشاء اللہ تعالیٰ یہ اچھے نتائج والا اور حال و مال (آمال ؟) کی برکات کا ثمرہ دے گا ۔

ذکرِ تیشہ کا طریق

مسلکِ فتوت (مروت و جوانمردی) کے سالک کو چاہیے کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے دو زانو بیٹھے اور لفظ "حق حق" کو زبان سے بلند آواز میں کہے اور وہ اس طرح کہ "حق" کی ایک ضرب دل پر اور حق کی ایک ضرب ام الدماغ پر لگائے ، اس بڑھئی کی طرح جو لگاتار اور مسلسل لکڑی پر تیشہ چلاتا ہے ۔ پس یہ دونوں طریقے دو دو گھنٹے تک کرتا رہے ۔ (اس سے) بیحد ذوق و شوق اور بے پایاں جذب و گرمی حاصل ہوگا ۔ ضروری ہے کہ ہمیشہ بلا ناغہ کرتا رہے

اشعار :

ترجمہ : یا تو کسی کو اس دلستان کا کوئی نشان (اتا پتا) معلوم نہیں ، یا پھر مجھے کوئی خبر نہیں یا اس کا کوئی نشان نہیں ۔ محبت کے کئی مظاہر ہیں ، اگر چشم بینا ہو تو ، جادۂ راہ فنا ہمارے دیوان کی بسم اللہ ہے ۔

= محبت ، دلوں کی خلوت میں ایک مخفی جادہ رکھتی ہے ، یہ راستہ اسی طرح منزلوں کے نیچے (مخفی) ہے جس طرح تسبیح کا دھاگا گم (دانوں میں) گم ہو جاتا ہے ۔

ذکرِ جاروب اور ذکرِ دو ضربی کے طریق کا بیان

اے برادر دل کو صبح سویرے کی گریہ وزاری سے تراش اور زبان کو جانکاہ نالوں سے چھیل ۔ دن کو عاشقانہ نواؤں سے بنا اور رات کو عارفانہ صداؤں سے نواز اور ایسے یار کو تلاش کر جس کا کوئی یار (ثانی) نہیں ۔

اگر بات کرتا ہے تو اس سے کر اور بولتا ہے تو اس سے بول اور کہہ: "الٰہی ہمیں ہم سے نجات دلا اور اپنی ذات سے آشنا کر۔ الٰہی وہ کچھ عنایت کر جو بہتر ہے۔ الٰہی وہ دل عطا کر جو تیری محبت کے لائق ہو، ایسی زبان دے جو تیرے ذکر میں کھلے۔ الٰہی ایسے پاؤں عطا کر جو تیرے دروازے کے سوا اور کسی در پر نہ جائیں، ایسے ہاتھ دے جو تیرے سوا اور کسی سے نہ مانگیں۔ الٰہی ایسی آنکھیں عطا کر جو تیرے سوا اور کسی کو نہ دیکھیں اور ایسے کان عطا کر جو تیرے علاوہ کسی کو نہ سنیں۔ الٰہی میں نے سنا ہے کہ تو غریب نواز ہے، اپنے فضل و کرم سے ہمیں نواز۔ الٰہی اپنا دروازہ مجھ پر کھلا رکھ اور میری بیکسی پر رحم فرما۔ اشعار:

= میں عاجز ہوں، میں عاجز ہوں تو ہی خزانے کا مالک ہے۔ میں بیکس ہوں، میں بیکس ہوں تو بیکسوں کا پالنہار ہے۔

= تو چلا گیا اور مجھ کوئی خبر نہ کی، میری بےکسی پر تو نے نظر نہ کی

= رحم فرما اور میرے حال زار پر توجہ فرما، مجھ پر ایسا دروازہ کھول دے جس کی مجھے خبر نہ ہو۔

اے برادر اگر تجھے اس بات کی بیحد خواہش کہ اس سلسلے میں تجھے دسترس حاصل ہو تو رات کو اٹھ اور ذکرِ جاروب اور ذکر دوضربی ملا کر پڑھ تاکہ تیرا پھول کانٹے سے اور کانٹا تیرے پاؤں سے نکل آئے اور تیرا یار ~~ہزاروں~~ پیکر کے حامل ہزاروں دلداروں سے تجھے رونمائی کرے۔

ذکر جاروب کا طریقہ

✓

سالک کو چاہیے کہ وہ دونوں نتھنوں کو صاف کرے اور منہ کو بند کرکے دونوں نتھنوں سے لفظ "ھو" کو تیز آواز سے، دو طریق سے کہے۔ پہلا طریق یہ ہے کہ "ھو" کی ایک ضرب دل پر لگائے، پھر جھاڑو (جاروب) کی مانند دل سے کھینچتے کھینچتے رُخ پر مارے، پھر رُخ سے کھینچتے کھینچتے دل پر لگائے۔ اسی طرح بطریق انقلاب ذکر کرتا رہے، اس طور کہ زبان پر اس کا کوئی اثر نہ ہو اور وہ ایسا برترین و اعلیٰ متبرک ذکر کر رہا ہوگا جو بیحد بیہوشی بڑھاتا اور خود کو اپنی خودی سے چھڑا لیتا ہے۔

۴۱

دوضربی ذکر کا طریق

دوضربی ذکر دو قسم کا ہے۔ منہ بند کرکے اور منہ کھول کر۔ منہ بند کرکے دوضربی ذکر کا طریقہ یوں ہے: سالک کو چاہیے کہ منہ بند کرکے زبان کو حلق سے چمٹا لے پھر "ھو ھو" کا ذکر اندر سے کھینچے، اس طرح کہ

ذکر "اللہ ھو" "اللہ" (یعنی) "ھو" کی ایک ضرب دل پر لگائے اور "ھو" کی ایک ضرب ام الدماغ پر مارے ؛ (یا) کی ضرب ام الدماغ میں لگائے اور "ھو" کی ضرب دل پر یا اس کے برعکس کیا "یاھو" کے لفظ میں "یا" کی ضرب ام الدماغ پر لگائے اور "ھو" کی ضرب دل پر لگائے اور دونوں ضربوں میں منہ بند کرے۔

رُو کشادہ دو ضربی ذکر اس طرح ہے : سالک کو چاہیے کہ "ھُو ھُو" کا ذکر بلند آواز میں کرے، اس طرح کہ اپنا منہ کھول کر "ھو" کی ایک ضرب دل پر لگائے اور "ھو" کی ایک ضرب ام الدماغ میں ؛ یا لفظ "اللہ ھو" میں اس طرح کہ "اللہ" کی ضرب ام الدماغ پر اور "ھو" کی ضرب دل پر آئے ؛ یا پھر "یاھو" میں "یا" کی ضرب ام الدماغ پر لگائے اور "ھو" کی ضرب دل پر لگائے اور دونوں ضربوں میں منہ کھلا رکھے اور اس قدر ذکر کرے کہ ہوش سے بیہوش ہو جائے اور جوش سے بے خروش۔ اشعار :

(ترجمہ) = الٰہی ہمارے غیر کو عشق سے آشنا کر دے ، رحمت کے پانی سے ہمارے دانے (بیج) کو سبز کر دے ،
= الٰہی ہمارا یہ نعرۂ مستانہ قبول فرما لے ، حسن قبول سے ہمارے افسانے کو نا امید نہ کر۔

= اے کہ تیری ذات کی صفت سے ہر چھوٹا بڑا حیران ہے ، اور دونوں جہانوں کی نسبت تیری درگاہ کی خدمت بہتر ہے ،
= تو ہی بیماری لیتا اور شفا دیتا ہے یارب تو اپنے فضل سے لے اور دے

سہ ضربہ ذکر کا کے طریقے کا بیان

اے بھائی ! سہ ضربہ ذکر کا طریقہ اس طور ہے : سالک کو چاہیے کہ باوضو ہو کر دو زانو بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ کر "اللہ" کی ضرب بلند آواز سے قلب پر لگائے اور کہے "اِنّی ترکتُ الدُّنیا و ما فیہا" (تحقیق میں نے دنیا اور اس میں موجود ہر شے کو چھوڑ دیا)۔

دوسری مرتبہ "اللہ" کی ضرب روح پر لگائے اور کہے "ترکتُ الآخرۃ و ما فیہا" (میں نے آخرت اور اس میں ہر شے کو چھوڑ دیا)۔ تیسری مرتبہ ضرب "اللہ" نفس پر لگائے اور کہے : "اللہ اخترت ، اللہ عزّ و جلّ" (اللہ کو میں نے ~~اختیار کیا~~ پسند کیا ، اللہ بہت عزت والا بہت عظمت والا)۔ اسی طرح دیر تک ذکر جہر (بلند آواز سے ذکر) کرتا رہے اور ہر ضرب پر معانی کو یاد رکھے ؛ اس طرح کہ "اللہ" یعنی یا اللہ ، اے خدا میں نے ترک کیا دنیا کو اور ہر چیز کو جو اس میں ہے۔ اے خدا میں نے ترک کیا دنیا (آخرت ؟) کو اور جو کچھ آخرت میں ہے۔ اے خدا میں نے تیری ذات کو پسند کیا جو (ذات) سب سے بلند و با عظمت ہے اور ہر ضرب پر عاجزی اور کسرِ نفس کو بہت زیادہ بجا لائے۔ شعر :

"ھو" کی ایک ضرب دل پر لگائے اور "ھو" کی ایک ضرب ام الدماغ پر مارے؛ یا ذکر "اللّٰہ ھو" (میں) "اللّٰہ" کی ضرب ام الدماغ میں لگائے اور "ھو" کی ضرب دل پر یا اس کے برعکس؛ یا "یاھُو" کے لفظ میں "یا" کی ضرب ام الدماغ پر لگائے اور "ھو" کی ضرب دل پر لگائے اور دونوں ضربوں میں منہ بند رکھے۔

رُوکشادہ دو ضربی ذکر اس طرح ہے: سالک کو چاہیے کہ "ھُو ھُو" کا ذکر بلند آواز میں کرے، اس طرح کہ اپنا منہ کھول کر "ھو" کی ایک ضرب دل پر لگائے اور "ھو" کی ایک ضرب ام الدماغ میں؛ یا لفظ "اللّٰہ ھو" میں اس طرح کہ "اللّٰہ" کی ضرب ام الدماغ پر اور "ھو" کی ضرب دل پر آئے؛ یا پھر "یاھُو" میں "یا" کی ضرب ام الدماغ پر لگائے اور "ھو" کی ضرب دل پر لگائے اور دونوں ضربوں میں منہ کھلا رکھے اور اس قدر ذکر کرے کہ ہوش سے بیہوش ہو جائے اور جوش سے بے خروش۔ اشعار:

(ترجمہ) = الٰہی ہمارے غیر کو عشق سے آشنا کر دے، رحمت کے پانی سے ہمارے دانے (بیج) کو سبز کر دے،
= الٰہی ہمارا یہ نعرۂ مستانہ قبول فرما لے، حسنِ قبول سے ہمارے افسانے کو نا امید نہ کر۔

= اے کہ تیری ذات کی صفت سے ہر چھوٹا بڑا حیران ہے، اور دونوں جہانوں کی نسبت تیری درگاہ کی خدمت بہتر ہے،
= تو ہی بیماری لیتا اور شفا دیتا ہے یارب تو اپنے فضل سے لے اور دے

سہ ضربہ ذکر کا کے طریقے کا بیان

اے بھائی! سہ ضربہ ذکر کا طریقہ اس طور ہے: سالک کو چاہیے کہ باوضو ہو کر دو زانو بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ کر "اللّٰہ" کی ضرب بلند آواز سے قلب پر لگائے اور کہے "اِنّی ترکتُ الدُّنیا و ما فیہا" (تحقیق میں نے دنیا اور اس میں موجود ہر شے کو چھوڑ دیا)۔

دوسری مرتبہ "اللّٰہ" کی ضرب روح پر لگائے اور کہے "ترکتُ الآخرۃ و ما فیہا" (میں نے آخرت اور اس میں ہر شے کو چھوڑ دیا)۔ تیسری مرتبہ ضرب "اللّٰہ" نفس پر لگائے اور کہے: "اللّٰہ اخترتُ، اللّٰہ عزّ و جلّ" (اللّٰہ کو میں نے ~~اختیار کیا~~ پسند کیا، اللّٰہ بہت عزت والا بہت عظمت والا)۔ اسی طرح دیر تک ذکر جہر (بلند آواز سے ذکر) کرتا رہے اور ہر ضرب پر معانی کو یاد رکھے؛ اس طرح کہ "اللّٰہ" یعنی یا اللّٰہ، اے خدا میں نے ترک کیا دنیا کو اور ہر چیز کو جو اس میں ہے۔ اے خدا میں نے ترک کیا دنیا (آخرت) کو اور جو کچھ آخرت میں ہے۔ اے خدا میں نے تیری ذات کو پسند کیا جو (ذات) سب سے بلند و با عظمت ہے اور ہر ضرب پر عاجزی اور کسرِ نفس کو بہت زیادہ بجا لائے۔ شعر:

ذکر آرّہ و گردانک کے طریقے کا بیان

اے محبوب مدت ہو چلی ہے کہ میرا دل تیری ذات سے وابستہ ہے اور اے دلبر بہت دن ہو چلے ہیں کہ میری جان تیری صفات سے آمیزش پائے ہوئے ہے۔ اگر دن ہے تو میں تیرے جمال کے خیال میں ہوں اور اگر رات ہے تو میں تیرے وصال کی امید کا منتظر ہوں۔ حرمت خدائی کے طفیل ہمیں "دو" کہنے سے نجات دلا اور اپنی ربوبیت کے صدقے میں ہمیں غیر کے دروازے پر نہ دوڑا۔ ایسی مدد فرما کہ جس کسی کو دیکھوں گویا تجھے دیکھوں اور جس کسی کو بلاؤں، تجھے ہی جانوں۔ جس کسی کا اتا پتا تلاش کروں، تجھے پاؤں اور جو کچھ نظر آئے اسے تجھے ہی سمجھوں۔ غیریت کا نشان مجھ سے دور فرما اور غیر کی حقیقت نیست فرما دے اور مجھے ہمت سے نواز۔ شعر:[1]

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ۔۔۔ ہر چہ پیش آید مرا از دور پندارم توئی

= تو میری جانِ فگار اور چشم بیدار میں اس حد تک سمایا ہوا ہے کہ جو کچھ بھی مجھے دور سے آتا دکھائی دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ تو ہے۔

خدایا اپنی ذاتِ خداوندی کے طفیل اور اپنے بے مثل اور لاثانی اوصاف کے طفیل، بیت الحرم کے حاجیوں کی لبیک کے طفیل، مدفونِ یثرب علیہ السلام کے طفیل، پیران آراستہ کی طاعات کے طفیل اور نوخیز جوانوں کے صدق کے طفیل اس یک نفس کے بھنور میں اور دُو گوئی (غیر اللہ) کے ننگ سے ہمیں بچا۔

اے بھائی اگر خدا نے تیرے دل کو غیریت کے زنگ سے پاک کر دیا ہے اور بُری صفات تیرے بدن سے نکال دی ہیں تو کیا خوش بختی ہے اور تیری کیا سعادت اور تیرا کیا نصیب و اقبال ہے۔ پا لے یا (جان لے) کہ اس کی حقیقت کو پانے اور اس کی کیفیت کے ادراک کے لیے بزرگانِ خدا اور عارفانِ باصفا نے اذکار مقرر و معین کیے ہیں۔ جو کوئی ان سے متعلق جاننا چاہے اور معانی معلوم کرنا چاہے یا

1۔ یہ شعر مولانا جامی کا ہے۔ دوسرا مصرع اس طرح ہے: ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی (دیوان مولانا عبد الرحمن جامی باہتمام ح۔ پژمان، تہران ص ۲۶۲، کلیات جامی۔ مطبع نولکشور لاہور ۱۹۳۲ء ص ۲۸۷)
اس غزل کا مقطع ہے: گفتہ ای یارِ توام، جامی مجو یارِ دگر ۔۔۔ من بسی بی یار خواہم بود اگر یارم توئی

اس کے بارے میں کوئی دلیل و برہان چاہیے تو ان اشغال اوراذکار میں مشغول ہو۔ پیروں اورمرشدوں کی حرمت کے طفیل، کھودتے کھودتے (آہستہ آہستہ؟) اس (ذات اقدس) کی خوشبو میسر آجائے گی۔
وہ اذکار یہ ہیں:

ذکر ارّہ و گردانک (ارّہ = آری)

اگر ان دونوں اذکار میں تو مشغول رہے تو بلا شبہ تو خواجہ تاش کے مرتبے پر ہوگا۔ ذکر ارّہ کا طریق:

سالک کو چاہیے کہ رات کو اٹھے، جسم کو طہارت سے آراستہ کرے، زبان کو پوری طرح آمادہ رکھے، دل کو دوئی سے خالی کرلے، دونوں ہونٹ برابر رکھے اور ذہن کو کسی قدر کشادہ کرکے بلند آواز سے "یا حیّ یا قیوم" کے ذکر میں مشغول ہو جائے اور وہ اس طرح کہ "یا حیّ" سے ایک مرتبہ "یا" کی ضرب ام الدماغ پر اور "حیّ" کی ضرب دل پر لگائے اور دوسری مرتبہ "یا قیوم" کے ذکر میں مشغول ہو جائے، اس طرح کہ لفظ "یا" ام الدماغ پر اور لفظ "قیوم" دل پر لگائے۔ اسی طرح اسماء میں علیحدہ علیحدہ ایک بار "یا حیّ" ، ایک بار "یا قیوم" مذکورہ ضربوں سے خدائے بزرگ و برتر کا نام یاد کرتا رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مزید حیاتِ ابدی کا موجب اور سرمدی برکات کی کثرت کا سبب بنے گا:

رباعی:

سرمدؔ غم عشق بوالہوس را ندہند	سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمری باید کہ یار آید بکنار	این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند[1]

(سرمدؔ، کسی بوالہوس کو غم عشق عطا نہیں کیا جاتا۔ پروانے کی طرح کے دل کا سوز مکھی کو نہیں دیا جاتا ایک عمر چاہیے کہ محبوب پہلو میں آئے۔ یہ دولتِ دوام ہر کس کو نہیں دیتے یعنی قضاوقدر والے عطا نہیں کرتے

ذکر گردانک کا طریق

سالک کو چاہیے کہ قبلہ کی طرف رُخ کرکے بصد سرو قد کھڑا ہو اور دونوں پاؤں کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رکھ کر رکوع کی حالت میں ہو جائے اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر مضبوطی سے رکھے یا لمبی سی لکڑی دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھام کر دونوں پاؤں کے آگے ایک گز کے فاصلے پر رکھے اور اس کے بعد "ل" (لا؟) کا آغاز قابِ صنوبری سے کھینچ کھینچ کر روح تک لے جائے پھر ضرب "الا" روح پر لگائے اور لفظ "اللہ" کو روح سے کھینچ کھینچ پھر ضربِ "اللہ" دل پر لگائے۔ اسی طرح

بقدرِ وسعت و امکان اور قوت و طاقت کے مطابق ذکر کرے ۔ بفضلہٖ تعالیٰ خدائے بزرگ و برتر ، قادرِ لا یزال کے کرم سے کئی کشادگیاں حاصل ہونگی ۔ رباعی یا قطعہ ہے :

دوری کے تپ نے خدا جانے میرے دل میں کیا آگ لگائی کہ وہ میرے طبیب کے ہاتھ کو میری نبض تک لے گئی ۔ ٹی کر دیا ۔

اگر میری ہڈیاں سُرمہ بھی بن جائیں تو بھی محبت کہاں ختم ہو سکتی ہے ، کیونکہ صندل کے گھسانے سے خوشبو کو کب کچھ نقصان پہنچتا ہے ۔

ذکر کل الکل کے طریق کا بیان

۳۵ اے بھائی یہ ذکرِ اجر جو اس فقیر کو پیرو مرشد و دستگیرِ مرسلین سے ارشاد ہوا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ ذکر جنابِ مقدس ، شاہ و گدا کے قبلہ ، تاج اولیا کے وارث ، خاتم الانبیا کے نور ، غیاث المومنین ، گوشہ نشینوں کے مددگار ، ڈوبتوں کے نجات دہندہ ، مر رہنے والوں کی پناہ ، نبیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ، طالبوں کے وسیلہ ، رب العالمین کے محبوب ، وہ جن کا قدم تمام اولیا اللہ کی گردن پر ہے ، جن و انس کے مددگار ، رسول اللہ کے نائب ، بیان میں لسانِ غیب ، واصلین کے شیخ ، عارفوں کے خلاصہ ، شریعت کے تاج ، طریقت کی معراج ، حقیقت کے چراغ ، معرفت کے سراج ، غوث کی مدح کرنے والے ، دین کو زندہ کرنے والے ابوالفرح محمد فاضل الدین نے ارشاد فرمایا ۔ جنابِ مقدس حضرت ایشاں نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ، جاہ و جلال کی دستار کے طرّہ ، روشن شریعت کے تخت کی آرائش ، ملتِ بیضا کی مسندوں کی رونق ، حق آگاہ ، واصل باللہ حضرت غلام قادر شاہ نے اپنے فرزند کو عطا فرمایا اور جنابِ فلک رکاب ، شمس کے سے آستانے والے حضرت ایشاں (یعنی فرزند غلام قادر شاہ) نے اس فقیر پُر تقصیر محمد جان کو ، جو حضرت ایشاں کے دربارِ قطب مدار کا کفش بردار خدمتگار ہے ، عنایت فرمایا ہے اور وہ مقدس و معلیٰ ذکر یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْکُلُّ وَ بِکَ الْکُلُّ وَ اِلَیْکَ الْکُلُّ وَ مِنْکَ الْکُلُّ وَ بِکَ الْکُلُّ ، کُلُّ الْکُلِّ

ذکر کرے ۔ پس سالک کو چاہیے کہ وہ اس طریق سے اس ذکر کی مشق کرے کہ لفظ "اللہ" کی ضرب ام الدماغ پر لگائے اور "انت الکل" کی ضرب دل پر ، "بک الکل" کی روح پر ، "الیک الکل" کی نفس پر ، "منک الکل" کی سر پر ، "لک الکل" کی ضرب خفی پر اور "کل الکل" کی ضرب بھی اخفی پر لگائے ۔ مندرجہ بالا اسما کی چند مرتبہ تکرار کے بعد ، دوسری مرتبہ انہی طریقوں سے " انت الکل ، کل الکل " کا ذکر کرے ، اس طور کہ "انت الکل" کی ضرب دل پر اور "کل الکل" کے لفظ کی ضرب ام الدماغ پر لگائے ۔ ان دو مذکورہ اسما کی

چند بار بہت سی دہرائی کے بعد "کل الکل" کا ذکر اس طرح کرے: کل الکل کی ایک ضرب دل پر لگائے اور کل الکل کی ایک ضرب ام الدماغ پر؛ جس قدر بھی ممکن ہو یہ ذکرِ شریف لطف لطیف کرے، لیکن ان کے معانی کا تصور یہ رکھے: "اے بارِ خدایا تو تمام صورتوں میں متشکل ہے اور تمام صورتیں تجھی پر متصور ہیں اور تمام صورتوں کا رجوع تیری ہی طرف ہے اور تمام صورتوں کا مشہود تیرے وجود سے ہے، تمام صورتیں تیرے شہود کے لیے ہیں اور تو ہی تمام صورتوں میں مخفی ہے۔" "کل الکل، کل الکل" یعنی وہ ذات ہے جو مختلف صورتوں میں جداگانہ اوضاع سے ہر صورت میں نئے لباس میں ظاہر ہوا اور وہ ہے جو ہر ضیاء کے ساتھ منفیع کم متعینات کی ہر عینی (جس کا تعین ہو) ہے، اور کائنات کی ہر کائنی (جس کا وجود ہو) ہے، جو روشن ہونے والا اور روشن کیا ہوا، منور و روشن۔ کبھی وہ "روح" اور "قلم" کی صورت میں اور عرش و کرسی اور ملائک میں نمودار ہوتا ہے تو کبھی انسانوں اور حیوانوں، جسم نامی اور جسم مطلق اور جوہر فردہ اور ممکن الوجود کی شکلوں میں جلوہ گر اور ظاہر ہوتا ہے اور کبھی تمام کائنات اور تمام جزئی، و کلی اور واقی (نگاہ رکھنے والا) و عرضی (عرض سے یعنی جو صفت خود قائم نہ ہو) مخلوقات کے اطوار میں صورت پذیر اور متصور اور ایک وقت میں انبیاء و مرسلین، اولیاء اور صالحین اور مقرب ملائکہ کے اجساد میں مقیم متشکل و منور ہوتا ہے۔ "واللہ الہادی . . . " (اور اللہ ہی راستی کے راستے کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے، اسی سے مبدا یعنی آغاز ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اشعار:

سالہا دل طلب جام جم از ما می کرد — آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا می کرد[1]

(دل ایک مدت تک ہم سے جام جم کا تقاضا کرتا رہا، جو کچھ اس کے اپنے پاس تھا وہ غیر سے اس کی تمنا کرتا رہا)

یک چشم زدن غافل ازآن ماہ نباشی — شاید کہ نگاہی کند، آگاہ نباشی

(اس چاند سے ایک پلک جھپکنے میں بھی غافل نہ رہنا، ممکن ہے وہ ایک نگاہ کر لے اور تو آگاہ نہ ہو یعنی متوجہ نہ ہو)

بیدار باش، غافل از و یک نفس مباش — شاید ہمیں نفس، نفس واپسین بود

(بیدار رہ، اس سے ایک پل بھی غافل نہ رہ، شاید یہی سانس آخری سانس نہ ہو)

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند[2]

(وہ جو اپنی نظر سے خاک کو کیمیا بناتے ہیں، کیا ایسا ممکن ہے کہ وہ ہم ہماری طرف ایک گوشۂ چشم کریں یعنی صرف گوشۂ چشم سے ذرا دیکھ لیں)

۱۔ حافظ کی مشہور غزل کا مطلع ہے۔ مقطع اس طرح ہے:

گفتمش سلسلۂ زلف بتان از پی چیست؟ — گفت: "حافظ گلہ از دل شیدائی کرد"

(دیوان خواجہ . . . حافظ شیرازی، باہتمام محمد قزوینی و دکتر قاسم غنی، ص ۹۷، تہران)

۲۔ یہ بھی حافظ کی ایک مشہور غزل کا مطلع ہے۔ اس غزل کا مقطع ہے:

حافظ دوام وصل میسر نمی شود — شاہان کم التفات بحال گدا کنند (ایضاً ص ۱۳۲)

زہی خجستہ زمانی کہ یار باز آید　　بکام غمزدگان غمگسار باز آید[1]

(وہ کیسا خوش بخت وقت ہوگا جب محبوب لوٹ آئے گا، غمزدوں کی آرزو کے مطابق غمگسار لوٹ آئے گا)

تیسرا باب

اُن افکار کے بیان میں جنہیں "لطائفِ ستہ" کہتے ہیں اور جو سلطان الاذکار (یعنی ذکروں میں سب سے بڑے) اور نور الانوار (نوروں کے نور) کے حبس (دم بند کرنے) کا طریقہ ہیں، یہ ہیں:

اے بھائی! جب تو نے اوراد اور اذکار سے فراغت پالی اور صدقِ افکار کے راستے پر قدم آگے بڑھا لیا تو ایسے راستے میں جس کی کوئی راہ نہیں ہے، ثابت قدم رہ اور مضبوط سانس والا، کیونکہ جس نے کوشش کی اس نے پالیا (عربی کی عبارت یوں ہے: "من جدّ وجدَ") اور جس نے دروازہ کریم (سخی) کا کھٹکھٹایا اس پر کھل گیا (من دقّ بابَ الکریم الفتح")۔ (جوانی اور شادمانی کے دن ہیں اور عنایتِ ربانی کا وقت ہے، عیش و عشرت کا وقت میسر ہے اور نشاط (نشاطِ) فرحت کا زمان کشادہ۔ رنگا رنگ پھول کھل رہے ہیں اور گوناگوں حکایتیں (حقائق) سنی جا رہی ہیں، آنکھ کی نرگس حیران، حیرانی کے باوجود چشمک زنی کر رہی ہے اور آتشیں پیالہ رکھنے والا لالہ اپنے اندرونی داغ کے ساتھ شادان و فرحان ہے۔ گل شبو سیکڑوں قسم کی خوشبوؤں کے ساتھ ناز و نیاز میں ہے، ریحان، سوسن کا ہم راز ہو رہا ہے، نسرین با صد آفرین گلشنِ ناز میں خراماں ہے اور یاسمین و نسترن رحمان کی شادمانی کی کیاری میں ہیں، سرو نے سیکڑوں بیتیوں کے ساتھ

۱- یہ بھی حافظ کا شعر ہے۔ یہ مطلع ہے۔ مقطع یوں ہے:

ز نقش بندِ قضا ہست امید آن حافظ　　کہ ہمچو سرو بدستم نگار باز آید

(ایضاً ص ۱۵۹)

نمو کا لباس پہن رکھا ہے ، چنار نے سیکڑوں غمخواروں کے ساتھ آبِ شیریں چکھا ہے ، بلبل سیکڑوں دلوں کے ساتھ نغمہ سرائی میں (مصروف ہے) ، قمری یارانِ باغ کے ہمراہ نوا آرائی میں (مشغول ہے)۔

اس نسیم کے فیض مآل حال کے دوران میں اور مآلِ دل میں بے حد سرخوشی و نشاط کا سامان ہوا اور روحِ نشاط کی روح افزا سے اور وفورِ انبساط سے وہ اپنے اوپر نازاں ہوئی۔ مراد کی دلہن نے اپنے آپ کو اجابت و قبولیت کی حنا سے رنگین کر لیا اور مقصود کے محبوب نے اپنے چہرۂ آرزو کو شنجرفی غازہ سے آراستہ کیا۔ شاہدانِ چمن نے فرحت کی تازگی کا سامان کیا اور گلشن کے گل چیں عشرت کے نزاکت پذیرا ہوئے۔ یہ فقیر جو لطائف ستہ، جو مرشد پیروں سے اس بیکس تک پہنچے تھے، کے نشاط کا سر مستی ہے، انہیں بیان کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔

٢٧

سُن سُن اے سالک ! یہ انسان جو عالمِ کبیر کا نمونہ ہے ، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اُس میں چھ لطائف (لطیف یا نازک اشیا وغیرہ) پیدا کیے ہیں اور اُسے اپنی جمالی اور جلالی صفات سے سرفراز و ممتاز فرما کر اپنی ذات کا مظہر اور تمام ذاتوں کا مجموعہ بنا دیا اور اس طرح اسے لطائف ستہ سے ممیز و منور کر دیا۔ وہ چھ معظم و مکرم لطائف یہ ہیں :

پہلا : لطیفۂ قلبی

اے بھائی ! سلسلۂ عالیہ قادریہ (اس کے بانی پر سلام و تحیت ہو) کے بزرگانِ علم الیقین ، صادقانِ عین الیقین اور عارفانِ حق الیقین نے یوں فرمایا ہے کہ انسان کے بائیں پہلو میں ایک مخروطی اور پیکر اور بیضوی ہیکل ہے ، جسے قلبِ صنوبری کہتے ہیں اور وہ بائیں چھاتی کے نیچے ہے۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبح کو دوپہر ، چاشت ، نہار اور شام کو علیحدہ ہو کر ایک کونے میں بیٹھ جائے اور زبان کو حلق سے چمٹا کر لفظ "اللہ" کی ، جو اس صفات سے معرا ذات کا اسم ہے ، سر جھکا کر قلبِ صنوبری پر لگائے۔ اس حد تک مسلسل کوشش کرے کہ "اللہ" کا لفظ دل کے اندر سے سُنے ، بلکہ آہستہ آہستہ جس طرح جانور کو بلاتے ہیں ، (بالکل اسی طرح) زبان سے لفظ ادا کیے بغیر دل کو تلقین کرے ، ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کی مہربانی سے اور حق آگاہ مرشدوں کی نوازشات سے دل سے آواز پیدا ہو گی۔ لیکن دل کی آواز ۲ درجوں کے ساتھ ہے ; ایک یہ کہ لوتھڑے میں ، جس کا نام دل ہے ، حرکت ہوتی ہے ، دوسرے یہ کہ قلب کے اہتزاز سے پورے بدن کا اہتزاز (ہلنا، جھومنا) ہوتا ہے اور یہ طریقہ اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ نیز رنگِ قلب کو رنگِ سرخ میں ملاحظہ کرے تاکہ تجلیاتِ الٰہی ، جو نار کی صورت میں ہیں ، بے پردہ نمودار ہوں اور سالک کا حصول و وصول اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو ، نیز تمام برائیاں اور بوجھ اس سے دور ہو جائیں اور بے انتہا نیکیاں میسر آئیں۔

اے بھائی اس شغل میں دل کا نور اس قدر ہو جاتا ہے کہ تاریک رات میں اشیا پہنچ (نظر آ) جاتی ہیں اور اولیاء اللہ کے دنیا کو آراستہ کرنے والے جمال کا مشاہدہ ہو جاتا ہے ، نیز عنایتِ الٰہی کے جذبات

... [illegible] ہوتا ہے [illegible] ہیں [illegible] ہیں
مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور خود کو دیکھتا ہے لیکن نہیں پاتا اور خود کو تلاش کرتا ہے لیکن نشان تک نہیں ملتا۔
تاہم یہ حالت دائم نہیں رہتی۔ جب شغل تام ہو گیا یعنی مستقل ہو گیا تو حال بھی دائم ہو جاتا ہے۔ اشعار:

ترجمہ: یہ دل کا مخزن بیکار نہیں ہے بلکہ یہ طوطی دل کا قفس ہے،
اور اگر تو طوطی اور قفس میں فرق نہیں کر سکتا تو خدا کی قسم تو تین ناس (آدمی) بہت سے کھانا (؟)
نہ پہچان سکے گا۔

= دل جو آب و گل کا لوتھڑا ہے، تیرے اقبال سے گدھا بھی صاحب دل ہے۔

= دل ایک ربانی منظر ہے، شیطان کے گھر کو تو کس لیے دل کہتا ہے،

= اگر تو ایک قطرے کے دل کو چیرے تو اس میں سے سیکڑوں صاف سمندر بجوش ہوں گے

= یہ دل ہے، دل سے لڑائی نہیں جا سکتا، خدا دل ہے، مصطفیٰ دل اور مرتضیٰ علیہ دل ہے۔

اے بھائی یہ قلب صنوبری اس قلب کا مظہر ہے جو قلب محمدی کے ہم پہلو ہے اور اس سے مستفید ہو رہا ہے۔
اور قلب محمدی بے رنگ قلب کا مظہر ہے کہ جس سے بے نشان کے نشان کا پتا چلتا ہے اور وہ بے رنگی کے مرتبے سے
منسوب ہے اور وحدت کا مظہر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا: "قلب المومن حرم ..... الخ"
)

بیت۔ ترجمہ: میرے شکستہ رنگ میں سیکڑوں تجلیاں پوشیدہ ہیں۔ رنگ کو بے رنگ دیکھنا ہر
صاحب دانش و شعور کے بس کا روگ نہیں۔

اے بھائی، اگر نقش "اللہ" دل پر قائم اور درست نہ ہو تو چاہیے کہ لفظ "اللہ" کاغذ پر لکھوا کر
اسے نظروں کے سامنے رکھے اور اسے دیکھتا جائے اور اس حد تک دیکھتا چلا جائے کہ وہ مشاہدے کی
صورت اختیار کر جائے۔ جب نقش "اللہ" لکھے ہوئے کو دیکھے بغیر نظر آ جائے تو اس کے بعد نظر اپنے دل
پر لگائے اور پھر دل سے مشاہدہ کرے۔ سالک کی ریاضت شاقہ اور اپنے بیعت والے پیر کی برکت اور عنایت
الٰہی سے "اللہ" کا نقش دل پر درست اور قائم ہو جائے گا۔ جب آنکھیں اور دل مشاہدے اور مراقبے
میں متفق ہو جائیں تو ہر وقت اور ہر حال میں لفظ "اللہ" مشاہدہ ہوتا رہے گا۔ مصرع:

صوفی ابن الوقت باشد اے پسر[1]

(اے بیٹے، صوفی ابن الوقت ہوتا ہے)

1۔ یہ مصرع مثنوی رومی کا ہے۔ دوسرا مصرع یوں ہے: نیست فردا گفتن از شرط طریق
پہلے مصرعے میں "پسر" کی بجائے "رفیق" ہے۔ دفتر اول "بردن پادشاہ طبیب غیبی را بر سر بیمار"
کتاب مثنوی مولانا ... رومی بخط سید حسن ... تہران ص ۷

سالک کے حال پر یہ بات صادق ولازم آتی ہے کہ "واللہ ولی الرشاد . . . الخ" (اور اللہ ہی رشد وہدایت کا دوست ہے اور وہی رشد وہدایت کے راستے کی طرف لے جانے والا ہے) ۔ رباعی :

عشق آمد وشد چو خونم اندر رگ و پوست — تا کرد مرا تہی و پر کرد ز دوست
اجزای وجودم ہمگی دوست گرفت — نامی است مرا باقی، و باقی ہمہ اوست

= عشق آیا اور میرے رگ و ریشہ میں خون کی طرح سرایت کر گیا ۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے خالی کر کے مجھے دوست سے پُر کر دیا ۔ میرے وجود کے تمام اجزا دوست نے لے لیے، میرا تو اب صرف نام ہی نام ہے باقی سب کچھ وہی ہے ۔

دوسرا لطیفۂ روحی :

اے بھائی جب لطیفۂ قلبی کی حقیقت تجھ پر کماحقہٗ واضح ومنکشف ہو گئی اور اس یگانۂ مطلق کی تجلیات کی کیفیت اور رحمتِ حق کے انوار و آثار کا مشاہدہ تو نے کر لیا تو اب تو لطیفۂ روحی کی طرف متوجہ ہو جا جو انوارِ الٰہی کے وارد ہونے کی جگہ اور نامتناہی (ختم نہ ہونے والی) تجلیات کا منشاء (پیدا ہونے کی جگہ) ہے ۔ اس کا طریق یہ ہے : واضح ہو کہ لطیفۂ روحی کا مراقبہ مرشدِ کامل اور مربیِ مکمل (پوری طرح پرورش کرنے والا) کی زبان سے اس فقیر کو اس طور معلوم اور مفہوم ہوا :

شغل : سالک کو چاہیے کہ وہ اپنا چہرہ مکانِ روح پر، جو دائیں طرف، دائیں چھاتی کے نیچے واقع قلب کے مقابل ہے، پوری طرح متوجہ رکھ کر مشغول ہو اور لفظِ "اللہ" کو اندرونی آواز سے روح کو تلقین کرے (سمجھائے، بتائے)، اس طرح کہ زبان کو اس کی خبر تک نہ ہونے پائے اور اس حد تک اس میں مستغرق ہو کہ عالمِ اجسام (مادی دنیا) سے عالمِ ملکوت کا ملکہ میسر ہو اور "سیر الی اللہ" سے "سیر فی اللہ" نظر آنے لگے اور عالمِ مثال و عالمِ خیال اور عالمِ جبروت اس (سالک) کا حال ومقام بن جائے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے :

ترجمہ = عالمِ خیال میں چاہے فضل کے چار مقام ہیں، بلبل چتر گل کے عوض بجالا پر نہیں دیتی

اور روح کا رنگ، سبز رنگ میں ملاحظہ کرے کیونکہ رنگِ ذات، سیاہ رنگ ہے اور رنگِ روح سبز ہے اور سیاہی کو سبزی سے پوری مشابہت ہے ۔ پس رنگِ روح (سبز) رنگِ ذات اور یکجا (روح) ہیں اور کہ مظہرِ ذات بھی ہے جسے احدیت کہتے ہیں اور ظاہر اور مظہر میں حقیقی یگانگت ہے ۔ جب تو نے روح کو اس رنگ میں ملاحظہ کر لیا اور یقینی ہے کہ عکسِ ذات روح پر پڑتا ہے اور تو نے اس سے پہلے معلوم کر لیا کہ مظہر، عینِ ظاہر ہے،

۳۹

جو بے نہ ان کا ممکن ہی ہو کہ پڑے گا اور جو تجھ سے اچک لے جائے گا نیز تیرے دل سے عینیت اور غیریت کا فرق مٹا دے گا۔ تو ہمیشہ اے لازم ہے کہ تو اس لطیفہ پر اپنی نظر جمائے رکھے اور دن کو اس واحد و یگانہ کی یاد میں رات کر دے اور رنگا رنگ تجلیات کا منتظر رہے۔ مصرع:

- اگر تو سایہ دیکھے تو وہ نورِ ذات ہے۔ (یعنی تجھے وہ نورِ ذات نظر آئے)

پس تو ہر وقت اور ہر حال میں واحد حق اور نورِ مطلق کی یاد میں رہے کیونکہ اس سبحانہٗ تعالیٰ کی یاد کے بغیر انسان، حیران ہے اور اس کی عبادت کے بغیر وہ نادان ہے۔ "واللہ المستعان علیٰ ما تصفون"[1]، تجربہ شدہ ہے۔ رباعی:

- اے (ذاتِ اقدس)! میری جان کا بلبل تیری یاد سے مست ہے اور اے (ذاتِ اقدس) تیری یاد سے میرے غم کا پایہ ٹوٹ گیا، جب مجھے تیری یاد کا وقت میسر آتا ہے تو وہ (وقت) دونوں جہانوں کی سب لذتیں ختم کر کے رکھ دیتا ہے

تیسرا لطیفہ نفسی:

ایسا سعادت مند جس کی ہمت یادِ خدا پر لگی ہو اور خواہ ایسا مبارک باطن انسان جو اللہ کی ذات کے میووں سے بہرہ ور ہو، اور ایسا درویش جو اس (ذات) کے ذکر میں رات کو دن کر دے، اور ایسا فقیر جس کے اوقات اس کے فکر میں مصروف ہوں یعنی اس ذات کے جس کے نورِ ذات کا بیان ممکن نہیں اور اس کی کیفیت کا کوئی نشان نہیں ہے بزرگانِ دین نے پختہ یقین رکھنے والے مریدوں کی تعلیم کے لیے کچھ علامتیں مقرر فرمائی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کی فرمائی ہوئی علامتوں علامتوں پر عمل پیرا ہو، تو وہ یقیناً یقیناً مطلوب و مقصود سے بہرہ ور ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے تجھ سے لطیفہ روحی کا طریقہ بیان کیا تھا۔ اب موقع ہے کہ لطیفہ نفسی بیان کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ اسم "اللہ" کو سُرّہ (ناف) پر، جسے لطیفہ نفسی اور قلب نیلوفری کہتے ہیں، ملاحظہ کرے، اس طرح کہ وضو کر کے قبلہ رخ ہو جائے اور اپنے سر کو مراقبہ میں نیچے لے آئے اور ناف پر رکھ کر "اللہ: اللہ" کا پاک نام ناف کے اوپر زبان کی آواز کے بغیر، اندرونی آواز سے ذکر کرے، اس طرح کہ جیسے استاد شاگرد کو پڑھاتے ہیں یا یاد کراتے ہیں، سالک بھی اپنے نفس کو "اللہ اللہ" کا ذکر یاد کراتا ہے۔ اور اس طرح مراقبہ کرے کہ عرش سے لے کر فرش تک اس کی ذات کے سوا کوئی اور چیز اس کے خیال میں نہ آئے۔ اور اس لطیفہ کے رنگ کو وہ خالص سونے کے رنگ میں یا زعفران کے رنگ میں ملاحظہ کرے اور تجلیاتِ الٰہی کی امید پر، جو زرد رنگ میں ہوتی ہیں، منتظر رہے۔ شاید کہ فیضانِ الٰہی اسے خود (سالک کی ذات) سے اچک لے اور رحمتِ سبحانی کی چمک اور نورِ حقانی کی کشش اسے لا شے (جس کا وجود نہ ہو) بنا دے اور غیبی تجلیات اور لاریبی (جن میں

۱۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۸ کا آخری حصہ۔ اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے۔

کوئی شکستہ نہ ہو) کشرلیات رونما ہو جائیں۔ رباعی۔ (یہ وزن رباعی کا نہیں ہے۔ قطعہ ہے)

= دیر اور حرم میں بجز ایک صنم کے اور کوئی نہیں ہے۔ پتھر اگر مختلف قسم کے بھی ہوں تو بھی آگ کبھی دو رنگوں کی نہیں ہو

= مغرور کبھی نیستی کے فکر میں نہیں پڑتے، اگرچہ مقراض کی صورت گریبان کو "لا" رکھتی ہے

چوتھا لطیفہ سرّی :

اے بھائی! ہم نے تجھے ۵ مقامِ نفسی کے پالینے کی کیفیت بیان کردی اور اس کے مفاہیم کے طریقے تجھ پر روشن کردیے۔ یقین جان کہ رازِ اہلِ راز سے کی بات کہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور سِرّ (بھید) کو اہلِ سِرّ سے بیان کرنا کوئی لغزش و خطا نہیں۔ تو اس بنا پر ہم تجھے لطیفۂ سرّی کی حقیقت بتاتے ہیں۔ تاہم تو آگاہ رہ کہ یہ ایک ایسا لطیفہ ہے جسے "سرّ اللہ" کہتے ہیں۔ اسرارِ الٰہی اس سے نمایاں ہوتے ہیں اور انوارِ خداوٗی اس سے ظاہر۔ ہمارے مرشد برحق نے، کہ صورتِ ذاتِ مطلق رہے ہیں، لطیفۂ سرّی اس فقیر کو اس انداز میں فرمایا ہے کہ لطیفۂ سرّی ہمارے سینے میں دو چھاتیوں کے مابین ہے۔ سالک کو چاہیے کہ وہ وقت کا مراقب (دھیان رکھنے والا) رہ کر لفظِ "اللہ اللہ" سینے پر، جو لطیفۂ سرّی کا مقام ہے، تلقین کرے؟ ~~بالکل اسی طرح~~ جس طرح جانوروں کو کوئی نام یاد کراتے ہیں، اسی طرح لفظ "اللہ اللہ" جو بے کیفیت ذات سے معتبر ہے، اپنے نفس کو یاد کرائے لیکن زبان کو اس ذکر کی قطعاً کوئی خبر نہ ہو، محض اندرونی صدا ہو۔ ذکر و فکر میں اس طرح مشغول ہو اور ذکر و تصور میں اس قدر محو و معمول ہو کہ ہر چیز اس کی یاد سے محو ہو جائے تاکہ وہ اسرارِ ربانی سے مل جائے۔ لطیفۂ سرّی کا رنگ، سفید رنگ ~~کا~~ دودھ کے رنگ میں ملاحظہ کرے۔ "سرّ اللہ" کے الوان (رنگ) ملاحظہ کرنے کے بعد تجلیاتِ ذاتی اور بارقاتِ صفاتی تجھ پر تحا بجلی کریں گی اور عشقِ حق کی آگ تیرے غیریت کے خس و خار کو جلا کر راکھ کردے گی اور تیری مراد کے درخت سے "اِنّی اَنَا اللّٰہ" (تحقیق میں اللہ ہوں) کی صدا اٹھے گی۔ جلوۂ یار وادیِ ایمن سے تجھے چہرہ دکھائے گا اور تیرے دل کا موسیٰ "فاخلع نعلیک"[1] (اپنے جوتے اتار لے) کی آواز سُنے گا۔ اشعار:

= عاشقوں کے لیے "لن ترانی"[2] اس کے دیدار کا وعدہ ہے، اس رازِ پنہاں کا محرم دلِ دیوانہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے،

= اگر تو وادیِ ایمن دیکھ لے تو دکھ اور رنج سے محفوظ ہو جائے، یہاں شعلۂ نور ہے آتشِ پروانہ نہیں ہے۔

= آشنائی کے لیے مصاحبت (باہم مل بیٹھنا) ~~[illegible]~~ کیا ضرور ہے۔ یمن کی ہوا ابھی تک نکہتِ عربی میں محو ہے،

= مجھے کبوتر کے پروں کی کیا ضرورت ہے کہ ~~عاشقوں~~ آہِ نیم شبی عاشقوں کے دل کی قاصد (پیغام رساں) ہے۔

اور اللہ ہی حقیقتِ حال کو بخوبی جانتا ہے اور الحال والاتقال۔

---

[1] سورۂ طٰہٰ، آیہ ۱۲ "اِنّی اَنَا رَبُّکَ فَاخلَع نَعلَیکَ اِنَّکَ بِالوَادِ المُقَدَّسِ طُوًی"

[2] لن ترانی: تو نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت موسیٰ کے دیدارِ خداوندی پر اصرار کے جواب میں اللہ کا ارشاد۔ سورۂ طٰہٰ ملاحظہ ہو

پانچواں لطیفۂ خفی :

اے بھائی جب اس احسان فرمانے والے خدا، امتنان عطا کرنے اور صاحبِ احسان نے تجھا ہیبت عطا کی ہے، اور اس سے پہلے ہم، تجھ سے چار لطائف کا طریق بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے انوار اور آثار تیرے دل میں اتر چکے ہونگے اور لفظ "اللہ اللہ" کی آواز، جو اس ذات کے لیے ہے جو حقیقی احد و واحد ہے اور جو اس واحدِ حقیقی کی صفات کو احاطہ کرتا ہے، کی آواز ہر ایک لطیفہ سے تجھے پوری طرح معلوم ہو چکی ہوگی، تو یقین جان کہ یہ چار لطائف اور ہیں جن کا تعلق سِر سے ہے، ان کے بارے میں بھی تجھے بتانا ضروری ہے۔

پہلا لطیفہ جو سِر سے متعلق ہے اور جس کا نام "لطیفۂ خفی" ہے اور اس (لطیفۂ خفی) کا طریقہ اس پر تقصیر فقیر کو اپنے جلیل القدر مرشد کے حکم سے اس جگہ معلوم ہوا، یہ ہے کہ لطیفۂ خفی کی جگہ دو ابروؤں کے درمیان ہے جو قلبِ عبرت (کذا) اور قلبِ انور کہلاتا ہے، مقرر و متعین ہے۔ سالک کو چاہیے کہ لفظ "ھو" کو دو ابروؤں کے درمیان سے، درونی آواز کے ساتھ نیچے کھینچے، اس طرح کہ منہ اور زبان کو اس کی کوئی خبر نہ ہونے پائے، دونوں ابروؤں کے وسط سے نیچے کھینچ کر لطیفۂ سِری کے وسط میں لے جائے اور لطیفۂ نفس تک پہنچا دے، یعنی لفظ "ھو" کو پیشانی کے اوپر سے پوری طوالت سے نیچے کھینچے اور پھر لفظ "ھو" کو ابروؤں کے وسط سے مد جتنی درازی (لمبائی، طوالت) سے نیچے کھینچے۔ اسی طرح بڑی دیر تک یہ عملِ شریف بار بار کرے اور اس ذاتِ مطلق کے نورِ بے کیف کی جستجو اور رسول اللہ کے نور کا ملاحظہ ابروؤں (کے وسط) میں کرے اور رسول اللہ کے نور سے اور اللہ کی ذات اور اللہ سے فیضان کی استدعا کرے اور یہ بھی ملاحظہ کرے کہ میرے دونوں کانوں سے "ھو" کی طویل آواز باہر آرہی ہے اور یہ آواز، ذاتِ اللہ کی آواز ہے۔ اس آواز کی تفصیل ہم آگے تجھے بتائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس لطیفہ کا رنگ نور یعنی روشنی کے رنگ کا سا ہے، نور ملاحظہ کرے۔ نوری تجلیات بجلی کی سی تیزی سے اور طوری شعلے شمع کی مانند ابروؤں کے وسط سے مسلسل باہر آتے ہیں اور شاغل (لطیفہ کرنے والا) کو اس کی ہستی سے اچک لیتے ہیں۔ سالک کو چاہیے کہ وہ نورِ حقانی اور نورِ رسول اللہ، جو خفی میں بہت زیادہ وارد ہوا ہے، اس کی طرف متوجہ رہے اور نورِ نبی کا بعد طالب بنے۔ اور اگرچہ حقیقت میں نور واحد ہے کہ وہ غیب کی جہات سے متکیف ہوا۔ اور وہ یوں تصور کرے کہ ~~اس~~ اپنے جسم کو نور سمجھ کر اسے دو نوروں میں داخل کرے اور آوازِ "ھو" میں اس قدر مستغرق ہو کہ وہ اپنی ذات اور غیر کی کوئی نشانی نہ دیکھے، محو در محو ہو جائے۔

اس خدائے بزرگ و برتر کے فضل سے ڈھیروں مالا مال آثار اور انوار مسلسل وجود میں آتے رہیں گے اور وہ سالک کو ذاتِ حق میں مستغرق اور منہمک کر دیں گے۔

اے بھائی! جب یہ لطیفہ تجھ پر کشف ہو گیا تو اس سے بے شمار عجائب و غرائب (حیران کن اور انوکھی باتیں) حاصل ہوں گے، لیکن اس کا تعلق مراقبہ اور مشاہدہ سے، دائمی ذکر اور دوامی فکر سے ہے۔ ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت اس شغل میں مشغول رہے کیونکہ کثرتِ استعمال زیادہ نتائج کا باعث بنتی ہے اور اذکار اور اشغال کی کثرت اس ذات کے قرب کا موجب ہے۔

اشعار:

غلام نرگسِ مست تو تاجدارانند　　خرابِ بادۂ لعل تو ہوشیارانند

ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز　　وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند

تو دستگیر شو ای خضرِ پی خجستہ که من　　پیادہ می روم و ہمرہان سوارانند[1]

(تاجدار یعنی بڑے بڑے لوگ تیری نرگسِ مست [مست آنکھ] کے غلام ہیں، ہوشیار تیری سرخ شراب (مراد ہونٹ) کے خراب ہیں،

= صبا نے تیری اور میرے آنسوؤں نے میری چغلی کھائی، ورنہ عاشق اور معشوق تو باہم رازدار ہیں

= اے مبارک قدموں والے خضر تو دستگیری کر کہ میں پیادہ چل رہا ہوں اور ہمراہی سوار ہیں)

اللہ بس باقی ہوس (صرف اللہ ہی اللہ ہے، باقی سب کچھ محض ہوس ہے)

چھٹا لطیفۂ اخفاء:

اے بھائی جب لطیفۂ خفی کی حقیقت اور اس کی کیفیت من و عن (پوری کی پوری، لفظ بلفظ) تجھ پر ظاہر اور روشن ہو گئی اور ان لطائف میں سے جن کا تعلق سِتر سے تھا، پہلا لطیفۂ 'خفی' اس سے پہلے تجھ پر ظاہر اور آشکار کر دیا گیا۔ دوسرا لطیفہ جس کا تعلق سِتر سے ہے، اس کا واضح بیان کرنا اور اس کا مخفی نشان تجھے دکھانا ضروری ہے۔ اس لطیفہ کو لطیفۂ اخفاء اور جمع الجمع کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ نے اس کا مکان و نشان اُم الدماغ میں، جو قلب احمر اور قلب مدوّر (گول) ہے، مقرر و مفوّض (سپرد کیا ہوا) کیا ہے۔ جو کوئی لطیفۂ اخفا کا طالب ہو اسے چاہیے کہ وہ ام الدماغ سے انوار اور اسرار تلاش کرے۔ اس کی دریافت کا طریقہ اس طور ہے:

جب لطیفۂ قلبی اور اس میں انوار و اسرار سے متعلق جو چیزیں ہیں وہ تجھ پر کشف ہو گئی اور "اللہ اللہ" کی آواز، جو ذات کی خبر دینے والی ہے، تجھ پر ظاہر ہو گئی اور لطیفۂ روحی کی حقیقت اور اس کے آثار و اطوار، نیز "اللہ اللہ" کی آواز مکان (جگہ)، کہ وہ روح ہے، کے اندر تجھ پر آشکار ہو گئی اور لطیفۂ نفسی، جیسا کہ وہ ہے، تجھ پر عیاں ہو گیا اور "اللہ اللہ" کی ندا لطیفۂ نفسی سے تجھ پر ظاہر ہو گئی اور لطیفۂ سِرّی کا طریقہ، مذکورہ روش پر لکھا ہوا، تجھے معلوم ہو گیا اور سمجھ میں آ گیا اور "اللہ اللہ" کی صدا، لطیفۂ سِرّی سے تجھ پر نمودار ہو گئی اور لطیفۂ خفی کا مغز پورے فہم کے ساتھ تیری عقل میں

---

[1] تینوں شعر حافظ کی ایک مشہور غزل کے اشعار ہیں۔ اس غزل کا آخری شعر اور مقطع یہ ہے:

بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کن　　مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند

خلاص حافظ ازان زلفِ تابدار مباد　　کہ بستگان کمندِ تو رستگارانند

(دیوان حافظ شیرازی۔ ناشر انجمن خوشنویسان ایران، تہران
چاپ دوم پائیز ۱۳۶۳، ص ۱۵۱)

آگیا اور "ھو ھو" کی صورت (آواز) لطیفہ خفی سے، جو سرعیاں ہوگئی، تو اے سالک تیرے لیے شایاں اور لائق یہ ہے کہ یہ پانچ آوازیں، جو پانچ لطائف سے آتی ہیں، سب کو یکجا جمع کر کے "ھو" کی ایک آواز سمجھتے ہوئے ام الدماغ، جو قلب احمر (سرخ) ہے اور قلب بے رنگ ہے اور گول قلب ہے کم کر اندر سے باہر لاکر عرش مجید تک لے جائے اور یہ تصور کرے کہ "من العرش

(اور گیارہویں باب)

الیٰ تحت الثریٰ ھو ذات اللہ و ھو محیط بجمیع الاشیاء، ھو الاوّل و الآخر و الظاہر و الباطن و ھو بکل شیئی محیط

(عرش سے لے کر زمین کے آخری حصے (زمین) تک صرف اللہ ہی کی ذات ہے، وہ تمام اشیاء کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہ تمام ہر شے کو محیط ہے)۔

اور (سالک) اپنی ذات و صفات کو اس بلند ذات میں فنا اور نیست کرکے اس کی ذات کو باقی و موجود جانے اور خدا کو اس لطیفۂ اخفا میں دیکھے کہ خدا یقیناً یقیناً اس میں ہے، اگرچہ خدا کا کوئی مکان نہیں ہے، تاہم اولیاء اللہ یقین کے ساتھ اس (لطیفہ) سے طلب کرتے ہیں اور بلا شبہہ وہ مل جاتا ہے۔ لاریب فیہا، ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء[2]

(اس میں کوئی شک نہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اس سے نوازے)۔ بہت سی مشق کے بعد جو کچھ معلوم ہونا ہے، معلوم ہو جائے گا، اسے کسی بیان یا ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ختم ہونے والی تجلیات اور بے انتہا اسرار، جو اللہ کی ذات کی طرف سے سالک پر نازل ہوتے ہیں بے حد و حساب ہیں۔

اس سے پیشتر تجھ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ انسان کے بارہ در ہیں اور گیارہواں دریچہ ہے: دل، منہ، دو نتھنے، دو کھڑکیاں آنکھوں کی، کانوں کے دو سوراخ اور باہر نکلنے کی جگہوں کے دو سوراخ۔[3] دریچۂ ام الدماغ میں ہے جو منظر الٰہی (گویا) ہے، اور اس دریچہ سے خدا، مومن کے دل کی طرف جو اصل باب اللہ ہے، دیکھتا ہے؛ اس حدیث قدسی کے مصداق، جیسا کہ اللہ عزّ و جلّ نے فرمایا: "لا یسعنی ارضی ۔۔ ۔۔ وفی الاخفی انا"۔

(زمین و آسمان میری تلوار نہیں ہیں، بلکہ میری تلوار تو بندۂ مومن کا دل ہے اور مومن کامل پر سے لیے احترام والا ہے اور اللہ کی قابل احترام چیزوں پر حرام ہے کہ اللہ کے سوا ان میں کوئی اور دخل اندازی کرے) اس کی حقیقت کو منکشف کرتا ہے۔ "و انا عند ۔۔۔۔۔۔ الاخفی" (اور آدمی کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب یہ ٹھیک ہوتا یا اصلاح پاتا ہے تو سارا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب اس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو اسن لو اور وہ ہے دل۔ اور دل میں روح ہے، اور روح میں نفس ہے اور نفس میں سِر ہے اور سِر میں خفی پنہاں (پوشیدہ) ہے اور خفی میں اخفی ہے اور اخفی میں میں ہوں)

ان اسرار کو واضح کرنے والی ہے۔

۱۔ "ھو الاوّل" سے "شیئی" تک کی عبارت سورہ الحدید آیت ۳ سے ماخوذ ہے۔ وہاں محیط کی بجائے "علیم" ہے
۲۔ "ذالک" سے ختم تک کی عبارت قرآن کریم میں دو تین جگہ آئی ہے، مثلاً سورۂ الحدید آیہ ۲۱، الجمعہ آیہ ۴
سورۂ المائدہ، آیہ ۵۴
۳۔ یہ تو دس بنتے ہیں

بعض اولیاء اللہ نے تعریف لطیفۂ اخفیٰ اس طور فرمایا ہے اور بعض نے سلطان لطیفہ فرما کر اس کا نام جمع الجمع (جمیع الجمع ؟) رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے: کہ سالک سیدھا (سروقد) کھڑا ہو کر پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کی چوٹی تک سیدھا، خود کو "اللہ" کا الف ملاحظہ کرے اور اپنی ذات کو اللہ کی ذات تصور کر کے ذاتِ اللہ میں داخل ہو اور یہ جانے کہ حق ظاہر میں ہے اور "میں" اس کے حق میں عینِ مَن (میں) ہے اور "من" "میں" او (اس کا عین)، جیسا کہ کسی نے کہا ہے، اشعار:

ترجمہ: میں اس کا عین ہوں، ہمارا عین پانی ہے اور پانی، نیچے اوپر، آگے اور پیچھے پانی ہے اور پانی، بائیں اور دائیں سے، کسی اکتساب کے بغیر، "تو" "میں" ہے، میں اس کا عین ہوں کسی شک کے بغیر۔

= تو خواہ پلکیں اونچی رکھ یا تیغ کے نیچے رکھ، تو جہاں چاہے مارا جا، زخمی کی لذت ایک ہی ہے۔

= خواہ تو مسجد میں بیٹھ، خواہ بت خانہ میں رہ، اگر تیرے پاس پُر درد دل ہے تو دونوں جگہ حاصل ایک ہی ہے۔

سلطان الاذکار کی حقیقت کا بیان

اے بھائی جب ان چھ لطائف کی حقیقت، جیسی کہ چاہیے اور کما حقہٗ، تجھ پر منکشف ہو گئی اور ہر ایک لطیفہ کے احوال و اعمال پوری طرح تجھ پر کرسی نشین ہو گئے، اور ہر لطیفہ تجھ پر واضح ہو گیا تو اب "سلطان الاذکار" کی طرف متوجہ ہو۔ اسے صوتِ سرمدی (دائمی آواز) اور صوتِ ذاتِ مطلق اور صوت الخدمی کہتے ہیں) اور وہ یہ ہے کہ انسان کے دونوں کانوں سے لفظِ "ھُو" کی طویل آواز باہر آتی ہے اور اس آواز کی کوئی حد اور کوئی شمار نہیں ہے کیونکہ یہ منشاءِ ذات ہے اور اللہ کی ذات کا کوئی اندازہ اور کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح اس آواز کی بھی کوئی حد اور کوئی نہایت نہیں ہے۔ جب یہ آواز دونوں کانوں سے پختگی کو پہنچ گئی تو تمام بدن سے بلکہ ہر ہر روئیں سے آواز آنے لگتی ہے اور ہر عضو سے آواز جاری ہو جاتی ہے اور سارا تمام گھر اور دشت اور محلہ "ھُو" کی آواز سے اَٹ جاتا ہے، جس طرح موسم سرما میں جمی برف کو توڑا جائے تو پانی کے ہر جز سے دھواں نکلتا ہے، اسی طرح انسان کے ہر جزو بلکہ ہر بُنِ مُو سے "ھو" کی آواز جاری ہو جاتی ہے۔ اور جب کان کی آواز پختہ ہو جاتی ہے تو وہ ناقوس، ڈھول اور چکی وغیرہ کی آواز پر غالب آجاتی ہے اور سالک ہوش سے بے ہوش ہو جاتا اور قطعاً ہوش نہیں پکڑتا۔ نیز اس آواز کے لیے بہت سی مختلف آوازیں ہیں اور اسی آواز کے لیے رسولِ خدا، صلی اللہ علیہ وسلم، چند برس غارِ حرا میں بیٹھے تھے اور اسی آواز سے جبرئیل علیہ السلام، پیغمبر خدا، صلی اللہ علیہ وسلم، کے پاس اپنی صورت میں آتے تھے اور کبھی اس آواز میں بصورتِ فرشتہ، متمثل ہوتے، جیسا کہ پیغمبر خدا، صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے: "کبھی کبھار فرشتے کی صورت میں اور وہ مجھ پر شاق گذرتا تھا"، اور

کبھی جبرئیل علیہ السلام، اس آواز میں دونوں کانوں پر بھڑکی آواز اور مکھی کی بھنبھناہٹ کی مانند صورت پذیر ہوتے ہیں جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اس کی آواز زنبوروں (بھڑوں) اور مکھیوں کی آواز کی مانند ہوتی ہے" اور کبھی روح الامین کانوں کی اس آواز میں، کہ آوازِ ذات ہے، چکی کی آواز کی مانند متشکل ہوتے ہیں جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اس کے لیے آواز (یعنی اس کی آواز) جیسے چکی کی آواز۔"

اور کبھی جبرئیل علیہ السلام اسی آواز میں ابلتے ہوئے بڑے برتن کی آواز کی مانند نازل ہوتے ہیں جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی آواز دیگ اور ابلتے ہوئے بڑے برتن کی آواز کی مانند" اور کبھی روح القدس اس آواز میں، گھنٹی کی آواز کی مانند متشکل ہوتے ہیں، چنانچہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے: "احیانا ... الجرس ... وغیرہ ذالک" (کبھی وہ میرے پاس آتا جرس کی آواز کی صورت میں وغیرہ وغیرہ) بہرحال اس صوت کے اثبات میں حدیث الواردات میں ہے۔ اور خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا: "نحن اقرب ... اینما کنتم" (ہم شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ہمراہ ہے) ۔ چونکہ حق کا قرب و معیت بندے کے ساتھ ہر وقت ہے اور یہ صوتِ سرمدی (دائمی آواز) بھی مظہر ذات ہے تو بلاشبہ ہمیشہ انسان کے ساتھ رہے گا اور چونکہ حق بندے کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے، اس لیے سلطان الاذکار کی آواز، جو دونوں کانوں سے نکلتی ہے، یہ سب بندے سے متصل ہے اور چونکہ حق بندہ کہیں بھی ہو حق اس کے ساتھ رہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ما من نجوٰی ... معھم" (کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ یعنی اللہ نہ ہو اور نہ پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس (عدد) سے کم ہوتی ہے اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ہر حالت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے ...)

تو اسی آیت کے مطابق آوازِ ذات بھی جو بندے کے دونوں کانوں سے سنی گئی ہے، بندے کے ہمراہ رہتی ہے وہ خواہ کہیں بھی ہو۔ پیر کی حرمت کے طفیل اس فقیر کو یہ آواز بھی سارے جسم و جان بلکہ ہر ہر رونگٹے سے جاری ہے اور رواں ہے۔ سو اے ذکر کرنے والے تجھے لازم ہے کہ ہر آن اور ہر ساعت اس شغل (ذکر) میں مستغرق رہ، تاکہ بارگاہِ الٰہی عنایت تجھے اس موہوم ہستی سے پاک فرما دے اور تیری چشم عینیت، غیریت کے خس و خاشاک سے بھرنے نہ دے۔ اشعار

عشق در پردہ می نواز دساز   عاشقی کو کہ بشنود آواز

۱۔ "نحن" سے "الورید" تک سورۂ ق کی آیت ۱۶ کا ایک ٹکڑا اور باقی سورۂ الحدید، آیت ۴ کا ٹکڑا۔

۲۔ سورۂ المجادلہ، آیہ ۷ کا ایک ٹکڑا

عشق پردے میں ساز بجاتا ہے، ایسا عاشق کہاں ہے جو آواز سن لے

کس ندانست کہ منزلگہِ دلدار کجاست ‌ این قدر ہست کہ بانگِ جرسی می آید[1]

= کسی کو بھی یہ پتا نہیں چلا کہ دلدار کا ٹھکانا (پڑاؤ) کہاں ہے، ہاں اتنا ہے گھنٹی (قافلے) کی آواز آرہی ہے

در قافلہ کہ اوست، دانم نرسم ‌ این بس، کہ رسد ز دور بانگِ جرسم

= جس قافلے میں وہ ہے، میں دائم ڈرتا ہوں، اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے دور سے جرس کی آواز سنائی دے رہی ہے

مرا در منزلِ جاناں چہ جایِ عیش چون ہر دم ‌ جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا[2]

= میرے لیے محبوب کے ٹھکانے پر عیش کا کون سا موقع ہے، کہ ہر لمحہ جرس پکار رہی ہے کہ محملیں کس لو یعنی کوچ کی تیاری کرلو۔

حبسِ صغیر اور حبسِ کبیر کے طریقے کا بیان

اے بھائی یہ ایسا راستہ ہے جو تمام راستوں سے زیادہ دشوار ہے اور یہ ایسی منزل ہے جو تمام منزلوں سے زیادہ سخت ہے۔ آخر کار طالب وہ ہے جو طلب سے بے طلب ہو، کام (کار) سے بے کار، مراد سے بے مراد اور امید سے بے امید ہو جائے اور انجام کار محبت یہ ہے کہ وہ (سالک) اپنے تمام مقالات (باتیں) و مقامات اور حاجتیں اور مرادیں اور مقصودات و مطلوبات محبوب کی رضا میں ہار دے (چھوڑ دے) اور یہ مقام اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک تو پاؤں کو سر اور سر کو پاؤں نہ بنالے اور جسم کو دائمی ذکر و فکر، طاعت و ایثار اور توکل و قناعت میں نہ جھونک دے اور جان کو ریاضتِ شاقہ اور فقر و فاقہ سے ہلاک نہ کردے اور دل کو حبسِ صغیر کے طریق میں منہمک نہ کرلے۔

باخبر اور باشعور رہو جاکہ حبس دو قسم کا ہے: حبسِ صغیر اور حبسِ کبیر۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی تین وجہیں (طریقے) ہیں۔

۱۔ حافظ کا شعر ہے۔ پہلے مصرعے میں دلدار کی بجائے معشوق ہے۔ غزل کا مطلع ہے:
مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسی می آید ‌ کہ ز انفاسِ خوشش بوی کسی می آید
(دیوان ... حافظ شیرازی ... باہتمام حسین پژمان، تہران ص ۹۴)

۲۔ یہ بھی حافظ ہی کا اور دیوان کی پہلی غزل کا شعر ہے، جس کا مطلع ہے:
اَلا یا ایُّہا الساقی اَدِر کاساً و ناوِلہا ‌ کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا
(ایضاً۔ ص ۱)

حبسِ صغیر کے طریقے کا بیان

واضح ہو کہ حبسِ صغیر کا جلسہ (نشست) تین وجوں (طریقوں) پر ہے :

وجہ اول یہ کہ سالک کو چاہیے دو زانو ہو کر رو بہ قبلہ بیٹھ جائے، دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں کے اوپر رکھے، آنکھیں بند کر لے اور زبان کو حلق سے چپکا لے اور اندر سے سانس کو لفظِ "ھو" کے ساتھ ناف سے کھینچ اور سر کے اوپر لے جا کر ام الدماغ میں بند کر دے (روک دے) اور سر کو سینے پر رکھ کر آہستہ آہستہ سانس روک کر اندرونی آواز سے " لا الٰہ الا اللہ " کہے، اس طرح کہ زبان کو اس کی قطعاً خبر نہ ہونے پائے۔ تین چار مرتبہ یا پانچ مرتبہ کہے اور دائیں نتھنے سے " الا اللہ، الا اللہ " کہہ کر سانس چلائے لیکن پوری آہستگی سے سانس چھوڑے تاکہ کہیں گھٹ نہ جائے اور اس آہستگی سے چھوڑے کہ اگر نتھنے کے آگے روئی وغیرہ رکھے تو وہ ہرگز نہ اڑے۔ اسی طور آہستہ آہستہ کلمہ کو دو دو تین تین مرتبہ زیادہ کر کے (چالیس مرتبہ) تک پہنچا دے۔

دوسری وجہ (طریقہ) یہ کہ بایاں پاؤں دراز کرے اور دائیں پاؤں کو بائیں ران پر گھٹنے کے متصل رکھے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ لے اور داہنی کہنی کو دائیں ران پر رکھ کر دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے دایاں نتھنا بند کر لے اور بائیں نتھنے سے لفظِ "ھو" کو آوازِ درونی سے اوپر کھینچ کر ام الدماغ میں بند کر لے (روک لے) اور " لا الٰہ الا اللہ " کو، سانس روک کر، آوازِ درونی سے دہرائے، اس حد تک کہ دم نہ گھٹنے پائے اور جب گھٹن کے قریب پہنچے تو " الا اللہ، الا اللہ " آہستہ آہستہ کہہ کر سانس شروع کرے۔ اسی طرح " لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ " ہر روز زیادہ کرتا چلا جائے تاکہ چالیس بار تک پہنچ جائے۔

تیسری وجہ یہ کہ مربع بیٹھے (آلتی پالتی مارے) اور دایاں پاؤں بائیں ران پر، اور بایاں پاؤں دائیں ران پر رکھے اور دایاں ہاتھ پشت کے پیچھے پھرا کر دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ لے اور لفظِ "ھو" کو آوازِ درونی سے، لطیفۂ نفسی سے کھینچ کر لطیفۂ سری اور خفی کے درمیان سے اخفی تک کھینچ کر ام الدماغ میں روک لے اور " لا الٰہ الا اللہ "، سانس بند کر کے آہستہ آہستہ درونی آواز سے کہے تاکہ سانس، دم گھٹنے نہ پائے اور جب دم گھٹنے کے قریب پہنچے " الا اللہ، الا اللہ " کہہ کر سانس چھوڑ دے۔ اسی طرح دو دو تین تین مرتبہ کلمہ کو زیادہ کر کے چالیس بار تک پہنچائے۔

اس قدر ذوق و شوق اور سلطان الاذکار میں ترقی نیز اللہ تعالیٰ کی ذاتی و صفاتی تجلیات میں ترقی ہو گی کہ زبان اس کے بیان سے تا مرگ کوتاہ ہے۔

حبسِ کبیر کے طریقے کا بیان

واضح ہو کہ حبسِ کبیر کی نشست کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ کہ سالک کو چاہیے کہ دوزانو ہو کر قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر رکھے، آنکھیں بند کر لے اور زبان کو حلق سے چپکا لے اور اندر سے سانس کو لفظِ "ھو" کے ساتھ ناف سے کھینچے اور سر کے اوپر لے جا کر ام الدماغ میں بند کر دے۔ سالک سر کو سینے پر رکھ کر آہستہ آہستہ سانس روک کر آوازِ درونی سے "لا الٰہ الا اللہ" کہے، اس طور کہ زبان کو اس کا بالکل پتا نہ چلنے پائے۔ تین چار بار یا پانچ مرتبہ کہے اور دائیں نتھنے سے "الا اللہ، الا اللہ" کہہ کر سانس شروع کرے لیکن پوری آہستگی سے سانس کو چھوڑے تاکہ وہ گھٹنے نہ پائے اور اس آہستگی سے چھوڑے کہ اگر روئی اور پختہ (روئی) نتھنے کے آگے رکھے تو وہ ہرگز نہ اُڑے۔ اسی طرح کلمہ کو دو دو تین تین بار زیادہ کر کے چالیس مرتبہ تک پہنچائے۔

دوسرا طریقہ یہ کہ بایاں پاؤں دراز کرے اور دائیں پاؤں کو ران کے اوپر گھٹنے سے ملا کر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ لے اور داہنی کہنی داہنی ران پر رکھ کر دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے دایاں نتھنا بند کرے اور بائیں نتھنے سے لفظِ "ھو" آوازِ درونی سے کھینچ کر ام الدماغ میں بند کرے اور "لا الٰہ الا اللہ" کو، دم سانس روک کر آوازِ درونی سے دہرائے، اس قدر کہ سانس گھٹنے نہ پائے اور جب وہ (سانس) گھٹنے کے قریب پہنچے تو "الا اللہ، الا اللہ" آہستہ آہستہ کہہ کر سانس شروع کرے۔ اسی طرح "لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ"، ہر روز زیادہ کرتے ہوئے چالیس مرتبہ تک پہنچا دے۔

تیسرا طریقہ یہ کہ آلتی پالتی مار کے بیٹھے، دائیں پاؤں کو بائیں ران پر اور بائیں پاؤں کو دائیں ران پر رکھے اور دایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے گھما کر دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ لے اور لفظِ "ھو" کو آوازِ درونی کے ساتھ لطیفۂ نفسی سے کھینچ کر لطیفۂ سِری اور خفی کے درمیان سے اخفیٰ تک لے جائے اور ام الدماغ میں بند کرے اور "لا الٰہ الا اللہ" سانس روک کر آہستہ آہستہ آوازِ درونی کے ساتھ کہے تاکہ سانس گھٹنے نہ پائے اور جب دم رکنے کے قریب پہنچے تو "الا اللہ، الا اللہ" کہہ کر سانس چھوڑ دے۔ اسی طرح دو دو تین تین بار کلمہ کو زیادہ کر کے چالیس مرتبہ تک پہنچائے۔

اس قدر ذوق و شوق اور سلطان الاذکار کی ترقی اور خدا تعالیٰ کی ذاتی و صفاتی تجلیات میں ترقی ہو گی کہ زبان اس کے بیان سے قاصر اور کوتاہ ہے۔

حبسِ کبیر کے طریق کا بیان:

واضح ہو کہ حبسِ کبیر کی نشست کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریق یہ کہ سالک کو چاہیے کہ ہر دو چوتڑ

کھڑے کرتے برابر رکھے اور طرفوں کا سہارا لے

زمین پر محکم رکھ کر دونوں پاؤں کے ٹخنوں باہم تو ملائے اور دونوں زانو دونوں زانوں یا چادر لے کر اسے پیٹھ کے پیچھے گھما کر دونوں پنڈلیوں کو مضبوطی سے باندھ لے اور دونوں کہنیاں دونوں جانب پر رکھے، پھر دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کی چھوٹی انگلیوں سے نچلے ہونٹ کے دونوں اطراف مسدود کرلے اور دونوں ہاتھوں کی چھوٹی سے بعد کی انگلیوں سے اوپر والے ہونٹ کے دونوں بند کرلے، اور دونوں ہاتھوں کی درمیانی انگلی سے دونوں نتھنے قبض (بند) کرلے اور دونوں ہاتھوں کی انگشتہائے شہادت سے دونوں آنکھیں زور سے ڈھانپ لے۔ پھر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دونوں کانوں کے سوراخ زور سے بند کرلے۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ کی وسطی انگلی نتھنے سے اٹھا لے اور سانس کو بلفظِ "ھو" کے ساتھ صدا سے اندر وہاں سے کھینچ کر سر تک پہنچائے اور ام الدماغ میں روک لے۔ اور وسطی انگلی کو دائیں نتھنے پر، جہاں سے اٹھائی تھی، رکھ کر بند کردے اور "لا الٰہ الا اللہ" کو درونی آواز کے ساتھ شروع کرے۔ پنج مرتبہ، کم یا زیادہ کہہ کر پوری طرح بتدریج دائیں ہاتھ کی وسطی انگلی کو نتھنے سے ہٹا کر "الا اللہ الا اللہ" کہے اور سانس کو چھوڑ دے اور اس طرح چھوڑے کہ روئی اور پختہ سوسانس کی ہوا سے نہ اڑے، اسی طرح "لا الٰہ الا اللہ" کہہ کر آہستہ آہستہ کلمہ زیادہ کرکے چالیس مرتبہ تک لے جائے۔ یہ جو سانس اندر لے جانا اور سانس کو باہر چھوڑنا ہے تو یہ جناب مقدس حضرت غوث الثقلین کا لایا ہوا شغل ہے، جسے "غوث الثقلین" کا نام دیا گیا ہے اور "حبسِ کبیر" نام بھی مشہور و معروف ہے۔ بیت :

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

= آنکھ بند کرلے، کان بند کرلے اور ہونٹ بند کرلے، پھر اگر تو حق کا راز نہ دیکھے تو مجھ پر ہنس

دوسرا طریقہ یہ کہ: دونوں پاؤں پر بیٹھ جائے اور دونوں پاؤں زمین پر مضبوطی سے رکھ کر دونوں سرین (چوتڑ) زمین سے لگادے اور دونوں ہاتھ کی کہنیاں دونوں گھٹنوں پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کی چھوٹی انگلیوں سے نچلے ہونٹ کی دونوں طرفوں کو اور دونوں ہاتھوں کی چوتھی انگلیوں (چھوٹی کے بعد کی انگلیوں) سے اوپر کے ہونٹ کی دونوں طرفوں کو بند کرے اور دونوں ہاتھوں کی وسطی انگلیوں سے نتھنوں کو اور دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں سے بصر بینی (آنکھ بینائی) کو کہ وہ عینین (دو آنکھیں) ہیں، مسدود (بند) کرے اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے کانوں کے سوراخوں کو قبض (بند) کرے اور دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کو دائیں طرف کے نتھنے سے اٹھا کر لفظِ "ھو" کو نتھنے سے اندرونی سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور دماغ میں روک کر انگلی نتھنے پر رکھ دے اور بند کرکے لفظِ "الا اللہ، الا اللہ" کے ساتھ سانس شروع کرے تاکہ دم گھٹنے نہ پائے۔ اسی طرح آہستگی سے دو دو تین تین مرتبہ کلمہ کو زیادہ کرکے چالیس مرتبہ تک لے جائے۔

تیسرا طریقہ یہ کہ: دونوں رکبتین کو، کہ انہیں زانو کہتے ہیں، زمین سے لگا کر اور دونوں عقب پا کو، کہ انہیں

ایڑی کہتے ہیں، باہم جوڑ کر اور دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایک پاؤں کو مقعد، جسے قلب نیلوفر کہتے ہیں، کے نیچے رکھ

کر (دا ب) بند کرے، اس طرح کہ سانس مقعد سے باہر نہ نکلے اور اس صورت میں آدمی گویا نیم قدم ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد نچلے ہونٹ کے دونوں طرف دونوں ہاتھوں کی چھوٹی انگلیوں سے بند کر لے اور دونوں ہاتھوں کی چوتھی انگلیوں

سے اوپر کے ہونٹ کے دونوں طرف مسدود کر لے اور دونوں ہاتھوں کی درمیانی انگلیوں سے ناک دونوں سوراخ (نتھنے)

قبض (بند) کر لے اور دونوں انگشتہائے شہادت سے دونوں آنکھیں بند کر لے، جبکہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے

دونوں کانوں کے سوراخ زور سے مسدود (بند) کر لے۔ پھر دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی ناک کے نتھنے سے اٹھا کر اندرونی آواز

کے ساتھ اسم "ھو" کی آواز اٹھائے اور سانس کو ام الدماغ میں روک لے اور پھر انگلی کو اسی جگہ رکھ کر "سمیع البصیر،

علیم علیم، سمیع، بصیر بصیر، علیم، سمیع" (ان نو اسماء) کو عروج (اوپر لے جانا) اور نزول (نیچے

لانا) کے طریقے سے کہے، اس حد تک کہ دم گھٹنے نہ پائے اور جب دم رکنے کے قریب ہو تو "اللہ اللہ" یا "ھو ھو"

کہہ کر سانس چھوڑ دے اور اسی طرح بہ بہت دہرائے تاکہ تجلیات الٰہی کا مورد اور لا محدود بارقات کا مصدر ٹھہرے۔

اور یہ اسمائے شریف حضرت غوث الثقلین نے بنفسِ نفیس خود اس بندہ کے حقیقی پیر و مرشد حضرت ابو الفرح محمد فاضل الدین

صاحب کو ارشاد فرمائے ہیں۔ اشعار:

= میرا سانس تیری بزم میں، سیکڑوں جگہ بیٹھ بیٹھ کر آ رہا ہے۔ صبا تیرے چہرے کے آگے دست بستہ آتی ہے

= میں اس قدر نحیف و نزار ہو چکا ہوں کہ تیرے غم میں، جب تک میں ہوں، سانس سینے سے دو سو جگہ ٹوٹ ٹوٹ

کر آتا رہے گا۔

= ہم خود نہیں ہیں، حقیقت وہ ہے، جب تو دیکھے، عنقا مکر کے ساتھ مکھی کی صورت میں آیا ہے

= جب مکھی نے مست ہاتھی کو جنم دیا تو ہاتھی کی پشت پر مچھر، مہاوت بن گیا۔

— × —

چوتھا باب

مراقبوں اور تصورات کے بیان میں

اے بھائی، تقدیر الٰہی کے کارخانے دیکھ کر اور ملاحظہ کر کے میں متحیر ہوں، اس لیے کہ جو کوئی دنیا میں وجود میں آیا وہ محض حق تعالیٰ کی معرفت و شناخت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے جن و انس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں[1]" یعنی تاکہ مجھے پہچانیں۔ اور کسی کو اس حال کے وصال کا خیال نہیں ہے بلکہ ہر کوئی نادانی کے خیال میں (یعنی نادانی کے سبب) ہستی موہومی (جس کا وجود نہ ہو) کے خیال میں گرفتار ہے۔ خدا کرے کہ "توئی" (تو ہے)، "منی" (میں ہوں) اور دوئی (دو ہونا) کا پردہ آنکھوں پر سے اٹھ جائے تاکہ خدا کو بے پردہ دیکھا جا سکے۔

اے بھائی، جب اذکار شریف میں مشغول رہنے اور لطیف لطائف کے استعمال سے خدائی انوار اور ربانی اسرار تجھ پر آشکار ہو گئے اور محجوبیت کا پردہ اور غفلت کا غشاوہ (پردہ) تیری بصیرت کی آنکھ سے اٹھ گیا اور تیری خوش بختی کا ستارہ اوہام کی پستی سے ظہور کی بلندی پر ظاہر ہوا اور حق کے ادراک کی استعداد تیری عقل اور تیرے نفس میں سرایت کر گئی تو اب تیرے سامنے بعض اسرار کا بیان ضروری ہو گیا۔

سن سن، مراقبوں اور تصورات کا جو طریق اس فقیر کو اپنے کریم اور رحیم مرشد سے معلوم اور مفہوم ہوا ہے، وہ تحریر و بیان میں لایا جا رہا ہے۔ اور وہ یہ ہے:

سالک کو چاہیے کہ سب سے پہلے وہ اپنے وجود کا مراقبہ اور تصور کرے اور اپنے وجود کا یہ مراقبہ مرشد کامل کی تعلیم پر موقوف ہے اور مربی واصل کی زبان پر مقصود ہے۔ فقیر کے مکمل کامل مرشد نے اس طرح امر فرمایا ہے:

کہ انسانی بدن کی حقیقت کا مطالعہ کیے اور اسے سمجھے بغیر، کہ یہ انسانی وجود محض ایک ایسی شے ہے جس کا کوئی وجود نہیں ہے اور باقی اور موجود صرف وجودِ ذات ہے، آدمی ہیچ ہے اور نادانِ محض، اسی بنا پر اولیاء اللہ نے دینی بھائیوں اور محبانِ یقینی کی تعلیم کے لیے "شغل تلاوت الوجود" کے شغل میں تصور فرمایا ہے۔ اس عظیم العمل شغل کے مسلسل کرتے رہنے سے وجودِ وہمی کی نفی ہو جاتی ہے۔ چونکہ میرے مرشد کے فرمان کی

۱۔ سورۂ الذاریات، آیت ۵۶

توضیح (توقیع ؟) گراں قدر ہے اور حکم بجالانا فرض ، اس لیے اس کا مسلک یہاں پیش کرتا ہوں ۔

تلاوۃ الوجود کے شغل کے طریق کا بیان :

اے بھائی ، سالک کو چاہیے کہ وہ کلمۂ طیبہ کو اپنے پورے وجود پر پھرائے اور اپنے جسم کو تلقین و تعلیم کرے اس طریق سے کہ لفظ "لاؔ"، جو وجودِ خیالی کی نفی کرنے کا تصور ہے ، قلبِ صنوبری سے کھینچ کر سر کے اوپر ، ام الدماغ کے اندر ، کہ وہ (ام الدماغ) قلبِ احمر ہے ، قلبِ بے رنگ اور مدوّر قلب ہے ، لے جا کر پس پشت نزول (نیچے لانا) کر کے بائیں سرین اور بیٹھنے کی جگہ (مقعد) ، کہ وہ قلبِ نیلوفر ہے ، لے جا کر زیادہ بائیں پاؤں کی پشت پر لے جائے اور وہاں سے عروج (اوپر لے جانا) کرے لطیفۂ نفسی کی طرف اور وہاں سے لطیفۂ سِرّی میں لے جا کر عروج کرے ام الدماغ کی دائیں جانب اور وہاں سے نزول کرے دائیں ہاتھ کی پشت کے پیچھے ہو کر وہاں سے دائیں سرین پر لے جا کر دائیں پاؤں پر لے آئے ۔ وہاں سے عروج کرے لطیفۂ روحی کی طرف لا کر سِرّی میں لگا کر "اِلّا اللہ" کی ضرب دل پر لگائے اور یہ ملاحظہ و مراقبہ اور تصور کرے کہ میرا یہ وجود ایک خیالی وجود ہے اور محض لا شئے (کچھ بھی نہیں) اور باقی اور موجود وہ حقیقی ذاتِ واحد ہے ، جو فی نفسہٖ موجود ہے اور موجودِ موجودات اور تمام کائنات کا مظہر ہے ، اور پھر "محمد رسول اللہ" سِرّی اور نفسی میں کہے ۔

اسی طریق سے ہر روز ایک مرتبہ بالطبع تخلیہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھ کر کلمۂ طیبہ کو ، جو ہم نے لکھ دیا ہے ، اچھی طرح سمجھ کر اپنے جسم کو سمجھائے اُس سبق کی طرح جو بچوں کو پڑھاتے اور سمجھاتے ہیں اور وہ پڑھتے اور سمجھتے ہیں ۔ پس سالک ہر روز بلا ناغہ اپنے جسم کو تعلیم دے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ چالیس دنوں تک معاملہ کرسی نشین ہو جائے گا اور تو غلامی سے بادشاہی تک پہنچے گا ، شاہی تاج تیرے سر پر ہوگا اور تیرے فرق (سر کی مانگ) پر کیخسروانہ کلاہ (ٹوپی) رکھیں گے ، اس (خدا) کے فضل (رکھیں گے (یعنی قضا و قدر والے)) اور بے حد کرم سے ۔ رباعی :

اے (ذاتِ حقیقی) تیرے غیر کی تیری طرف پہنچ نہیں ہے ، کوئی مسجد اور کوئی دیر تجھ سے خالی نہیں ہے ،
میں نے سب طالبوں اور مطلوبوں کو دیکھا ہے ، مختصر یہ کہ تو ہی ہے اور درمیان میں کوئی نہیں ہے ۔

شغلِ محمود اور شغل سلطان نصیرا کے طریق کے بیان میں :

اے بھائی ، ہر شے کی حقیقت ، اصل میں کچھ نہیں ہے اور وہ نابود ہے ، اس کا قطعاً کوئی وجود نہیں ہے اور وجود اس ذات کا ہے جو قائم بذاتِ خود ہے اور موجودات کی ذات اُس کے وجود میں قیام و ایجاد رکھتی ہے" معاملہ

عنایت سے ہے، باقی ممنون بانا۔ بلکہ اے بھائی چونکہ بزرگوں کا عمل نجات سرمدی اور حیات ابدی کا موجب اور امرِ بندگی ہے، اس لیے "شغل محمود" اور "شغل سلطان نصیرا" کا اظہار ضروری ہے اور وہ یہ ہے - (تیرے سامنے)

شغل محمود کا طریق :

سالک کو چاہیے کہ اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھ کر نظر دونوں ابروؤں کے مابین رکھے اور لفظ "اللہ اللہ" کو دونوں ابروؤں کے درمیان تصور کرے، آنکھ اس طرح کھلی رکھے کہ آنکھ کی پلک نہ جھپکے اور دلی آواز سے "اللہ اللہ" کی تکرار کرے، اس طور کہ زبان کو اس کی بالکل خبر نہ ہونے پائے۔ یا پھر لفظ "ھُوھُو" کو دونوں ابروؤں کے درمیان ملاحظہ کرے اور آنکھوں کو کھلا رکھ کر نظر دونوں ابروؤں کے درمیان پیشانی پر رکھے اور "ھُوھُو" کا لفظ آوازِ درونی سے کہے، اس طرح کہ زبان کو اس کا کوئی اثر نہ ہو۔ یا لفظ "محمدؐ" ابروؤں اور دونوں آنکھوں کے درمیان تصور کرے۔ یا "اللہ" اور "محمد" دونوں لفظ اکٹھے کر کے ملاحظہ کرے۔ عنایتِ الٰہی اور میرے مرشد کی توجہ سے فراوان تجلیات اور بے پایاں انوار ظہور میں آئیں گے۔ ان تصورات اور مراقبوں میں ایک نور برق کی طرح تاباں اور درخشاں نظر آتا ہے۔ اگر خدا نے چاہا ہے تو معلوم ہو جائے گا۔ شعر :

= دنیا میں خدائی راز پنہاں دیکھ بالکل اس طرح جیسے آبِ حیات تاریکی میں پوشیدہ ہے

شغل سلطان نصیرا کا طریق :

اے بھائی سالک کے لیے لازم ہے کہ اور ضروری کہ وہ شغل سلطان نصیرا میں مشغول ہو اور وہ اس طرح کہ لفظ "اللہ اللہ" یا لفظ "ھوھو" کو ناک کے سوراخ (نتھنے) پر ملاحظہ کرے اور دونوں آنکھوں کو کھلا رکھ کر نظر نتھنے پر رکھے اور پلک بالکل نہ جھپکے اور درونی آواز سے "اللہ اللہ" یا "ھوھو" اس طرح کہے کہ زبان کو اس کی ذرہ برابر بھی خبر نہ ہو، دائیں نتھنے پر نظر اس طرح جمائے کہ محو در محو ہو جائے۔ اور جہان اور اہلِ جہان کی کوئی خبر، خود اور اپنی خودی کی کوئی نظر نہ ہو اور غیر و غیریت کا کوئی اثر نہ رہے، اس شغل میں اس حد تک مشغول رہے کہ دل سے ماسوی اللہ کا خطرہ نکل جائے اور اپنی صفات سے فانی ہو جائے اور اس کی ذات میں باقی ہو جائے (بقا پا جائے)۔ اشعار :

= اے ذات کبریا، جمال ایک پُر نور مطلع (طلوع ہونے کی جگہ) ہے، ہر جگہ تیرا ہی حسن دیکھا گیا ہے۔

= تو مکمل ظہور کے ساتھ ظاہر ہے، لیکن حقیقت میں تو نہاں اور مستور ہے۔

= تیرے حسن کا وصف کیونکر بیان ہو سکتا ہے، کیونکہ تو ہی حاکم ہے اور تو ہی مشہور۔

= کہاں میں اور کہاں تیری توصیف، افسوس صد افسوس، عقل و شعور اور خیال سے تو مخفی ہے۔

تبرک کے لیے رباعیات لکھی گئیں :

= اے ~~وصی کے~~ کرار حیدر شاہ سوار، مدد کا وقت ہے، اے والی ہشت و چار (چوراسی، ۸۴) مدد کا وقت ہے، ایک عجیب مشکل کام ہم کو آ پڑا ہے، اے ذوالفقار کے مالک، مدد کا وقت ہے۔

= نجف کے بادشاہ، عرب کے سردار، عجم (ایران وغیرہ) کے خسرو (بادشاہ)، یہ دیوانہ ہر لمحہ آپ کی چشم مست نگاہ پر قربان ہو، میرے حال پر از روئے عنایت توجہ فرمائیے، یا مرتضیٰ علیؓ ولیؓ صاحب کرم

= محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا موئے مبارک اہل جنوں کے لیے زنجیر ہے، حضورؐ کا خم ابرو عبادت کی محراب ہے، جب حضورؐ کے روئے مبارک کے پسینے سے پھول ٹپکا تو بلبل جان حضورؐ کے چہرے پر شیفتہ ہو ہو گئی۔

= اے حضرت غوث پاک، مدد کا وقت ہے، سینہ درد سے زخمی ہو گیا ہے، مدد کا وقت ہے۔ اپنی حفاظت میں مجھے غموں سے محفوظ فرمائیے گا، ہمارے لیے آپ کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، مدد کا وقت ہے۔

شغلِ ہمہ اوست کا بیان :

اے بھائی، کامل عارفوں، مکمل واصلوں، صادق عاشقوں اور واثق طالبوں نے نفس امارہ کی شکست اور نفسِ لوامہ کی تعلیم، نفسِ ملہمہ کے تزکیہ اور نفس مطمئنہ کے تصفیہ و اطمینان کے لیے کچھ شغل مقرر فرمائے ہیں تاکہ سالک ان افعال کے استعمال سے اور ان اشغال میں مشغول رہ کر شب و روز دل افروز رہ کر اپنی عمر گرامی کو، جو ملک عجم کی قیمت سے بھی زیادہ قیمتی ہے، رائیگاں بسر نہ کرے اور شب و روز خاص توجہ سے اس یار کو حاصل کرلے جس کا کوئی یار (ثانی) نہیں ہے۔ اس بناپر ان اشغال پر بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے، کیونکہ شبینہ مداومت سے اور روزینہ (ہر روز کی) مداومت (ثابت قدمی) سے حواس میں کچھ لمعات (روشنیاں) اور انفاس میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے اشغال کے علاوہ ایک شغل "ہمہ اوست" کا ہے جو کہ انسانیت کا بہترین نتیجہ اور آدمیت کا خوب ترین وثیقہ حاصل ہوتا ہے اور عینیت کے ادہام آپ سے ختم ہوتے اور غیریت کے ستم جاتے رہتے ہیں۔ وہ یہ ہے :

"ہمہ اوست" کے شغل کا طریق :

= اولم اوست، آخرم اوست، ظاہرم اوست، باطنم اوست، ہمہ اوست، حاضرم اوست، ناظرم اوست، جانم اوست، جانانم اوست، ہمہ اوست =
مغزم اوست، استخوانم اوست، گوشتم اوست، پوستم اوست، ہمہ اوست۔
(میرا اول وہ ہے، میرا آخر وہ ہے، میرا ظاہر وہ ہے، میرا باطن وہ ہے، سب کچھ وہ ہے)

= (میرا حاضر وہ ہے، میرا ناظر (دیکھنے والا) وہ ہے، میری جان وہ ہے، میرا جاناں وہ ہے، سب کچھ وہ ہے)

= (میرا مغز وہ ہے، میری ہڈی وہ ہے، میرا گوشت وہ ہے، میری جلد وہ ہے، سب کچھ وہ ہے)

سالک کو چاہیے کہ ان الفاظ کے معانی کو پورے طور پر دل میں بٹھا کر اس طرح مشغول ہو کہ شاغل (ذکر کرنے والا) اور مشغول ایک ہو جائیں اور "اوئی توئی" (وہ ہے، تو ہے) اور عینیت اور غیریت ایک طرف رہ جائے۔ بندہ عین خدا اور خدا عین بندہ ہو جائے، بلکہ خدائی اور بندگی (بندہ ہونا) کے لیے کوئی جگہ نہ رہے، بہرحال ظاہری آنکھ بند کرے اور چشم ابرو کھول کر آہستہ آہستہ یہ الفاظ دل میں کہے تاکہ اُن کے آثار ایک اچھے طریقے سے ظاہر ہوں۔ اشعار:

= میری جان وہی ہے، میری جاناں وہی ہے، دل میں وہی ہے، جان میں وہی ہے، میرا معبود، میرا مقصود، میرا ظاہر، میری جان کے اندر پنہاں وہی ہے۔

= گھر میں میرا مونس وہی ہے، اگر میں راہ چلتا ہوں تو میرے ہمراہ وہی ہے، یہاں وہی، وہاں وہی، جو چیز بھی میں دیکھتا ہوں سب میں وہی وہ ہے

= ہمسایہ اور ہم نشین اور ہمراہ ہمہ اوست (سب کچھ وہی ہے)، گدا کی گدڑی میں اور بادشاہ کی اطلس میں وہی ہے۔

= انجمن فرق (منتشر انجمن؟) اور جمع یعنی جماعت کے نہاں خانے میں، خدا کی قسم "ہمہ اوست" پھر خدا کی قسم "ہمہ اوست"۔

= بتوں کی شکل پر عشاق کا رہزن حق ہے، دور بلکہ عیاں، سارے آفاق میں حق ہے۔

= جو چیز کہ دنیا کی تقیید کی رو سے ہے، واللہ کہ وہی ... حق کا اطلاق ہے۔

بے سر شغل کا بیان:

اے بھائی تحریری (یعنی فرض) نمازیں، کہ کسی کے لیے بھی ان سے چھٹکارا نہیں ہے، تمام خلائق کے لیے عین فرض ہیں اور یہ پانچ کی نمازیں ہیں، جن کی دو قسمیں ہیں: نمازِ علما اور نمازِ فقرا۔ علما کی نماز فقہ کی کتب سے ہر کسی کو معلوم ہے اور واضح ہے کیونکہ "عابدوں اور عابد اور عبادات میں، مختلف درجے ہیں جن کی اس مختصر عبارت میں تفسیر ممکن نہیں ہے؛ جب کہ فقرا کی نماز یہ ہے کہ عابد و معبود اور عبادت میں وحدت و یکتائی ہوتی ہے، کیونکہ فقرا تکبیر، قیام، رکوع اور سجود و قعود میں تصورات کو ہمیشہ نظر رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ رباعی

= زاہدوں کی نماز سجدہ سجودی ہے جبکہ عاشقوں کی نماز ترکِ سلام ہے۔ میں خرابات میں نماز ادا کرتا ہوں، نہ کوئی رکوع ہے، نہ کوئی سجود ہے اور نہ کوئی قیام۔

شغلِ بے سر کا طریقہ :

ہر کسی پر یہ واضح اور روشن ہے کہ علما کسی جانور کو ذبح کرتے وقت "بسم اللہ، اللہ اکبر" کی تکبیر کہتے ہیں تاکہ
رُوئے شریعت اور ملتِ بیضا کی رُو سے جانور کا حلال ہونا درست ہو - اسی طرح فقرا تکبیرِ تحریمہ کے وقت تصورات
کرتے ہیں تاکہ طریقت میں عملیاً نماز درست ہو، اور وہ یہ ہے :
سالک کو چاہیے کہ جب وہ تکبیرِ تحریمہ "اللہ اکبر" کہے تو اپنے سر کو ہلا کر اور جنبش دے کر نیچے گرادے اور یہ
تصور کرے کہ میرا سر خدا تعالیٰ کی راہ میں کٹ گیا اور خدائے بزرگ و برتر کے عشق و محبت میں مقبول و ذبح ہوگیا، کہ اس کے قتل کا مرتبہ
شہدائے احد کا سا ہوگا۔

سو جب سالک قیام کی حالت میں ہو تو خود کو "الف" تصور کرے اور الف سے مراد وہ ذاتِ احدیت
ہے، وہ تصور کرے کہ میں ذاتِ اللہ ہوں اور وہ خود، بذاتِ خود، قیام اور قرأت کی حالت میں ہے؛
اور جب حالتِ رکوع میں ہو تو خود کو "لام" تصور کرے اور لام سے مراد عالم کبیر ہے جو عرش سے لے کر
تحت الثریٰ تک ہے - وہ (سالک) یہ جانے کہ عالم کبیر میرا مظہر ہے اور میں اس کا ظاہر ہوں، یا لام
سے مراد وہ لام ہے جو لفظ "اللہ" میں ہے - تو یہ بھی بمعنی اللہ ہی ہے - وہ یہ تصور کرے کہ وہ
از خود، بذات خود رکوع میں ہے اور جب سجدے میں ہو تو خود کو "ہا" تصور کرے - "ہا" سے مراد اس
ذات کی ہویت (شخصیت، مرتبۂ وحدت) ہے۔ تصور کرے کہ وہ (اللہ) خود، بذاتِ خود، سجدے میں ہے -

اور جب قعود میں ہو تو تصور کرے کہ میں محمدؐ ہوں (م ح م د)، لہٰذا اس طرح کہ اپنے سر کو میم اور
زانو پر رکھے ہوئے ہاتھ کو "ح"، کمر کو دوسرا میم اور پاؤں کو "د" تصور کرے؛ دائیں طرف اور بائیں
طرف ذاتِ محمدؐ کا تصور کرے اور پورے یقین کے ساتھ یہ جانے کہ خدا نماز کے شروع میں میری
صورت میں ہے اور محمدؐ، نماز ادا کرنے کے دوران میں اور آخر میں، میری صورت میں ہیں؛ کیونکہ
انسان میں باقی رہنے والی دو صفتیں ہیں، عبودیت کی صفت اور ربوبیت کی صفت - عبودیت کی صفت عبد (بندہ)
کی ظاہر میں ہے اور باطن میں رب - لہٰذا ان دو صفات سے نماز شروع اور ختم کرے - اشعار :

= مذہب حق میں گفت و شنید کا ڈھنگ کچھ اور ہی ہے - یہاں شبلی و جنید اور بایزید کسی اور ڈھب کے ہیں -
= میری اور تیری نماز سے کوئی چیز حل نہ ہوگی، قبول کی درگاہ کی چابی کچھ اور ہی ہے -
= عاشقوں کی رسم و راہ کچھ اور ہے، ان کی آنکھوں کی نگاہ کچھ اور ہی ڈھب کی ہے -
= وہ (عشاق) ہر ہر لمحہ اور ہر ہر پل زندہ ہو سکتے ہیں ان کی عمر کے سال و ماہ کچھ اور طرح کے ہیں -
= عشق کی منزل کا مکان (جگہ) کچھ اور ہی ہے - اس راہ کے مرد کا نشان کچھ اور ہی ہے -
= جب زخم دل کو لگتا ہے اور خون آنکھوں سے بہنے لگتا ہے - اس قسم کے تیر کی کمان کچھ اور ہی ہے -

۵۱

شغلِ نبات کا بیان :

اے بھائی، عاشقانہ کلمات کی کوئی انتہا نہیں ہے اور نہ عارفانہ حکایات ہی کی کوئی حد ہے۔ عاشق کے کام کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنی رضا کو دلدار کی رضا میں ہار دے اور محبت کی غایت یہ کہ اپنی خواہش کو محبوب کی خواہش میں ہلا دے۔ شعر:

= اس کی خوش بختی کے کیا کہنے ہیں جسے اس کا محبوب یاد کرے اور اسے بندِ غم اور الم کی تکلیف سے نجات دلائے۔

شعر: = کیسا عجیب معاملہ اور کیا طرفہ ماجرا ہے کہ ایک گدا ایک بادشاہ کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔

عارفِ کامل کی زبان اور مرشدِ واصل کی نطق سے اس مسکین کی سماعت اور اس پُر تقصیر فقیر کی شنوائی میں یوں اس طرح پہنچا ہے کہ اس عاشقوں کے شمس، مشتاقوں کے بدر، اولین اور آخرین کے نجم، متقدمین (پرانے قدیمی) اور متاخرین (بعد میں آنے والے) کے نور، ملت اور دین کو زندہ کرنے والے ابو محمد محی الدین نے اپنے خاص نائب اور اپنے شہابِ ثاقب، کامل مکمل ابو الفرح محمد فاضل (سے) کو ارشاد فرمایا کہ وہ ثابت قدمی سے شغلِ نبات کے طریق پر راسخ ہوں۔ ۵۳

اور وہ یہ ہے:

طریقِ شغلِ نبات :

سالک کو چاہیے کہ کسی ایسی جگہ، جہاں بیری کے درخت بہت بہت کثرت سے ہوں، جا کر ایک درخت کو، جس کی جڑ اور تنا پھل اور شاخوں سے خوب لدا ہو، اپنی نظروں کے سامنے رکھے اور اپنی دونوں آنکھوں کے روبرو متمرکز کرے، پھر دونوں آنکھیں کھول کر ظاہری نظر اور نظرِ بصیرت اس درخت پر جما دے اور پھر اپنی نظر اس درخت سے ہٹا کر اپنے جسم کی طرف ڈالے۔ یہ ملاحظہ اور تصور کرے کہ میرا جسم اس بیری کے جسم کی مانند ہے؛ عشقِ حق کی آگ اور ذاتِ مطلق کی آتش آئی اور اس نے اس بیری کے درخت کو، کہ میرا جسم ہے، پوری طرح جلا کر خاکستر بنا دیا ہے اور چلی گئی، اس طرح کہ بیری کے اس درخت کا، جو حقیقت میں میرا بدن ہے، کوئی پتا، ٹہنی اور پھل تک نہیں بچا، برگ و بار کا نام و نشان تک نہیں بچا اور نہ اس نے چھوڑا کہ رہ جائے بلکہ سراسر جلا کر اسے مٹھی بھر خاک گرد بنا کر اسے اوپر فضا میں بکھیر دیا۔

اس حد تک مراقبہ کرے کہ اس کے جسم کی کوئی باقی اور ملحوظ نہ رہے بلکہ محو در محو ہو اور لاشے ہو جائے۔ سن سن، اے بھائی، عشق ایک ایسی نار ہے جو توحید کے شمسِ بازغہ (منور) کے مشرقستان سے روشن ہوئی اور ایک ایسا نور ہے جس نے وحدت کے بدر کے لمعستان (روشنی کی جگہ) سے ایک شعاع حاصل کی ہے۔ وہ اپنے دلدادہ محبوں کو وسوسوں کے خارزار کے سپرد کرا دیتا اور دل باختہ عاشقوں کو

چمک اور تابش سے گرا دیتا ہے ۔ اشعار:

= عشق ہے جو دنیا میں بہت زیادہ جلوہ گر ہوتا ہے کبھی بادشاہ کے لباس میں اور کبھی فقیر کی گدڑی میں ۔
= عشق، آگ ہے، بوڑھوں اور جوانوں کو بتادو، میں تو بے خبری میں مارا گیا، دوسروں کو بتادو ۔
= عشق ہر عالم سے بلند تر ہے، عشق فرش اور عرش سے زیادہ بلند ہے ۔
= عشق کیا ہے؟ سب سے برتر شے ہے، عشق، غوثؓ ہے، مصطفیٰؐ ہے، حیدرؓ ہے ۔
= عشق کے کوئی نو سو پر ہیں اور ہر پر عرش کی بلندی سے تحت الثریٰ کی پستی تک پھیلا ہوا ہے ۔
= عشق، ابوبکرؓ ہے، عمرؓ ہے، عثمانؓ ہے، عشق حسینؓ ہے اور شاہِ دوران ہے ۔

= عشق پیر ہے اور ہم مرید ہیں، عشق غازی ہے اور ہم شہید ہیں ۔
= ہم عشق کے جویا ہیں اور عشق کے طالب ہیں، عشق بادشاہ ہے اور ہم غلام ہیں ۔

مراقبۃ الھوا الھو کے طریقے کا بیان اور شغل نور کا طریق

اے بھائی، ایک ایسے دن جب خوش بختی کا ستارہ مبارک برج میں تھا اور امید کا گلستان ابر رحمت کے سبب موتی برسانے والا (بن رہا تھا) بحر مراد کے چمکدار موتی صدف میں تھے اور مطالب کے برج کا ستارۂ ہمت شرف میں تھا، گلستان کے اطراف سوسن اور ریحان کے پھولوں سے آراستہ تھے اور بوستان پوری طرح نسترن اور یاسمین کے رنگوں سے پیراستہ تھے، بلبلیں ہزاروں پھولوں کی موجودگی میں چہچہا رہی تھیں اور نغمے الاپ رہی تھیں اور قمریاں خوش ادائی کے ساتھ محو پرواز تھیں؛ شعر:

= وہ دن خوشیوں اور مسرتوں کا دن اور وہ سال پھولوں کا سال تھا، ہمارا حال بہت اچھا تھا کہ پھول کا حال اچھا تھا

اس اچھے وقت اور دل کش لمحے میں اس فقیر پُر تقصیر ناچیز محمد جان نے اس رحمان کی رحمت میں مستغرق، کا گذر جنت ایسے مدرسۂ معلّی کی طرف ہوا اور فاضلیۂ افضلیۂ کمالیہ (مراد کامل فاضلانہ اور بہت افضل) قادری سینہ کو روشن کر کے سعادت پائی ۔ طریقت کے کوکب ثاقب، حقیقت کی ضیا کے شمس، شریعت کے روشن ستارہ، محمدی ناموس اکبر، احمدی روح الامین، نور الٰہ کے نمونہ حضرت غلام قادر شاہ، رضی اللہ عنہ، نے، جو صبح سویرے اپنے حجرہ شریف میں یاد خدا میں مشغول تھے، کشف سے اس فقیر کی آمد معلوم کرلی اور ~~حجرہ~~ حجرے کا دروازہ کھول کر اس بیکس کو آواز فرمائی اور اپنے فضل و کرامت سے "مراقبۃ الھوا" اور "شغل نور" کے شغل سے مجھے نوازا ۔ اس طرح کہ ان کا سمندر ایسا وسیع ہے، میرے سر کو فلک الافلاک تک پہنچا دیا ۔ اور وہ منور ان اشغال کے ارشاد سے کہ

اور کاروبار کی خساستوں اور خباثتوں سے خود کو معرّا کر لے۔ حرف حقانی صورت اور ربانی سیرت ہو کر اسی ہم معشوق

کی یاد میں رہے، اور وہ اس طرح کہ دونوں آنکھیں کھول کر لفظ "یا نور" سے یا لفظ "ھو النور" سے مراقبہ کرے۔ وہ

آنکھیں کھلی رکھ کر اندرونی آواز سے "یا نور، یا نور، ھو النور ھو النور، انت النور انت النور" کہے، انشاء اللہ تعالیٰ

رحمتِ بارگاہی سے شمع کی مانند تجلیاتِ الٰہی چراغ کی طرح، طور کی مثال، شجرِ انوار کی صورت، موسیٰ ایسی،

نور کے آثار رکھنے والی آتش بار سالک پر درخشاں اور لمعان (روشن) ہو جائیں گی، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ،

ہوتے ہوتے سالک کے تمام جسم کو گھیر لیں گی۔ بعد مرشدانہ عنایت سے، پیرانہ توجہات سے اور مربیانہ مہربانیوں سے

سالک کو خدا کی بارگاہِ کبریا سے "اللہ نور السموات والارض" کے پیرایہ (لباس) سے نوازا جائے گا اور نور النور

پورے سرور سے سرافراز کیا جائے گا۔

اے بھائی، خداوند تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی انتہائی عنایت سے، اس خلعت سے سرافراز فرمائے، اپنے انتہائی

فضل و کرم سے۔

دوسرا یہ کہ نور محمدی کو، شمع کی مانند اپنے قلب احمر پر، کہ وہ ام الدماغ ہے، ملاحظہ کرے۔ بہت زیادہ

ملاحظہ کے بعد وہ نور پھیل کر سالک کے تمام جسم کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور مستغرق کر دے گا، بلکہ وہ

"ھو النور" ہو جائے گا اور سالک اپنے بدن کو نور شعلۂ آتش سمجھے گا۔ شعر:

= شمع کی مانند میرے باغ میں آگ لگی، میرا باغ میرا آتشیں داغ بن گیا۔

اور سلامتی ہو اس پر جو راہ راست پر چلا اور حقیقت و راستی کے راستے کی طرف وہی (خدا) رہنمائی فرمانے والا ہے۔ مثنوی[1]

۵۷

= دوست کے چہرے کا جلوہ دنیا میں دیکھ، اگر تیری آنکھیں کھلی ہیں تو اسے عیاں دیکھ۔
= جتنی صورت بھی تو دیکھے اس میں اس (خدا) کا جلوہ ہے۔ خدا کو آشکارا اور نہاں دیکھ۔
= ہر وہ صورت جو تو دیکھے وہ اس کا جلوہ ہے۔ اسے صورت کے بغیر ہر صورت میں دیکھ۔
= جب اس نے آدمؑ پر اپنا نور ڈالا تو تو دو عالم کو جسم و جاں کے شہود میں دیکھ۔
= جب اس نے نوحؑ (کی صورت) میں آ کر تجلی فرمائی تو اس کی بود (ہستی) میں جاوداں نبود (نیستی) دیکھ۔
= پھر وہ داؤدؑ کی صورت میں ظاہر ہوا، اس کو بھی ہمیں (اسی) میں اور ہماں (اسی) میں دیکھ۔
= وہ خلیل اللہ پر سامنے آیا، اسماعیلؑ اور یعقوبؑ سے یہ بات دیکھ (لیں نشں)۔
= اس کی سنا کا ایک پرتو یوسفؑ پر پڑا۔ زلیخا کی مانند سیکڑوں عاشق دیکھ۔
= اس نے اپنے حسن کی تجلی طور پر کی، موسیٰؑ کی طرح ہزاروں رازداں دیکھ۔
= آخر جب وہ عرب میں ظاہر ہوا تو احد احمد عالی شان دیکھ جو بے نشان ہے۔

۱۔ یہ مثنوی نہیں بلکہ قصیدے کی ہیئت ہے اور مصنف نے صرف یہیں نہیں بلکہ کئی جگہ قطعہ کو رباعی اور رباعی کو اشعار لکھا ہے جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ شعر کی مختلف ہیئتوں سے بے خبر ہے۔

پانچواں باب

اشغالِ باطن کے بیان میں۔

پہلا: شغلِ اکبر کے طریقے کا بیان:

(ان کی قیمت بڑھانے والا) (محبت؟)

اے بھائی، اگر صحبت وصل کا جوہر جو اربابِ نظر کا قیمت بخش ہے اور دوستی کا گوہر جو اصحابِ راز کی قدر میں اضافہ کرنے والا ہے، بیچیں تو تیرے پاس اس کی قیمت نہیں ہے اور اگر عطا کریں (یعنی قضا و قدر والے عطا کریں) تو تُو اس کی قدر سے ناواقف ہے۔ ولیکن جب کبھی اہلِ صفا کے دل پر پرتو ڈالتا ہے تو غلاں کے دل میں وفا کو فروغ میسر آتا ہے اور اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتا ہے اور دل کا تاجر بیشمار خوشبوئیں حاصل کرتا ہے۔ بڑا مبارک ہے وہ صاحبِ دل جو اس دولتِ کبریٰ کے حصول کے لیے کوشش کرے اور کیا کہنے ہیں اس خوش بخت کے جو اس نعمتِ عظمیٰ کے وصول کے لیے جوش سے کام لے۔

اے بھائی، سالک کو چاہیے کہ سب سے پہلے ان گراں قدر نصیحتوں سے دل کو منور کرے اور جان کو ان درخشاں موتیوں سے فرحمند یعنی خوش اور شادماں کرے اور یہ اس طرح (ممکن) ہے کہ حق کے ساتھ صدق سے (کام لیا جائے)، نفس کے ساتھ قہر سے، خلق کے ساتھ انصاف سے، بزرگوں کے ساتھ خدمت سے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے، درویشوں کے ساتھ سخاوت سے، دوستوں کے ساتھ نصیحت سے، دشمنوں کے ساتھ نرمی سے، جاہلوں کے ساتھ خاموشی سے اور عالموں کے ساتھ انکسار سے (کام لیا جائے۔ البتہ ان نصیحتوں کا حصول بہت دشوار ہے، ہاں اعمالِ صالح سے (ممکن ہے) اور ان نصیحتوں کا پانا بہت محال ہے، ہاں افعالِ پاکیزہ سے (ممکن ہے)۔ تو ان کا حصول ذکر کے دوام سے اور ان کا وصول "شغلِ اکبر" کے استعمال اور اشتغال سے ہے اور وہ یہ ہے:

(ذکر انوار میں)

شغلِ اکبر کا طریقہ:

سالک کو چاہیے کہ وہ اپنے سر کو عرش تصور کرے اور سر میں موجود سات طبقوں کو سات آسمان خیال کرے۔ کانوں کے دو سوراخوں، دو آنکھوں، ناک کے دو سوراخوں (نتھنوں) اور منہ کو سات سیارے گمان کرے جو یہ ہیں: قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری اور زحل۔ پھر قوتِ سمع، بصر، شامہ (سونگھنے کی قوت)، ذائقہ (چکھنے کی قوت)، لامسہ (چھونے کی قوت)، قوتِ ناطقہ (بولنے کی قوت)، قوتِ حافظہ، قوتِ خیال اور حسِّ مشترک کو پروین (ستاروں کا جھرمٹ) اور تبزن اور سماک کو مسیح اور سماکِ اعزل (سب ستاروں کے نام ہیں)، اور شعریٰ شامی اور شعرائے یمانی (ستارے) اور قطبِ شمالی و قطبِ جنوبی اور سہیلِ یمنی اور سہائے رواحی (ستارے کا نام) اور باقی ستاروں کو رگیں اور بال تصور کرے اور اپنے پیٹ کو آسمان اور زمین کے درمیان کا خلا خیال کرے اور فرشتوں، عناصر (آگ، پانی، مٹی، ہوا)، موالیدِ ثلاثہ (جمادات، نباتات، حیوانات) اور ابعادِ ثلاثہ

(بانہوں، ہونٹوں، گالوں) اپنے دل، روح، نفس اور سر کو خیال کرے؛ جبکہ اپنے دو پاؤں، دو پنڈلیوں، دو رانوں اور کمر کو زمین کے سات طبقے ملاحظہ کرے۔ اپنی تمام شریانوں اور رگوں کو اور بالوں کو نہریں، درخت اور سمندر تصور کرے۔ پھر تمام عالم کبیر کے مشابہات اور مضاہات (باہم مشابہت رکھنے والی چیزیں) کو، جو لاتعداد اور ان گنت ہیں، عالم صغیر میں، جو اس کا اپنا جسم ہے، تصور کرے۔ ان تحریر کردہ تصورات کو تصور کرنے کے بعد یہ تصور کرے کہ میرا جسم، جسم الجسم ہے اور میری مثال، مثال المثال ہے اور میری روح، روح الروح (روح کی روح) اور میرا عین، عین الاعیان (اعیان کا عین) اور میرا اسم، اسم الاسم اور میری صفات، صفات الصفات ہیں اور میری ذات، ذات الذات ہے؛ جبکہ میں "وہ" ہوں اور "وہ" "میں" ہے، بلکہ (سالک) "اوئی" (وہ ہونا) اور "منی" (میں ہونا) کو ایک طرف کر دے یعنی اسے چھوڑ دے اور متکیف ذات ہو کر بیٹھ جائے۔

اے بھائی، اس شغل اکبر کے مشاہدہ اور مراقبہ کے وقت اس حد تک تجلیات الٰہی ذاتی و صفاتی اور برقی اور نوری تجلیات، ذوقی اور شہودی تجلیات، عینی اور اعیانی تجلیات، الٰہی اور وجودی تجلیات اور رحیمی و رحمانی تجلیات سالک کو میسر آتی ہیں کہ وہ حد و شمار سے خارج ہیں۔ لہٰذا چاہیے کہ اس شغل میں تو اس قدر کوشش کرے کہ خود کو خود سے ڈھانپ لے اور خود اس کا عین ہو جائے اور اسے اپنا عین سمجھے اور دیکھے۔ اشعار:

= اے کہ تو سب کے بغیر ہے اور سب میں عیاں ہے، کون ہے اور اے کہ عیاں عین ہے تو پھر یہ نہاں کون ہے ؟

= تو کہتا ہے کہ میں جسم و جاں سے باہر ہوں، تو پھر جسم و جاں کے لباس میں پوشیدہ کون ہے ؟

= تو کہتا ہے میں نہ اس میں ہوں نہ اُس میں ہوں تو وہ جو "اسی" "میں" ہے وہ کس کا "اُسی" ہے ؟

= تیرا کہنا ہے کہ میں ہمیشہ خاموش رہتا ہوں تو پھر وہ جو ہر زبان میں گویا (بولنے والا) ہے وہ کون ہے ؟

= ~~وہ جو تجلی کر رہا ہے~~، وہ جو دل بروں کے حسن کے ساتھ (درجمال) تجلی کر رہا ہے، وہ کون ہے ؟

اور حال کے لیے قال نہیں۔

شغل عروج و نزول کا بیان :

اے بھائی، دانا شخص وہ ہے جس کا منشاء و مراد حق ہو اور فراست و ذکاوت کا مالک اور صاحب شعور و دانش وہ آدمی ہے جس کی آرزو ذاتِ مطلق ہو۔ برسوں ہو چلے ہیں کہ یہ فقیر اس کو تلاش کر رہا ہے اور صدیاں گذر گئی ہیں کہ میں اس کی راہ میں چل رہا ہوں کہ کسی طرح اس کی وحدت کے گلستان سے نسیم کی کوئی خوشبو اس شوقین کو ملے اور اس کی ربوبیت کے گلزار سے کوئی پھول چننے کو میسر آئے، لیکن ہر لمحہ میرا دل پھٹتا ہے اور جگر گھٹتا ہے کہ دیکھیں وہ (قضا و قدر) کیا کریں اور کیا پیش آئے۔ شعر:

= مدتیں درکار ہوتی ہیں کہ ایک شخص صاحب دل ہو جائے، خراسان میں بایزید یا پھر یمن میں اویس

۱۔ علامہ اقبال کا اس سلسلے میں بہت مشہور شعر ہے:
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

باقی اگلے صفحے

اے سچے طالب اور اے حکیم حاذق تجھے چاہیے کہ اس خیال اور موہوم ہستی سے نجات پائے اور اس کے پُر بخشش و سخاوت وجود سے ایک دریزہ اڑائے " ما خلقت الجن ... " ۔ ای لیعرفون (میں نے جن و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں ، یعنی مجھے پہچانیں ۔ ^۱) فرمایا گیا ہے ۔ الشرطیکہ حقیقتوں کی حقیقت کی معرفت تجھے میسر آگئی اور تیرے شجرِ ایمن میں مراد کا پھل بڑھ گیا ۔ بہر حال فقیر فقر کا دار و مدار اگرچہ تمام شغلوں کی تحصیل پر ہے لیکن شغل عروج و نزول سب سے بہتر عمل ہے ۔ جب تو شغل عروج و نزول پر ٹک گیا اور جم گیا تو گویا تو نے تمام شغلوں سے دولت و سبقت اُچک لی (حاصل کر لی) اور تو اللہ والوں میں قطب مدار ہوگیا نیز تو غوث محی الدین برحق کا نائب ہوگیا ۔ وہ باعظمت اور مکرم شغل یہ ہے :

شغل عروج و نزول :

پہلے طریق عروج : سالک کو چاہیے کہ مکمل طہارت و پاکیزگی کے ساتھ قبلہ کی طرف رخ کر کے آنکھیں بند کر لے اور دو زانو یا مربع (آلتی پالتی مارے) بیٹھ جائے اور اس طور درونی آواز سے کہے کہ زبان کو قطعاً اس کی خبر نہ ہو پائے

" انا ھو ، من اویم ، جسم نیم مثالم و تمامی مثالہای عالم صغیر و کبیر داخل مثال من است و ہمہ مثال از من ناشی شدند و من مثالِ مطلقم ، من کُلّم و جملہ اجزای من " (میں وہ ہوں ، میں وہ ہوں ، میں جسم نہیں ہوں مثال یعنی شبیہ یا تصویر ہوں اور عالم صغیر و کبیر کی تمام مثالیں میری مثال میں داخل ہیں اور تمام مثالیں مجھ سے وجود میں آئیں اور میں مثالِ مطلق ہوں ۔ میں سب کا کُل ہوں اور سب میرے اجزا ہیں)

پھر (سالک) عالم مثال کے رنگ کو طلائی یعنی سنہری تصور کرے یا زعفرانی ۔ جب اس نے خود کو جسم سے الگ کر کے عالمِ مثال میں داخل کر لیا تو پھر کہے :

" انا ھو ، من اویم ، مثال نیم روحم و تمامی ارواحہای عالمِ صغری و کبری داخلِ من اند و تمام ارواحہا از من پیدا شدند و من روح الروحم " (میں وہ ہوں ، میں وہ ہوں ۔ میں مثال نہیں روح ہوں اور عالمِ صغری و کبری کی تمام روحیں مجھ میں داخل ہیں اور تمام روحیں مجھ سے پیدا ہوئیں اور میں روح الروح یعنی روح کی روح ہوں)

پھر روح کے رنگ کو نوری سفید تصور کرے اور پھر کہے :

" انا ھو ، من اویم ، روح نیم اعیانم و تمامی اعیان جملہ عالم داخلِ عینِ من اند و ہمہ از من ظہور نمودند و من عینِ مطلقم " (میں وہ ہوں ، میں وہ ہوں ، میں روح نہیں اعیان ہوں یعنی اصل حقیقت ، اور تمام

بر الحاشیہ : اقبال کا شعر ہے : عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

سعدی کہتا ہے : صبر بسیار بباید پدرِ پیرِ فلک را تا دگر مادرِ گیتی چو تو فرزند بزاید

~~سورۃ الذاریات ، آیہ ۵۶ کا کچھ حصہ~~ دراصل مصنف نے شعر بدل دیا ہے ۔ سنائی کے دو شعر اس سلسلے میں یوں ہیں :

سالہا باید کہ تا یک سنگِ اصلی ز آفتاب لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

قرنہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود بو سعید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

۱ ۔ سورۃ الذاریات ، آیہ ۵۶ کا کچھ حصہ

۵۹

تمام عالم کے اعیان میرے تعین میں داخل ہیں اور سب نے مجھ سے ظہور کیا اور میں عین مطلق ہوں)

پھر تمام اعیان کو آسمان کے ستاروں کی مانند تصور کرے۔ پھر کہے:

"انا ھو، من اویم، اعیان نیم اسمایم وتمامی اسمای ذاتی وصفاتی داخل اسم من اند ومن اسم الاسم ام و اسمِ مطلقم" (۔۔۔ میں اعیان نہیں ہوں اسما ہوں اور تمام ذات اور صفات کے اسما مجھ میں داخل ہیں اور میں اسم الاسم ہوں اور میں اسمِ مطلق ہوں)

بہت زیادہ تصور کے بعد پھر کہے:

"انا ھو، من اویم، اسم نیم صفتم وتمامی صفاتِ ذاتی وصفاتی داخل صفاتِ من اند و ازمن ظہور دارند ومن صفتِ الصفاتم" (میں وہ ہوں، میں وہ ہوں۔ میں اسم نہیں ہوں صفت ہوں اور تمام ذاتی وصفاتی صفات میری صفات میں داخل ہیں اور مجھ ہی سے ظہور پذیر ہوتی ہیں اور میں صفات کی صفت ہوں)

پھر کہے:

"انا ھو، من اویم، صفت نیم ذاتم وتمام صفاتِ (ذوات؟) ادنیٰ واعلیٰ ازمن نشو ونما یافتند و داخل در من اند ومن ذاتُ الذاتم (الذواتم؟) و کلُ الکل ہمہ ام، انا ھو و ھو انا، من اویم و او من" (میں وہ ہوں، میں وہ ہوں، میں صفت نہیں ہوں ذات ہوں اور تمام (ادنیٰ واعلیٰ) صفات (سیاق وسباق کے حوالے سے یہاں ذوات جمع ذات ہونا چاہیے) نے مجھ سے نشوونما پائی اور وہ مجھ میں داخل ہیں اور میں ذاتُ الذات ہوں (یہاں بھی ذات الذوات ہونا چاہیے) اور کل کا کل سب کچھ میں ہوں: میں وہ ہوں وہ میں ہے، میں وہ ہوں اور وہ میں ہے)۔

بہت سی دہرائی اور تصور کے بعد یہ دونوں اسم بہت زیادہ عروج ونزول (یہاں نزول زاید معلوم ہوتا ہے) کے طریق سے کہہ اور سمجھ کر پھر نزول کے طریق سے شروع کرے۔ اور وہ یہ ہے:

دوسرا طریقہ نزول:

"ھو انا، او منم، ذاتِ صفتم وتمامی صفات ذاتی وصفاتی در من اند و جملہ ازمن ظہور دارند" ، "ھو انا، او منم، صفات نیم اسمایم وتمامی اسمایِ ذاتی وصفاتی در من اند و ہمہ ازمن ناشی وظاہر اند" ، "ھو انا، او منم، اسم نیم اعیانم وتمامی اسمایِ ذاتی وصفاتی در من اند و ہمہ ازمن ناشی وظاہر اند" ، "ھو انا، او منم، اسم نیم اعیانم وتمامی اعیانِ کونی والٰہی در من اند وتمامی ازمن ظہور گرفتہ اند" ، "ھو انا، او منم، اعیان نیم ارواحم و تمامی ارواح وخاص وعوام وناطقہ ومنطقہ ومرکبہ وبسیط در من اند وجملگی ازمن بعالم ظہور نمودہ اند" ، ھو

آنا ، او منم ، ارواح نیم مثالم و تمامی مثال مقید و مطلق و متصل و منفصل و عروج و نزول و اختیاری و اضطراری در من اند و تمام و کمال از من نمود و ظہور گرفتہ اند۔ "ھُوَ انا ، او منم ، مثال نیم جسم و تمامی جسم عالم کبیر و صغیر در من اند و ہمگی و تمام از من بعالم ظہور سر زدہ اند ، من کُل ہمہ ام ، و ہمہ ہای اجزای من اند۔

(وہ میں ہوں (ہے)، وہ میں ہے (ہوں) میں صفت کی ذات ہوں ، اور تمام ذاتی و صفاتی صفات جو مجھ میں ہیں اور تمام کا ظہور مجھ سے ہے۔ = وہ میں ہوں (ہے)، وہ میں ہے (ہوں) میں صفات نہیں ہوں اسما ہوں اور تمام ذاتی اور صفاتی اسما مجھ میں ہیں اور سبھی مجھ سے وجود میں آ کر ظاہر ہیں۔ = وہ میں ہے (ہوں)، وہ میں ہے (ہوں) میں اسم نہیں اعیان ہوں اور تمام ذاتی اور صفاتی اسما (اعیان) مجھ میں ہیں اور سبھی مجھ سے وجود میں آئے اور ظاہر ہیں۔ = وہ میں ہے (ہوں)، وہ میں ہے (ہوں) ، میں اسم نہیں اعیان ہوں اور تمام کونی اور الٰہی اعیان مجھ میں ہیں اور سبھی مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ = وہ میں ہوں (ہے) ، وہ میں ہوں (ہے) ، میں اعیان نہیں ارواح ہوں اور تمام خاص و عوام اور ناطقہ و منطقہ اور مرکبہ و بسیطہ ارواح مجھ میں ہیں اور سبھی نے مجھ سے عالم میں ظہور کیا ہے۔ = وہ میں ہوں (ہے) ، وہ میں ہوں (ہے) ، میں ارواح نہیں مثال ہوں اور سبھی مقید و مطلق اور متصل و منفصل (اتم اتم) اور عروج اور نزول اور اختیاری و اضطراری امثال مجھ میں ہیں اور سبھی نے تمام و کمال مجھ سے ظہور کیا ہے۔ = وہ میں ہوں (ہے) ، وہ میں ہوں (ہے) ، میں مثال نہیں جسم ہوں اور صغیر و کبیر عالم کے تمام اجسام مجھ میں اور سبھی اور تمام نے مجھ سے عالم ظہور میں سر نکالا ہے۔ میں سب کا کل ہوں اور سب میرے اجزا ہیں)

تو اے بھائی ، سالک کو چاہیے کہ وہ اس طرح عروج و نزول کی مشق کرے۔ عروج کے طریق میں تمام صفات کو خود سے سلب اور الگ کر لے جبکہ نزول کے طریق میں سب صفات کو خود میں ضم کر لے اور موجودات کی تمام صفات کا ظہور خود سے سمجھے۔ عروج و نزول کا یہ طریقہ سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ کا تحریر کردہ ہے۔ اور سلطان العاشقین ، جناب مقدس غوثیت مآب قطبیت انتساب (مقدس بارگاہ والے جن کی طرف غوثیت کا مرتبہ آتا ہے یعنی غوث اور قطب ہونا جن سے منسوب ہو یعنی قطب) جب سلطان العارفین کے شغل عروج و نزول سے فارغ ہو جاتے تو اس کے بعد اپنی طرف سے یہ اضافہ فرمایا کرتے :

" انا ھُوَ ، ھُوَ انا ، من اویم و او من " (میں وہ ہوں ہے ، وہ میں ہے ، میں وہ ہوں ، وہ میں ہے)

تو تو نے خاصی دیر تک عروج و نزول کا شغل ، جس طرح ہم نے لکھا ہے ، کر لیا۔ اللہ کی ذات کے عشق کی آگ تجھے جلا کر اپنی ذات میں داخل کر لے گی اور حسد ، بغض ، تکبر اور کینہ کے خس و خاشاک سے تجھے بالکل پاک کر دے گی۔

اے بھائی "مبداء و معاد" کے شغل کا طریقہ ، کہ اس سے مبدا (یعنی آغاز آفرینش) اور اس کی طرف معاد (لوٹنے کی جگہ یعنی آخرت) ہے ، عروج و نزول کے طریقے سے ظاہر ہے اس لیے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۔ غالباً کاتب غلطی سے ایک آدھ سطر دوبارہ لکھ گیا ہے۔

اشعار:

= اے کہ تو سب کے بغیر ہے لیکن سب میں ظاہر ہے، نشان رکھتے ہوئے بھی تو بے نشان ہے
= کہیں تو تو ناز و ادا سے دل اڑا لیتا ہے اور کہیں عجز و انکسار سے جان لے لیتا ہے
= حسین دلبروں کے پیکر میں تو عاشقوں کی جان کا غارت گر ہے۔
= عاشقانِ شیدا کی صورت میں جل رہا ہے تڑپ رہا ہے اور فغاں میں ہے۔
= ہر ظہور میں تیرے سیکڑوں جلوے ہیں، میں تیرے بارے میں حیران ہوں کہ تو کیا جانِ جاں ہے؟
= تو ہر اس چیز سے کہ جس سے تجھے نسبت دیتا ہوں، مبرا ہے لیکن جب بغور دیکھتا ہوں تو تو وہی کچھ ہے۔

شغل عین بعین کے طریقوں کا بیان :

اے بھائی عالمِ ناسوت (یہ مادی دنیا) اور عالم ملکوت (عالم بالا) کے اسرار تجھ پر کھل گئے اور واضح و روشن ہوگئے جبکہ عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت کے انوار تجھ پر روشن اور نمایاں ہوگئے اور تمام حقیقت تجھ کو بتادی گئی اور تجھ پر ظاہر ہوگئی اور ساری کیفیت من و عن تجھ پر کشف ہوگئی اور واضح ہوگئی۔ اگر معرفت کا حصول جو وجودِ انسان کا سب سے بڑا اور اصل سبب ہے، تجھ پر ظاہر و روشن نہ ہو پاتا اور انسان کے اعلیٰ مطالب، جو عرفان کی صورت ہیں، تیرے پلے نہ پڑتے تو یہ سمجھ کہ وجودِ بشری میں کسی وجود (۲) سے کوئی بھی حاصل ظاہر نہ ہوتا۔ لہذا چاہیے کہ تو شغلِ عین بعین میں مشغول ہو تاکہ غیریت کا پردہ تجھ سے اٹھ جائے اور اس ذاتِ مطلق کا جمال تجھ پر روشن اور مجتمع ہو۔

سن سن! شغل عین بعین کے طریقے کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی عین بعین، اور وہ یہ ہے:

سالک کو چاہیے کہ دونوں آنکھیں کھلی رکھ کر بیٹھ جائے اور شغلِ عین بعین کی طرف متوجہ ہو جائے۔

عین بعین : پہلے عین سے مراد اپنی ذات ہے جو حقیقت میں ذاتِ حق ہے اور دوسرے عین سے مراد صورتِ مثالی ہے جو مشاہدہ کے مقابل تصور کی جاتی ہے (سالک) یہ ملاحظہ کرے کہ وہ ذات اس ذات میں ہے؛ یعنی وہ ذات اس میں داخل ہے اور اس سے ظہور پذیر ہوئی ہے، اور دونوں طرف غیریت، اعتباری ہے، وجودِ حقیقی اصلاً کوئی نفس الامر (کسی امر کی حقیقت) نہیں ہے، در حقیقت دونوں ذاتِ حق ہیں، اگرچہ دوئی کی نشان دہی کرتی ہیں۔ شعر:

= تو نے جو یہ دو صورتوں کی بات کی ہے تو یہ حرف ایک ہی ہیں جو (حق) آئینے میں اپنے جیسی ذات کو دکھاتی ہے یعنی شیشے میں اس کا عکس ہے۔

= یہ بات کہ ہم کو فنا ہے سراسر ایک تہمت ہے، جب تک خدا اس مرکز میں ہے (اور صرف) ہم بھی ہیں۔

دوسرا طریقہ : عین کے ساتھ عین، ذات کے ساتھ ذات : یعنی میری یہ ذات اس ذاتِ مشہودہ کی صورت میں جو خارج میں متجلی ہے تو اس کا عین ہے، کیونکہ متجلی (روشن ہونے والا) اور متجلی (روشن کرنے والا) میں غیریت وقوع پذیر

ہے بلکہ ہر صورت میں عین حاصل ہے۔ لہذا ہر دو صورت حق کی صورت ہیں، اس کا تغیر حقیقت میں ایک ہے دو نہیں، کیونکہ سورج کی روشنی جو خارج میں ہے (اس کا نور) سورج کی ذات کا عین ہے اور صفات کی کثرت سے ذات کی کثرت واقع نہیں ہوتی۔

انسان پورے طور پر ایک ذات ہے جو زید و عمرو، بکر اور خالد کی شکل میں، جزئیات میں ظاہر ہوا ہے جبکہ بنفسہ وہ واحد ہے جو سب میں داخل ہے اور سب سے خارج (باہر) اور صفات میں ظہور کے نتیجے میں اس کو کثرت لاحق نہیں ہوتی۔ الف، ب ت ث کی صورت میں ظاہر ہوا جبکہ فی نفسہ (اپنی ذات میں) وہ واحد ہے، اس کا ظاہر کے مختلف حروف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ الف کا شہود با، تا، ثا کے بغیر ثابت نہیں ہوتا اور بے تے ثے کا وجود الف کے بغیر ثابت اور یقینی نہیں۔ اشعار:

= دل نے کہا مجھے "علم لدنی" (اللہ کی طرف سے عطا کردہ علم) کی ہوس ہے، تو مجھے سکھا اگر تو میں اس کی اہلیت ہے"

= اس نے کہا کہ "الف"، وہ (دوبارہ) بولا "کچھ اور"، اس نے کہا "کچھ نہیں"، اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

= واجب (جس کا وجود لازم ہو) نیک اور برے وجود سے مستغنی ہے۔ واحد، تعداد کے مراتب سے مستغنی یعنی بے نیاز ہے۔

= جب وہ سب کو خود میں جاوداں دیکھتا ہے تو پھر انہیں اپنی ذات سے باہر دیکھنے سے بے نیاز ہے۔

تیسرا: عین بے عین، ذات بے ذات: یعنی یہ میری ذات کہ حقیقت میں ذاتِ حق ہے اور وہ ذات جو مشہود ہے نفس الامر میں میری ذات کے سوا کوئی اصلی صورت نہیں رکھتی۔ اس کی صورت میری ذات میں داخل ہے اور اس کا خارج یا باہر ہونا وجودی کثرت کا موجب نہیں ہے اور حقیقت میں یہی ذات ہے اور اس ذات مشہود کی اپنی کوئی صورت نہیں ہے اور سب صورت (صورتیں) میری صورت ہیں۔ (جیسا کہ) آئینے میں صورت دیکھی جاتی ہے اور وہ صورت جو آئینے میں ہے اس صورت کا عین ہے، اس کا غیر نہیں ہے۔ اشعار:

= پانی گل میں ہے، گل پانی میں، پانی کا عین ہے، یہ گہری بات سمجھ لے

= وہ شے جو ہر شے میں ظہور کرتی ہے، اگر تو اس کی حالت کے بارے میں پوری طرح جاننا چاہتا ہے تو جا شراب ہر بلبلے کو دیکھ کہ کس طرح شراب میں اس (بلبلے) کے اندر شراب ہوتی ہے۔

چوتھا: عین با اعیان، ذات با ذات: یعنی ذات جو حقیقت میں اللہ کی ذات ہے سب کے ساتھ، اور ذات اپنی اصلی حقیقت میں کہ حق ہے، موجود ہے اپنی ذات کے عینِ اول ہے اور اعیان اور ذاتِ مخلوقات ہے یعنی "میں" ہوں اور تمام ذوات (ذات کی جمع) کہ واجب و ممکن نہیں ہیں، وجود اور جوہر و عرض ہیں، جسم مطلق ہیں، جسم نامی (نشوونما پانے والا) ہیں اور انسان اور حیوان ہیں اور کائنات کے موجودات میں جو کچھ ہے سب مجھ سے ظاہر ہوا کیونکہ ذرات کا وجود آفتاب کے وجود، با جود (بخشش و سخاوت والا وجود) سے ہے۔ پس میں سب کی اصل ہوں اور تمام کائنات میری فرع (شاخ) ہے اور میں سب کا کل ہوں اور تمام عالم میرے اجزا ہیں، جیسے بیج کہ اصل ہے اور تنہ اور شاخ پتے اور پھل اس کی فرع ہیں، ان معنوں میں کہ وجود متعدد نہیں ہیں بلکہ ایک واحد وجود

ہے جبکہ اسماء اور صفات اس کی نسبتیں اور اعتبار ہیں ۔ اشعار:

• میں اس شمع کو سونے والے پھول کے نظارے کے لیے گیا، جب اس نے مجھے گلشن میں دیکھا تو ناز سے کہنے لگا.

" میں اصل ہوں اور چمن کے پھول میری فرع ہیں اور تو اصل سے فرع کی طرف پھر کیوں آرہا ہے؟

= کب تک جسم، اَبعاد (بُعد کی جمع یعنی طول، عرض، گہرائی) اور جہات یعنی اطراف کی بات کہے تک اور کب تک معدن اور خوانِ نبات کی بات (ہوتی رہے) -

= فقط ایک ذات ہے جس سے ذوات (ذاتیں) ثابت نہیں ہیں، یہ وہمی و خیالی کثرت شیون (شان کی جمع) اور صفات سے ہے -

شغلِ جمال کی حقیقت کا بیان :

اے بھائی تمام موجودات اور مخلوقات میں جو بھی جمال و کمال ہے وہ اس (ذات اقدس) کے جمال و کمال کی ایک جھلک ہے اور کائنات میں جو بھی جلال و افضال ہے وہ اس کے جلال و افضال کا پَرتو ہے اور جہاں کہیں بھی تو کسی صاحبِ فراست اور اہل ذہانت و دانائی کو دیکھے تو یہ اس (ذات) کی دانائی کا اثر ہے، اور جس جگہ بھی تو کوئی اہل عقل اور صاحب شعور دیکھے تو وہ اس کی بینائی (بصیرت) کا ثمرہ ہے ۔ تاہم اس ذات کی حقیقت کے ادراک کے لیے کوئی ایسا صاحبِ نظر ہونا چاہیے جو اسے (حقیقت) پا لے اور اس کی کیفیت کے ادراک کے لیے کوئی ایسا صاحبِ فکر ہونا چاہیے جو سمجھ جائے ۔ بہرحال اولیاء اللہ نے کامل افکار اور عادل نظروں سے کچھ شغل (وظیفے) فرمائے ہیں جن کی مشق سے خدائی اسرار اور لا محدود ذات کے اَزار معلوم اور مشہود ہوتے ہیں ۔ ان شغلوں میں سے ایک شغل جمال ہے ۔

شغل جمال کا طریقہ :

سالک کو چاہیے کہ کسی خالی جگہ جا کر اکیلا بیٹھ جائے اور کسی فقیر کی صورت کو، جس سے اُسے حسن ظن ہو، یا کسی ایسے معشوق کی شکل کو، جو خوش شکل لڑکوں میں سے ہو اور جس نے اُس (سالک کے دل) کو لوٹا ہو، یا پھر حسین عورتوں میں سے کسی ایک عفت مآب و پردہ نشین حسین و جمیل کی صورت کو، جو اس کی حالت کی قاتلہ ہو، اپنے تصور میں لائے ۔ اس تصور کا طریقہ ہے کہ آنکھیں پوری طرح بند کر کے اس صورت کی طرف، جسے اس نے دیکھا اور اس پر عاشق ہوا ہے، دل سے متوجہ ہو اور چشم دل سے مشاہدہ کرے اور یوں تصور کرے کہ وہ صورت بالکل ویسی ہی نظر

بلکہ اگر تشکل ... اختیاری ہیں، مقررہ اور نمونے کی ہوتی ہیں) صورتیں اچھے طریقے سے نمایاں ہو جائیں، جو اس نے دنیا میں کبھی دیکھی ہوں۔ تو اس شغل کو شغلِ جمال اور روپ درسن کہتے ہیں۔

اے بھائی، اولیا کے نزدیک چار قلب ہیں جو (جسم کی) چار جگہوں میں ہیں: پہلا قلب صنوبری جو بائیں جانب چھاتی کے نیچے ہے، دوسرا قلب نیلوفری بہ ناف کے اوپر اور قبل اس کے مقابل مقعد (اگر قبل کے معنی لیے جائیں تو ترجمہ ہوگا: ... اور شرمگاہ ہے اس کا ٹھکانا مقعد ہے)، تیسرا قلب مُدوّر اور قلب الانور جو ابروؤں کے درمیان ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کے ظہور کی جگہ ہے اور چوتھا قلب احمر جو ام الدماغ میں ہے، نور رب العالمین کی خاص جگہ ہے اور اس کو قلبِ مدوّر اور قلب بے رنگ بھی کہتے ہیں۔ تو اے بھائی، سالک ان میں سے جس بھی قلب کا تصور کرے وہ اچھے درجوں سے تکمیل اور تتمیم (پورا ہونا) کی صورت پالے گا۔ اشعار:

= وہ کہ فنا جس کا شیوہ اور فقر جس کا آئین ہے، اور کشف و یقین (وشیوہ) نہیں ہے اور نہ معرفت و دین ہی ہے،

= وہ درمیان سے نکل گیا، بس خدا ہی خدا رہ گیا۔ "اگر فقر جب مکمل ہوا تو وہ خدا ہے" یہی ہے۔ (یہ قول کہ)

= ہمارا عشق دل سے ہے، تیرا دل ہمارے ساتھ نہیں، (اسے ذات الہٰی) تیرے عشق کی حدود لا انتہا ہیں

= میرے دل کے اندر تو نے نشتر لگایا ہے، خون بہ رہا ہے لیکن زخم کہیں ظاہر نہیں ہے۔

شغلِ محویت کی حقیقت کا بیان

اے بھائی، عجیب معاملہ اور طرفہ بھید ہے کہ خدا ہے نیست نما (یعنی جو ہے تو سہی لیکن اس کا وجود نظر نہیں آتا) اور جہان نہیں ہے لیکن اس کا وجود نظر آتا ہے اور درحقیقت ساری کائنات خدا کے ظہور کی تجلی ہے اور جہان غیر نما ہے۔ غیر کو دیکھنے والی آنکھ، خدا بیں نہیں ہوتی اور خدا بیں آنکھ غیر بیں نہیں ہوتی۔ جب عارف نورِ حق تک پہنچتا اور نورِ توحید کا سرمہ آنکھوں میں لگاتا ہے تو اس کی آنکھوں کے آگے سے دوئی اٹھ جاتی ہے اور وجودِ حق کے سوا وہ اور کوئی چیز نہیں دیکھتا۔ اشعار:

= اے نگار جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ سرمست ہے یعنی اپنی ذات ہی میں ڈوبا ہوا ہے، تو ہرگز دوست تک اس کی قربت تک رسائی پا سکتا،

= جب تو بے خود ہو گیا اور اپنے آپ سے نکل آیا تو پھر تجھ تک آشنائی کی خوشبو پہنچے گی، ——— (یا نفرت رہ گیا ہے)

= جو آنکھ جس طرف بھی دیکھے وہ حق ہی کی طرف ہے،

= بخدا ہر وہ شخص جو کسی دلدار پر عاشق ہے، یقین و وثوق سے جان لے کہ وہ حق کے چہرے کا عاشق ہے۔

اے بھائی، اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ کی ذات کے اسرار تجھ پر کھلیں اور تو ذاتِ حق میں اس طرح محو ہو جائے کہ تجھ سے نام ونشان اور ذات وصفات اور وجود و بود (ہستی) کچھ بھی نہ رہے تو پھر شغلِ محویت میں مشغول ہو جا کہ یہ شغل جنابِ مقدس، حضرت غوث الثقلین، شرق وغرب کے قطب، غوث الغوث، قطب الاقطاب، مصطفیٰ کے بھید، اولادِ مرتضیٰ، صاحب وفا، اہل عبا کے ثمرہ، غرباء کے بازو، فقرا کے سہارا، اولادِ حسن کے کردار، حسین کے خلاصے کے خلاصہ، دونوں جہانوں کے غوث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خاص شغل ہے۔

٦٤

شغلِ محویت کا طریقہ۔ اس شغل کے تصور کے چار طریقے ہیں:

تصور کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ سالک کو چاہیے ظاہری آنکھ بند کرلے اور چشمِ بصیرت کھول کر بیٹھ جائے، اور یہ تصور کرے کہ میں پانی کا قطرہ تھا جو بحرِ وحدت سے باہر نکلا۔ پھر جب بحرِ وحدت جوش میں آیا تو اس نے میرے تحت وفوق (نیچے اوپر) کو، میرے آگے پیچھے کو اور میرے دائیں بائیں کو پانی کی زبردست طغیانی کے سبب مجھ کو خود اپنی گرفت میں لے لیا اور میں جو پانی کا قطرہ اور پانی کا عین تھا، سمندر میں محو اور گم ہو گیا اور پانی میں، کہ وہ اللہ کی ذات ہے اور میری ذات کی اصل ہے، مل کر اس کا عین ہو گیا۔

دوسرا تصور یہ کہ: میں جو نون یعنی مچھلی اور حوت (مچھلی) کی طرح تھا، بحرِ حقیقت نے میرے گرداگرد جوش مارا اور میرے زیر و بالا (نیچے اوپر)، آگے پیچھے اور دائیں بائیں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں نے بحرِ حقیقت میں کچھ اس طرح غوطہ کھایا کہ میں اپنی ذات میں جل گیا اور عین پانی ہو گیا یا پانی کا عین ہو گیا۔ اسے "شغلِ نون" (مچھلی کا شغل) بھی کہتے ہیں۔

تیسرا تصور یہ کہ: میں کہ بمنزلہ مینڈک تھا یعنی غوک (مینڈک)، دریائے احدیت نے طوفان میں آکر میرے سارے وجود کو خود میں اچک لیا اور اپنی ذات کا عین بنا لیا اور انتہائی پاکیزہ سمندر نے مجھ میں کمی بیشی کرکے، اپنی موجوں کے تلاطم میں میرے تمام اطراف کو اور میرے موہومی جسم کو محو وفنا کر دیا اور مجھ کو خود میں اچک لیا۔ چنانچہ جنابِ حضرت شمس الکونین (دونوں جہانوں کے آفتاب)، بدر الدارین (دونوں عالموں کے بدر)، غوث الثقلین بنفسِ نفیس اس سے آگاہ فرماتے ہیں:

"اس بات پر اللہ کی حمد ہے کہ (میں گویا) ایک مینڈک تھا، میرے نیچے پانی تھا اور میرے اوپر پانی اور میرے دائیں طرف پانی اور میرے بائیں طرف پانی اور میرے سامنے پانی اور میرے پیچھے پانی اور میں پانی ہو گیا۔

چوتھا تصور یہ کہ سالک اپنے جسم کو [illegible] تصور کرے یعنی نمک [illegible] اور یہ تصور کرے کہ

فیضِ الٰہی کا سمندر جوش اور طوفان میں آیا اور اس نے میرے جسم کو جو کہ ملتا تھا تراشی یا کمال کر خود میں محو اور فنا کر دیا؛ یعنی میری ذات کہ اللہ کی ذات سے اپنی ذات میں مل گئی۔ اشعار:

= عشق کے غنا کا دامن پاک ہے پاک، آلودگی سے اور مشتِ خاک سے پاک ہے

= جب اس نے سب میں جلوہ کیا تو وہ اس میں اس کا اپنا نظارہ تھا، اگر ہم تم درمیان میں نہ رہیں تو کیا باک ہے

= ہم ساری عمر عشق کا راستہ طے کرتے رہے، ساری عمر تیرے وصل کے حصول کے لیے جد و جہد کرتے رہے

= نظروں کے سامنے تیرا خیال اگرچہ پلک جھپکنے ہی کے برابر ہو (یعنی بہت کم وقت کا) پھر بھی حسینوں کے جمال سے، جو عمر بھر کا ہو، بہت بہتر ہے۔

شغل ھو الشاہد والمشہود کے طریقے کا بیان

اے بھائی، اولیاء اللہ نے حق کے سِرِّ سَریان (خود میں تحلیل کرنے کا بھید) کے معاملے میں اپنی عقل کھو دی ہے یعنی اسے سمجھنے کی بھرپور کوشش کی، اور بعض اولیا نے اسے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ذاتِ حق تمام موجودات میں رواں دواں ہے پانی کی طرح جو (پانی) سبزہ اور نباتات میں کے تو اندر رواں ہے جبکہ سمندر اور سراب میں ظاہر ہے، جس طرح پھول کی خوشبو گلاب میں، دانوں کی طرح ظاہر ہے کھیتوں میں اور پودے کی بیج کی طرح تمام درختوں میں۔ اسی طرح ذاتِ حق زمانوں میں رواں دواں اور ظاہر ہے۔ اس بنا پر ذاتِ وجود کے سِرِّ سَریان کو جاننے سمجھنے اور پا لینے کے لیے اولیاء اللہ نے "شغل ھو الشاہد والمشہود" مقرر کیا ہے اور اس کو سمجھنے کے طریقے پانچ ہیں۔

ھو الشاہد والمشہود کے شغل کے، جو شغل آئینہ ہے، پانچ طریقے ہیں۔ پہلا یہ کہ "الإنسان سِرّی و أنا سِرُّہ" (انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا راز ہوں)، یعنی انسان مجھ میں پوشیدہ ہے اور میں انسان میں پوشیدہ ہوں۔ واضح ہو کہ انسان اور خدائے بزرگ و برتر کا ربط تنزل و ترقی کے اعتبار سے ہے۔ پہلے خدا نے بندے میں نزول کیا اور خود کو اس میں پوشیدہ دیکھا اور جو کچھ دیکھا وہ اس طریق سے دیکھا کہ ذاتِ سازج کہ وہ احدیت ہے، نے وحدت میں نزول کیا، پھر واحدیت میں، پھر روح میں، پھر مثال میں، پھر جسم میں، پھر انسان میں؛ اور انسان نے خود کو پوشیدہ کیا اور خود کو دیکھا جس طرح کہ دیکھا اور حق کی یہ دید، کہ خود کو اس نے انسان میں دیکھا، گفت و شنید میں نہیں سما سکتی اور بعد الحق حق۔

اور بندے کا حق کی طرف نزول اور ترقی اس طور ہے کہ جو ریاضتِ شاقہ، فقر و فاقہ اور عالمِ مثال کے پیروں اور مرشدوں کی عنایت سے اس پر منکشف ہوا اور وہ عالمِ مثال میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد عنایاتِ الٰہی سے اور روح کی اسی ریاضت اور جسم کی دباغت (چمڑا کمانا اور پکا کر درست کرنا) سے اس پر عالمِ ارواح کے آثار منکشف ہوئے۔ اس کے بعد متجلی (روشن کرنے والا) اور متجلیٰ (روشن کیا ہوا) ایمان کے مرتبے میں، جو واحدیت کا مرتبہ

ہو اور اولیا کے وصول (ربط) کا مقام ہے اس پر منکشف ہوا۔ خواجہ مولوی معنوی جلال الدین فرماتے ہیں، شعر:

آن خیالاتے کہ دام اولیاست
عکس مہ رویان بستان خداست

(وہ خیالات جو اولیا کے لیے جال ہیں وہ خدا کے باغ کے حسینوں کا عکس ہیں)

کیونکہ کائنات کی ہر شے[1] یا تو اپنے عین میں ہے یا رسول اللہ کے عین مطلق میں ہے؛ اور جب یہ سالک اپنے عین میں ناشز ہوگیا یا رسول مقبول کی عنایت کے عین میں، جو موصل اللہ ہیں، اپنے مقام وحدت کی نسیم کی ہلکی سی ہوا (کا وصول و رسائی) اور بحری گناہوں کے مقام سے اس کے انکشاف کا ایک قطرہ چکھ لیا تو اس کے بعد وہ "قاب قوسین او ادنیٰ"[2] (ترجمہ نیچے حاشیے میں ملاحظہ ہو) کے مقام قرب پر پہنچ گیا۔ العبد عبد۔ اور بندے کے لیے حق سے باہم رابطے اور تنزل میں بندے سے باہمی رابطے کی ترقی کا اثبات ہوگیا۔

دوسرا طریقہ: "مومن، مومن کا آئینہ ہے"۔ پہلے مومن سے مراد حق ہے اور مومن ثانی سے مراد بندہ؛ یا پھر دوسرے مومن سے مراد حق ہے اور پہلے مومن سے مراد بندہ ہے، یعنی خدا نے خود کو بندے میں دیکھا اور بندے نے خود کو خدا میں، ان معنوں میں کہ شہود حق، بندے کی تخلیق سے مربوط ہے اور بندے کا وجود حق کے وجود پر موقوف ہے؛ چنانچہ امام محی الدین ابن عربی، جو شیخ اکبر کے خطاب سے معروف ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، فرماتے ہیں، شعر

= اگر وہ نہ ہوتا تو ہم نہ ہوتے

ایک دوسرے بزرگ نے کہا: تیرا شہود مجھ سے ہے اور میرا وجود تجھ سے ہے،

حضرت مولوی جامی، قدس اللہ سرہٗ السامی (اللہ ان کے بلند بھید کو پاک فرمائے) فرماتے ہیں: "مطلق، مقید کے بغیر نہیں ہوتا اور کوئی مقید، مطلق کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا۔ اشعار:

= اے (لا وہ ذات) کہ تیرے مقدس حرم میں کسی کو جگہ نہیں ہے۔ عالم تجھ سے ظہور میں آیا اور تو خود ظاہر نہیں،
= ہم اور تو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں لیکن ہمیں تیری ضرورت ہے تجھے ہماری (ضرورت) نہیں ہے۔

پس وجود میں بندے کے لیے حق کا باہمی رابطہ (کاتب نے ہر جگہ مراتبت کہا ہے جو بظاہر کوئی لفظ نہیں، اگر یہ مرتبے کے معنوں میں ہے تو رابطے کی بجائے مرتبہ پڑھا جائے۔ چونکہ نسخے میں غلط املا بہت سی جگہوں پر نظر آتی ہے اور اس کی تصحیح کی گئی ہے اس لیے یہاں بھی اسے مرابطت میں بدلا گیا جس کے معنی باہمی رابطے کے ہیں) اور شہود میں حق کے لیے بندے کا باہمی را

1۔ مثنوی رومی، دفتر اول۔ لونڈی اور بادشاہ کی داستان میں جہاں بادشاہ، طبیبوں کو کنیز کے معالجے میں عاجز پاکر بادشاہ حقیقی کی بارگاہ سے رجوع کرتا ہے۔ کتاب مثنوی ۔۔۔ (تہران) ص ٣

2۔ اشارہ ہے سورۃ النجم کی آیت ٩ کی طرف: فرشتہ (آپؐ کے نزدیک آیا اور پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم

ثابت اور آشکار ہوگیا، یعنی وجودِ بندہ موقوف ہے خدا کے وجود پر اور شہود خدا معین ہے بندے کے ظہور پر ۔ ضرورت ایک طرف سے ہے ۔

تیسرے طریقے کی تین وجوہ (طریقے) ہیں :

پہلی وجہ یعنی پہلا طریقہ : حق، خلق کا آئینہ ہے اور خلق، حق کا آئینہ؛ ان معنوں میں کہ حق سے مراد اللہ کی ذاتِ ساذج ہے جو احدیت کا مرتبہ ہے اور خلق مراد ہے وحدت سے جو حقیقتِ محمدی ہے ۔ معنی اس طرح ہوں گے کہ ذاتِ حق نے خود کو حقیقتِ محمدی میں دیکھا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود کو ذاتِ حق میں دیکھا ۔ پس احدیت کا وحدت سے باہمی رابطہ اور وحدت کا احدیت سے باہمی رابطہ ثابت ہوگیا ۔ یعنی حق مرأت یعنی آئینۂ محمدؐ ہوا اور محمدؐ مرأتِ حق ہوئے ۔

دوسری وجہ : یا حق سے مراد اول اور باطن ہے اور محمدؐ مراد ہے آخر اور ظاہر سے ۔ دوسرے لفظوں میں حق کی اولیت اور باطنیت محمدؐ کی آخریت اور ظاہریت سے ثابت ہوئی ۔ پس دونوں طرف کا باہمی رابطہ کہ حق، محمدؐ ہے اور محمدؐ حق ہیں، واضح ہوگیا ۔

تیسری وجہ : یا حق مراد ہے اس ذاتِ عالی کے اسما و صفات سے اور خلق مراد ہے اعیانِ ثابتہ سے اور اشیاء کی ماہیت سے، جو عبد کی ماہیت ہے؛ یعنی ذاتِ حق نے اپنی صفات کے کمال اور جِلا (چمک، روشنی) و نور کے کمال کو اعیان میں ظاہر و نمایاں کیا ۔ اس صورت میں اعیانِ ثابت، حق کے اسما و صفات کی نشانی ہوئے اور حق کے اسما و صفات، اعیانِ ثابتہ کا آئینہ ٹھہرے؛ کیونکہ اعیانِ ثابتہ نے اپنے وجودِ نمود کو، جو عالی اور بلند شانیں اور حروف ہیں، حق کے اسما و صفات میں دیکھا ۔ لہٰذا حق کے اسما و صفات اعیانِ ثابتہ کا آئینہ ہوئے ۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ: تمام اسماء ذات کے مظاہر ہیں اور تمام اعیان، اسماء کے مظاہر ۔ اس کے بعد جب حق نے اپنے اسما و صفات کا مشاہدہ اعیان میں کیا اور اعیان نے اپنی ذات کا حق کے اسما و صفات میں معائنہ کیا (دیکھا) تو طرفین کا باہمی رابطہ عارفوں کو معلوم ہو گیا اور ان پر روشن ہوگیا ۔

(انسان)

ظہور کا چوتھا طریقہ:

"اِنَّ اللہَ خلق آدم علیٰ صُورتہٖ" یعنی تحقیق خدائے تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ صورت حق سے مراد صفاتِ حق کے اسماء ہیں؛ یعنی خدا تعالیٰ نے آدم کو اپنے جلال و جمال کی صورت پر پیدا کیا، کیونکہ انسان خدائی جلال و جمال کے مظہر کے طور پر خلق ہوا اور جلالی و جمالی دونوں اسماء انسان میں پائے جاتے ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کو جلال و جمال سے بندے کے متصف ہونے کی بنا پر خود کو بندے میں دیکھا۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے کمالِ اسماء کو آدم میں، کہ وہ انسان کامل ہے، مشاہدہ کیا۔ یقیناً انسان آئینہ ہوا خدا کے لیے۔

اور دوسرے معنوں میں کہ: تحقیق خدا تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا آدم کی طرف تمام ضمیر لوٹانے کے لیے، اور شک کی (کوئی) صورت نہیں ہے کہ اعیانِ ثابت، جو معدومِ محض ہیں اور جن کا خارج میں قطعاً کوئی وجود نہیں ہے، وہ (آدم) ہے۔ آدم نے جان لیا کہ میرا اصل وجود نہیں ہے بلکہ خارج میں وجودِ حق موجود ہے؛ چنانچہ شیخ اکبر، رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں: "حق محسوس (احساس کیا گیا) ہے اور خلق معقول" اور عالم کے تمام میں اعیان کا وجود موجود ہے جو اس کی معلومات ہیں؛ جیسا کہ کہا شیخ اکبر نے، رضی اللہ عنہ:

(الاعیان ماشمت رائحۃ من الوجود ۔) ۔ ۔ سو یہ بات ثابت

اور صحیح ٹھہری کہ اعیان خارج میں تو معدومِ محض (جن کا بالکل کوئی وجود نہ ہو) ہیں لیکن عالم کے علم میں موجود ہیں۔

لہذا انسان نے خود کو حق میں دیکھا کہ میں خارج میں تو معدوم محض ہوں لیکن علم حق کے مطابق میں حق میں موجود ہوں۔ اس طرح حق کا انسان کے ساتھ باہمی رابطہ ثابت و محقق ہو گیا۔

پس سالک یہ ملاحظہ کرے کہ میں عینِ حق ہوں اور حق میرا عین۔ میں اس سے (اس کے ساتھ رابطہ کی بنا پر) موجود ہوں اور وہ مجھ سے مشہود (دیکھا گیا) ہے۔ میں اس کا جسم ہوں اور وہ میری جان ہے۔ پس سمجھ لے کہ یہ ایک گہرا راز ہے جسے ولیِ صفی کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اشعار:

= اے کہ تیرے بارے میں بیان اور نشان سب ہیچ ہیں، خیال، یقین اور گمان سب ہیچ ہیں۔
= تیری ذات کا متعلق کوئی نشان نہیں پایا جا سکتا، جس جگہ تو ہے وہاں سب نشان ہیچ ہیں۔

= تیرا چہرہ بے نقاب نہیں دیکھا جا سکتا۔ تیرا دیدار بے حجاب ممکن نہیں ہے
= آفتاب جب تک اشراق کی پوشیدگی میں ہے اس کا سرچشمہ نہیں دیکھا جا سکتا

پانچواں طریقہ یہ ہے کہ: سالک کو چاہیے کہ اپنے سامنے آئینہ رکھ کر اس میں اپنی صورتِ مثالی کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کافی دیر تک اس کی مشق مسلسل کرتا رہے بلکہ یہاں تک کہ اس کی صورتِ مثالی آئینے کے بغیر دکھائی دینے لگے۔ جب اسے اپنی صورتِ مثالی آئینے کے بغیر دکھائی دینے لگے تو اسے (صورتِ مثالی کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مثالی میں داخل کردے تاکہ دونوں ایک ہو جائیں۔ پس محمدؐ کو اپنا عین دیکھے اور خود کو محمدؐ[1] کا عین جانے۔ اور اللہ ہی حقیقتِ حال سے باخبر ہے۔ شعر:

= مرد وزن جب ایک ہو جائیں تو وہ "ایک" تو ہے، جب دوئیاں مٹ جاتی ہیں تو پھر تو ہوتا ہے۔

شغلِ غوطۂ ذات کا بیان:

اے بھائی تجھے کچھ علم ہے کہ فقر کیا ہے؟ یہ فاقہ و قناعت اور ریاضت کا نام ہے۔ جو کوئی بھی اس لباس میں تسلیم و توکل، ایثار اور تحمل، رضا، اخلاص و محبت، اختصاص و آزادی اور نامرادی (اختیار) نہیں کرتا اسے کسی طور بھی فقر کا کچھ علم نہیں۔ فقر کا ظاہر کچھ یوں ہے کہ نہ تو خاک (اوپر) ڈال ہوئی، کسی تو درپانی چہرے پر انڈیلا ہوا نہ ہتھیلیوں کو اس سے کوئی درد اور نہ ایڑیوں کو اس سے کوئی گرد۔ دوسرے لفظوں میں فقر سے کسی کو کوئی تکلیف و آزار اور کوئی برائی نہیں پہنچتی۔ جیسا کہ فرمایا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) یعنی ہر کوئی اس کے ہاتھ اور زبان سے نجات پائیں۔ اور فقر کا باطن ہے "الفقر الفقد" یعنی وہ صوفی وہ ہے جو نہ رہے، اور صوفی وہ ہے جو فانی ہو اپنی ذات سے اور باقی ہو حق میں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ سالک اس حد تک ان وظائف میں مشغول رہے کہ اس سے اس کے سوا کوئی نشان نہ رہے اور اس قدر مسلسل اور پابندی سے جاری رکھے کہ وہ اس کی جان میں مل جائے۔ نیز اس شغل غوطۂ ذات کو اس طرح استعمال میں لائے (یعنی یہ وظیفہ کرے) کہ غیریت اور دوئی کے آثار بالکل مٹ جائیں۔

شغلِ غوطۂ ذات کا طریقہ:

سالک کو چاہیے کہ وہ جنگل کے کسی گوشے یا مسجد یا گھر کے کونے میں تنہا بیٹھ جائے اور دل کو خدائے بزرگ و برتر کی جناب کی طرف متوجہ کرکے تصور کرے اور کہے: "اللہ حاضری"، "اللہ ناظری"، "اللہ

---

[1] متن میں اللہ لکھا ہے لیکن یہاں سیاق و سباق کے مطابق لفظ محمدؐ آئے گا اور ویسے بھی یہ حدیث رسولؐ مقبول ہے۔

اولِ من، آلتہ آخر من "، انا ھو"، ھو انا "۔ (التدیرا حاضر ہے، التدیرا ناظر یعنی دیکھنے والا ہے، التدیرا اول، التدیرا آخر ہے ۔ مَیں وہ ہوں، وہ میں ہے)۔ یعنی خدا میری دونوں آنکھوں کے روبرو ہے، میں اسے دیکھ رہا ہوں اور خدا میرے ہر حال کو دیکھ رہا ہے اور خدا ہی میرے ہر اول کا اول ہے اور خدا ہی میرے ہر آخر کا آخر ہے ۔ میں وہ ہوں اور وہ میں ۔ رباعی :

سرِ پنہانست اندر زیر و بم[1] فاش اگر گویم جہان برہم زنم

= زیروبم یعنی اتار چڑھاؤ (موسیقی کے نچلے اور اونچے سُر) میں راز مخفی ہے اگر کھل کر کہوں تو دنیا کو درہم برہم کر دالوں

فاش گر گویم دلم لرزاندم از کہین فہمان ہمی ترساندم

= اگر میں کھل کر کہوں تو میرا دل لرزتا ہے یا مجھے لرزاتا ہے، مجھے کم فہموں سے ڈراتا ہے۔

یہ چار اسم سانس کے اتار چڑھاؤ کے اعتبار سے اور اسماء کے عروج و نزول (اتار چڑھاؤ) کے اعتبار سے کہے جائیں اور بحرِ وحدت میں غوطہ کھا کر اس طرح ذات میں مشغول ہو کہ محو در محو ہو جائے اور فراست و کیاست یعنی عقل و دانائی کا کوئی اثر تک نہ رہے ۔

اس احسان فرمانے والے ایزد، اس سبحان داور یزدان کی عنایت سے جلد ہی نیست ہو کر "قاب قوسین" کے مقام اور جمع الجمع کے مقام پر فائز ہو گا ۔ اور التد ہی (ہر حال اور ہر وقت) مدد کرنے والا ہے اور اسی سے مدد مانگی جاتی ہے ۔

۱۔ یہ اگرچہ چار مصرعے ہی ہیں لیکن شعری اصطلاحات میں یہ رباعی نہیں بلکہ مثنوی کے اشعار ہیں ۔ پہلا شعر مثنوی رومی، دفتر اول کے شروع کے اشعار میں سے ہے ۔ دوسرا شعر اگرچہ اسی بحر میں ہے تاہم مثنوی رومی کا نہیں ہے، ممکن ہے مصنف نے ~~اس پہلا مصرع "...." کے ..... عجب صورت ..... گیا ہے~~ ۔

شغل قطب الاولیا کا طریقہ :

اس کا طریقہ یہ ہے کہ گوشے میں تنہا بیٹھ کر لگن کے ساتھ سلوک کی ضرورت کی شرطیں پوری کرے اور وہ یوں کہ پاک مٹی پر انگلی سے اللہ کی ذات مقدس (کا نام) ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ لکھے اور اس با کیف ذات کو، جو اس نام سے موسوم ہے، ساتھ موجود سمجھے - اس کے بعد وہ مٹی اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لے - اسے یعنی سالک کو بہت فراخی میسر آئے گی -

اس کے بعد انگلی کے اشارے سے ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ فضا میں لکھے اور مسمّی کو حاضر و ناظر جانے - پھر خیال کے اشارے سے دل پر ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ لکھے اور مسمّی (یعنی اللہ) کو جاننے اور دیکھنے والا سمجھے - عجیب تجلیات کا مشاہدہ ہوگا -

بعد ازاں ایک لاکھ پچیس مرتبہ زبان اور دل پر جاری کرے ، (اسی وقت) ظاہری اور دل کی کھلی آنکھوں سے مسمّی کو ناظر جانے - اس اثنا میں وہ بظاہر حضرت غوث الثقلین کو دیکھے اور سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کرے اور حقیقی مقصود کو پہنچے - شعر :

= عشق گدا اور بادشاہ کو ایک ہی دری پر بٹھاتا ہے - سیلاب ، راستے کی پستی و بلندی کو یکسان و برابر کر دیتا ہے -

وحدت الوجود کے سبق اور سجود القلب کا بیان :

اے بھائی یہ جو فنا فی اللہ عاشقوں اور بقا باللہ عارفوں کا سبق ہے - یہ اس لائق ہے اس بات کا سزاوار ہے کہ جذب کی کثرت اور حضور قلب سے سجود القلب کے اس شغل کو ہر روز چند مرتبہ تصور میں تو پڑھتا رہے - انشاء اللہ بہت سے نتائج کا مورث (میراث پہنچانے والا) اور بکثرت برکات کا پھل دینے والا ہوگا - اور وہ یہ ہے :

اے دل متوجہ اور آمادہ ہو اس ذات ساذج (سادہ ذات) کی احدیت کی پہچان اور معرفت کے لیے ، (وہ ذات) جو ہر طرح کی عبارتوں اور اشارتوں سے پاک اور مقدس اور ہر طرح کی حکایات اور کنایوں سے مبرا اور معرا ہے - اس حضرت (قرب ، نزدیکی ، بارگاہ) سے اس کا نزول ، اس کی عالم ظہور کی طرف توجہ ہے پہلے مرتبہ وحدت میں کہ تعین اول ، تجلی اول اور حقیقت محمدی اور برزخ کبریٰ نیز صفات کے اجمال کا مرتبہ اس کا کنایہ ہے ، علم و وجود اور نور کی نسبت مشہود اور متحقق و ثابت ہوئی ، نیز عالمیت و معلومیت ، احدیت و موجودیت اور ظاہریت و مظہریت اور شاہدیت و مشہودیت کی نسبت بھی ثابت ہوگئی اور اول و آخر اور ظاہر و باطن بھی لازم ٹھہرا -

دوسرے مرتبۂ واحدیت میں کہ تجلی ثانی و تعین ثانی (ہے) ، اور کم مرتبہ ~~...~~ تفصیلِ صفات ،
اللہ کے مظہر اور عبداللہ (اللہ کے بندے) کے مظہر کا مرتبہ ہے ، جب کہ الٰہی وجوبی ، ذاتی ، جلالی ، جمالی اور
فاعلی و انفعالی اسماء و صفات کا مظہر علم کے مرتبے میں (ہے) اور خاص صوفیہ کی اصطلاح میں وہ اس سے
معرّا ہے فیضِ مقدس سے ، اور اس تجلی کو ذاتی ، علمی اور عینی تجلی کہتے ہیں اور حا وجود کے باطن کو پورے اور علم کے ظاہر
طور پر روشن و منور کرنا ~~...~~ اس کا خاصہ ہے ۔
اور اے دل اس بے جہت ذات کی طرف دیکھنے والا اور نگران رہ ، جو مرتبۂ خارج میں اعیانِ ثابتہ
کے آثار و اعلام ~~کا صانع و خالق~~ میں ظہور پذیر ہے جبکہ عالمِ اجسام کے مرتبے میں وہ زید و عمر و بکر کی صورتوں
میں شکل پذیر ہوا ہے ، کیا عرش سے لے کر تحت الثریٰ (زمین کی آخری تہ) تک کی ارواح مثالی اور اجسام
اور کیا مرتبۂ سابعہ (ساتواں) میں کہ وہ انسانِ کامل ہے اور اس کے مظاہر ۔ اور یہ جامع مرتبۂ سابعہ جو
جامع تمام مراتبِ ستہ (چھ مرتبے) کو جمع کرنے اور یکجا کرنے والا ہے ، اس کی ذات کا مقصود و
مدعا ہے ۔ ذات کے لیے مقصود وہ ہے اور اس کے لیے مقصود ذات ہے ، صورت اس کی ذات ہے اور ذات
اس کی صورت ہے اور اس مرتبے میں اس کی ذات ، پاک صاف صوفیا کی اصطلاح میں ، مقدس قبض
(قبض ہو تو بمعنی خوشی ، عظمت و بزرگی ، فیض ہو تو بمعنی بڑی بخشش) کے نام سے موسوم ہے ۔ اس تجلی کو وجودی
ہشتادی (اَسّی سے متعلق ؟) عینی عیانی (ظاہری حقیقت والی) تجلی کہا جاتا ہے ۔ اور یہ دوسری تجلی
پہلی تجلی پر موقوف ہے اور باطنِ علم اور وجود کا ظاہر اس کا خاصہ ہے ، اس حالت میں کہ "یا ایہا القلب
... ساجدٌ" یعنی اے دل تو اس پاک ذات کے حضور خضوع و خشوع کرنے والا ، اس کی عبادت کرنے والا ،
اور اس کو سجدہ کرنے والا ہے ۔ دوسرے لفظوں میں پس اے دل ہر حال میں اور ہر وقت ~~...~~
اس پاک ذات کو پالینے اور سمجھنے کے لیے مستغرق اور محو در محو ہو ۔ (احاطہ کرنے والی)

اگلا صفحہ

دوسرے مرتبۂ واحدیت ہیں کہ تجلّیِ ثانی و تعینِ ثانی (ہے)؛ اور تیسرا مرتبہ تفصیلِ صفات، اسرار،
اللہ کے مظہر اور عبداللہ (اللہ کے بندے) کے مظہر کا مرتبہ ہے، جب کہ الٰہی وجوبی، ذاتی، جلالی، جمالی اور
فاعلی و انفعالی اسماء و صفات کا مظہر علم کے مرتبے میں (ہے) اور خاص صوفیہ کی اصطلاح میں وہ اس سے
معرّا ہے فیض سے، اور اس تجلّی کو ذاتی، علمی اور عینی تجلّی کہتے ہیں اور وجود کے باطن کو پورے مقدس
اور علم کے ظاہر
طور پر روشن و منوّر کرنا اس کا خاصہ ہے۔
اور اے دل اس بے جہت ذات کی طرف دیکھنے والا اور نگران رہ، جو مرتبۂ خارج میں اعیانِ ثابتہ
کے آثار و اعلام میں ظہور پذیر ہے جبکہ عالمِ اجسام کے مرتبے میں وہ زید و عمر و بکر کی صورتوں
میں شکل پذیر ہوا ہے، کیا عرش سے لے کر تحت الثّریٰ (زمین کی آخری تہ) تک کی ارواح مثالی اور اجسام
اور کیا مرتبۂ سابعہ (ساتواں) میں کہ وہ انسانِ کامل ہے اور اس کے مظاہر۔ اور یہ جامع مرتبۂ سابعہ جو
جامع تمام مراتبِ ستّہ (چھ مرتبے) کو جمع کرنے اور یکجا کرنے والا ہے، اس کی ذات کا مقصود و
مدعا ہے۔ ذات کے لیے مقصود وہ ہے اور اس کے لیے مقصود ذات ہے، بصورت اس کی ذات ہے اور ذات
اس کی صورت ہے اور اس مرتبے میں اس کی ذات، پاک صاف صوفیا کی اصطلاح میں، مقدس قبض
(قبض ہو تو بمعنی خوشی، عظمت و بزرگی، فیض ہو تو بمعنی بڑی بخشش) کے نام سے موسوم ہے۔ اس تجلّی کو وجودی
ہشتادی (اَسّی سے متعلق ؟) عینی عیانی (ظاہری حقیقت والی) تجلّی کہا جاتا ہے۔ اور یہ دوسری تجلّی
پہلی تجلّی پر موقوف ہے اور باطنِ علم اور وجود کا ظاہر اس کا خاصہ ہے، اس حالت میں کہ "یا ایہا القلب
.. ساجدٌ" یعنی اے دل تو اس پاک ذات کے حضور خضوع و خشوع کرنے والا، اس کی عبادت کرنے والا،
اور اس کو سجدہ کرنے والا ہے۔ دوسرے لفظوں میں پس اے دل ہر حال میں اور ہر وقت
اس پاک ذات کو پالینے اور سمجھنے کے لیے مستغرق اور محو در محو ہو۔
(احاطہ کرنے والی)

اگلا صفحہ

چھٹا باب

مراتب سبعہ (سات مرتبوں) کے بیان میں، جو وجوب و قدم اور حدوث و امکان کے مرتبے ہیں

اے بھائی، وہ صاحب جمال نازنین، وہ فضیلتوں والا محبوب، وہ دلدار کی نرگسی چشم اور وہ باوقار دو شرمگیں آنکھیں (یعنی انکی آنکھوں والا محبوب) بے نیازی کے سرہانے پر اس طرح خوابِ ناز میں مست ہوا ہوا تھا کہ غیریت کے غیر کی کوئی نشانی اور یکی (وحدت، ایک ہونا) اور دوئی کے خیال یا اس کی کوئی دلیل اس کے نزدیک نہ پھٹکی تھی۔ صبا کی مشاطہ اس کی مشکیں زلفوں کو کنگھی کیا کرتی اور وہ ہوا کی دایہ اس کے سیاہ بالوں کو موتیوں کا بندا[1] (پہناتی)۔ اس کے چہرے کا رنگ گلناری یعنی سرخ تھا، اس کے گالوں کی چمک گویا آگ کی بھڑک، اس کے حسن کی برق روح کے لیے تازہ زندگانی اور اس کے دانتوں کی چمک دل کے لیے عمرِ جاودانی (کا باعث)، اس کے ہونٹوں کے رنگ نے لعلِ بدخشاں کی قیمت گھٹادی۔ اس کے نازکی خوبی سے فخ[2] اور نوشاد[3] کی گڑیاؤں کے پردے اچانک پھٹ گئے (یہ ترجمہ بھی ہوسکتا ہے: اس نے اپنی خوبیِ ناز سے فخ اور نوشاد کی گڑیاؤں کے پردے اچانک کاٹ دیے)۔ "احببت"[4] کے نغمے کی گولی اس کے کان میں ڈال دی۔ فوراً ہی محبوبانہ ادا سے اس نے "فخلقت الخلق"[5] کے دامن پر ہاتھ دھرا۔ اس وقت اس تمام صفات کی جامع ذات نے اس کی اپنی مراد کا غمازہ اس پر کھول دیا اور اس کی کامل البرکات صفات کی زلفوں میں شکن پڑگیا اور وہ اس کے اس جلال و جمال سے ظہور کی حنا سے منقش اور رنگدار ہوگئیں اور اس کا نمکین حسین خسین رنگ برنگے یعنی قسم قسم کے رنگوں سے متشکل و مزین ہوگیا۔

نامور عرفا اور صاحبِ قدرت علما مراتب کے فکر میں جوش میں آگئے یعنی انھوں نے ان پر بہت غور کیا، اور زمانے کے عقلمند اور نامدار فصحا مناقب کی جستجو میں خروش میں آگئے۔ پس ان امور میں اس کا تنزل اس کی عالم ظہور میں توجہ کے سبب ہے۔ جان لے اے بھائی کہ اللہ تجھے ایمان میں بہت خوش بخت کیا کرے اور برہان میں اللہ تجھے مضبوط کرے اور اکوان (کون کی جمع، دنیائیں، جہان) میں اللہ تجھے بزرگی سے نوازے اور ایقان میں اللہ تجھے معروف کرے ـــــ کہ تمام صفات کی جامع اس ذات کے نزول کے لیے سات مرتبے ہیں۔ ان میں سے تین داخلی ہیں ـــــ اس لیے کہ اس کا ذاتِ حق سبحانہٗ میں داخل ہونا ہے ـــــ اور ان تین مرتبوں کو مراتبِ وجوب و قدم (وجوب جو لازم یا جس کا وجود لازم ہو اور قدم یعنی قدیم، ازلی) کہتے ہیں۔ اور ان میں سے تین خارجی ہیں کہ یہ خارج ہونا حق سبحانہٗ کی ذات سے ہے اور اس کا داخل ہونا اکوان یعنی جہانوں میں ہے ـــــ اور ان تین مراتب کو حدوث و امکان کے مرتبے کہا جاتا ہے۔ اور ساتواں مرتبہ ان سب کا مجموعہ ہے اور

۱۔ بندا کانوں کے لیے ہوتا ہے، یہاں کاتب یقیناً ایک سطر چھوڑ گیا ہے۔

۲۔ فخ، مکہ کے ایک موضع کا نام ۳۔ نوشاد: حسینوں کے ایک حسن خیز شہر سے منسوب

۴، ۵۔ حدیث قدسی: فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق "میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں مخلوق کو پیدا کیا"

وہ ہے انسان ۔

اب اے بھائی سب سے پہلے وجوب و قدم کے ان تین مرتبوں کے بارے میں سن :

پہلا مرتبۂ احدیت ہے جو سادہ ہستی یا ہستیِ محض ہے اور وجودِ خالص نشان و بیان سے دور اور پوشیدہ و ظاہر سے خالی ہے اور تغیر و تبدل سے پاک اور عدد و کثرت سے منزہ ہے ؛ وہ تمام نشانیوں سے بے نشان ہے ، نہ تو وہ علم میں تلتا ہے (علم اس کی کنہ کو نہیں پا سکتا) اور نہ وہم و خیال میں سماتا ہے نہ تو وہ کشف میں سماتا ہے اور نہ دلیل و برہان میں ، نہ وہ عقل میں آتا ہے اور نہ ایقان میں ۔ اس کا نہ اول ہے اور نہ آخر ، اس کا نہ باطن ہے اور نہ ظاہر ۔ وہ چند و چون (کتنا اور کیسا ، کیف و کم) سے بے نیاز ہے اور تمام کیف و کم اس سے باہر ہیں ۔ سر کی آنکھ (مراد ظاہری آنکھ) اس کے ادراک میں عاجز و خیرہ ، سر کی نگاہ (ظاہری نظر) اس کی دریافت (پا لینا) سے تاریک ہے ، وہ نام و نشان سے بے نشان اور ظہور و اخفا سے محفوظ ہے ؛ سلبی اور ثبوتی صفات سے منزہ اور اشاروں کنایوں سے دور ہے ، تمام عیبوں سے غیب ہے ، مُطلق ہے ، اطلاق سے اور بے رنگی و رنگ کے تمام عیبوں سے ، اور اس کی جہت کو نہ ہمارا وہم و خیال اور نہ عقل ہی احاطہ کر سکتی ہے ۔ وہ تمام تشبیہ اور تنزیہ سے مبرا ہے اور استعارے اور کنائے سے معرا (خالی) ۔ "لَمْ يَلِدْ . . . اَحَدٌ"[1] (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور کوئی بھی اس کے پلّے کا نہیں ہے) ۔ "لاشریک لہٗ ، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ"[2] (اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور کوئی شے اس جیسی نہیں ہے) اور اس مرتبے کو ان ناموں سے یاد کیا جاتا ہے : مرتبۂ احدیت ، عین کافور ، ذات بحت (خالص ذات) ، ذاتِ ساذج (سادہ) ، ساذجِ محض ، وراء الوراء ، مُطلق از اطلاق و از شرطِ لا ، لاھوت ، باھوت و ھاھوت ، بے رنگ ، غیب الغیب اور ہستی جو اپنی ذات میں موجود ہے اور باقی موجودات کا وجود اس سے (قائم) ہے ۔ یعنی غیب الغیب یہ ہے کہ ہم جس چیز کو اپنی عقل میں غیب سمجھتے ہیں حق تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ غیب ہے ، یا یہ کہ نسبتِ جسم مثال غیب ہے تو مثالِ مُطلق کہیں زیادہ غیب ، اور نسبت روح مثال غیب ہے تو روح الروح کہیں زیادہ غیب ، اور نسبتِ روحِ اعیان غیب ہے تو عینِ مطلق کہیں زیادہ غیب ، اور نسبت عین صفت غیب ہے تو صفت الصفات کہیں زیادہ غیب اور نسبتِ صفت اسم غیب ہے تو اسم الاسم کہیں زیادہ غیب ، اور نسبتِ اسم ذات غیب ہے تو ذات الذات کہیں زیادہ غیب ہے ۔ تو چونکہ وہ ذات الذات ہے اس لیے سب سے غیب الغیب ہوا ، چنانچہ کسی نے کہا ہے : "اعبد و انا . . . الخ" (میں اس حالت میں عبادت کرتا ہوں کہ مجھے خبر نہیں اور مجھے اس سے کوئی نسبت نہیں بجز اس کے کہ میں اس کا محتاج ہوں) ۔ یہ مرتبۂ لاتعین ہے اور کسی اسم اور صفت کے ملاحظے کے بغیر اطلاق ہے ، حتیٰ کہ "لاتعین" بھی ملحوظ نہیں ہے ، اس کے کمال ذاتی کا مرتبہ استغنا ہے یہ

---

١ ۔ سورۂ اخلاص آیات ٣ بعد   ٢ ۔ الانعام آیہ ١٦٣ کا ایک حصہ

= بے نشان ہستی نے اس کا نام وحدت رکھا ہے اور چونکہ وہ "لا" کی شرط یا نشان میں ہے اس لیے اس کا نام احد ہے،
جب کوئی شئے شرط سے مشروط یا واحد ہو تو سمجھ لے کہ اس کا ظہور ازل سے ابد تک ہے۔
"لا یقال . هذا المرتبة" (نہیں کہا جاتا واحد بالذات یعنی وہ ذات میں واحد ہے اور اعتبارات میں کثیر ہے اور نہ اس پر اطلاق ہوتا ہے اس مرتبے میں اشیا میں سے کسی ایک کے لیے۔

وجوب و قدم کے مرتبوں میں دوسرا مرتبہ وحدت ہے :

اے بھائی دوسرے مرتبے کا پہلا تعین وحدت ہے کہ وہ تجلی اول ہے اور اسماء و صفات کے جمال کا مرتبہ نیز برزخ کبریٰ اور برزخ البرازخ (برزخوں کا برزخ ۔ برزخ وسطی یا درمیانی چیز) اور حقیقت محمدی اور بطون و ظہور کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبے میں ذات کو اپنی صفات کے اسماء کا علم اجمالی اور ابہامی صورت میں، بعض کے امتیاز کے بغیر ثابت و متحقق ہوا۔ نیز اس مرتبے میں ذات چار کامل صفات سے، کہ علم و وجود اور نور و شہود ہیں، متصف ہوئی یعنی اس تجلی میں وہ اپنے آپ میں، اپنے اوپر اور اپنے لیے ظاہر ہوئی، اس نے خود کو خود جانا، اپنے خود (ذات) کو دریافت کیا اور خود ہی خود پر روشن ہوئی اور خود خود (یعنی اپنے آپ) کو دیکھا۔ نیز ذات نے جان لیا کہ یہ چار صفتیں میری صفات ہیں اور ایک تعین ہے جو نسبت دیے گیوں کے درمیان نسبت کی صورت ہے۔ سو عالمیت و معلومیت (عالم ہونے اور معلوم ہونے کی) نسبت، واحدیت، موجودیت اور ظاہریت و مظہریت اور شاہدیت و مشہودیت کی نسبت متحقق و ثابت ہوگئی۔ اور جب وحدت ہونے سے احدیت مقدم ہوگئی تو اول و آخر اور ظاہر و باطن کا اسم بھی پیدا ہوگیا۔ نیز یہ مرتبہ احد کی طرف منسوب ہے اور یہ تمام شانوں کا جامع ہے، نیز ازلی و ابدی اور نور قدیم ہے۔ پھر یہ مرتبہ وحدتِ صرف اور قابل محض ہے۔ سو اگر ہم اسے تمام صفات اور شانوں اور عالی حروف سے مجرد کر لیں (یعنی تنہا یا الگ بھی کر لیں) تو یہ مجرد بھی مرتبۂ احدیت ہے اور اس سے مراد بطون صرف اور وہ اولی اور ازلی ہے۔ اور جب ہم اسے تمام صفات اور شانوں سے اور عالی حروف سے متصف کریں تو یہ مرتبۂ واحدیت ہے اور اس کا خاصہ ہے ظہور و آخریت اور ابدیت۔ نیز اس مرتبے کا ایک ظہور اور ایک شہود ہے، اجمال (مختصر ہونا) میں مفصل ظہور کی مانند، اور ایک ظہور اور ایک نمود ہے جیسے گٹھلی میں ظہورِ شجر اور وجودی بروز (ظاہر ہونا، ظہور) ہے جہات میں نباتات کے بروز کی مانند، اور ایک صورت اور ایک ہستی ہے جیسے انسان کے زید و عمر اور بکر کا ظہور اور حیوان میں اور جسم نامی (نمو پانے یا بڑھنے والا جسم) اور جسم مطلق میں انسان کے شہود کی مانند اور واحدِ حقیقی کے وجود میں جوہر و ممکن کا۔ نیز یہ مرتبہ، تراب (مٹی) کی مانند ہے۔ جب تو تراب کی ماہیت کے بارے میں غور کرے تو اس میں کوئی تشخص اور کوئی امتیاز نہیں ہے اور کوئی وجودی یا غیر وجودی صفت اس میں دکھائی نہیں دیتی اور وہ احدیت کی مثل ہے اور وحدانیت کی مانند صرافتِ محض (بالکل خالص ہونا) کے قابل ہے، اور جب تو گوندھ کر بھگو کر اس کی گولی بنائے تو وہ واحدیت کی مانند ہے جو تمام صورتوں کے قابل

ہے، کیا انسان اور حیوان کی صورت اور کیا پرندے وغیرہ کی، سراسر تیار اور حرافت کے بغیر۔ اور جب تو اس سے صورتوں میں سے کوئی صورت بنائے اور اسے کسی حیوان کی شکل سے متشکل کرے یا اسے صورتِ انسانی کی شکل دے تو وہ وحدیت ہے۔ اور حقیقتِ حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔

وجوب و قِدَم کے مرتبوں میں تیسرا مرتبہ واحدیت ہے:

اے بھائی تیسرا مرتبہ واحدیت ہے اور یہ مرتبۂ جبروت ہے، تعینِ ثانی اور تجلی ثانی ہے۔ جو تفصیلِ اسماء اور وجوب و کون اور کیانی (ڈھانچے) سے متعلق صفاتِ الٰہی کا مرتبہ ہے مرتبۂ علم میں اسرار کے ساتھ، اور وہ اس طرح کہ سب سے پہلے تمام صفات کا جامع اسم ہے اور وہ حقیقت ہے جو تمام موجودات میں رواں دواں ہے اور وہ اسم مبارک ہے "اللہ"، یہ اسم الاسم ہے۔ اس میں ذات متشکل ہوئی کلیت اور جمعیت کی شان میں۔ دوسری مرتبہ تمام اسماء الٰہی میں، الگ الگ، مرتبۂ علم میں ذات نے تفصیل کی صورت پکڑی اور ہر اسم دوسرے اسم سے ممتاز ٹھہرا، جیسے اللہ رحمٰن سے (ممتاز ٹھہرا)، رحیم سمیع سے، بصیر علیم سے، حی کلیم سے اور فرید قدیر سے، وغیرہ وغیرہ اللہ کے اسماء میں سے سوائے "اللہ" کے۔ اسی طرح ذات 'اسمائے کیانی' میں سے اسم جامع کی صورت میں شکل اور متعین پذیر ہوئی اور وہ اسم جامع ہے "عبداللہ" اور وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عینِ مطلق ہے، بجملیت (اور کلیت کی پوری شان میں۔ اسی طرح ذات تمام اسمائے کیانی میں الگ الگ صورت پذیر اور متشکل ہوئی اور ہر اسم دوسرے اسم سے متمیز ہوا، جیسے عبداللہ عبدالرحمٰن سے، عبدالرحیم عبدالسمیع سے، زید عمر سے اور بکر خالد سے، وغیرہ وغیرہ (اسمائے کونیہ میں سے) یعنی تمام الٰہی اور کونی اسماء کی تفاصیل علم ذات کے مرتبے میں عیاں ہوگئیں، اسماء کا کمال کمالِ ذات ہے اور کمالِ ذات اسے کہتے ہیں کہ غیر اور غیریت کے اعتبار کے بغیر نفسِ خود کا خود میں نفسِ خود میں ظہورِ ذات ہو۔ کمالِ جلا (چمک) اور کمالِ استجلا اور غنائے مطلق (نفسِ خود کے لیے)

اس مرتبے کا لازمہ ہے۔ کمالِ جلا کا مطلب ہے تمام اعتبارات کے مطابق اس کا ظہور اپنے لیے یا اس کا خود کو ظاہر کرنا، اور کمالِ استجلا یعنی تمام اعتبارات کے مطابق اس کا اپنے لیے شہود یا اس کا خود کو حاضر کرنا اور غنائے مطلق سے مراد ہے شئون (شانیں) و احوال اور اعتبارات، احکام اور لوازم کے ساتھ تمام الٰہی و کونی مراتب میں ذات کو باطنِ مشاہدہ میں (پورے پورے طور پر) دکھاتے ہیں

اور تمام صُوَر (صورتوں) و احکام اور اعتبارات میں ثابت ہیں (حرکت ناپذیر ہیں)، یعنی اس طریق سے ہیں

کہ ذات کا ان میں متصف ہونا ہے تمام ہست (وجود) کے مرتبہ کے اعتبار سے، جیسے اللہ اور بعض حقائق کونیہ سے مشروط ہیں جیسے خالقیت اور رازقیت جو مخلوق اور مرزوق (رزق دیا گیا) کے وجود کے مقتضی ہیں، اور بعض مشروط نہیں ہیں جیسے حیواۃ (حیات) اور علم و ارادت یا حی عالم یا علیم و مرید۔ اور وجود کا ان میں ظاہر کا لباس پہننا مرتبۂ فرق کے اعتبار سے ہے، جیسے عبداللہ اور دوسرے خارجی اعیان کے تعینات جیسے زید و عمر و بکر (ظاہر ہونا) اور ان میں وجود کا تلبس ظاہر (ظاہر کا لباس پہننا) وجودی تعدد کا موجب ہے اور وجود فی نفسہٖ واحد ہے اور وہ مختلف صورتوں اور متعدد احکام میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور ان حقائق کونیہ میں سے بعض میں حق کے ظاہر ہونے کے وقت تمام اسمائے الٰہی کی استعداد ہوتی ہے سوائے وجوب ذاتی کے، جیسے انسان کامل کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ﷺ اور دیگر انبیا (علیہم السلام) اور اولیا (رحمۃ اللہ علیہم) ہیں، اور احدیت الجمع میں ذات، ازلی و ابدی طور پر، واحدیت کے مرتبۂ تفصیل میں ساری و جاری ہے۔ اور وجود کا ظاہر اور علم کا باطن، کہ وہ حقیقتوں کی حقیقت ہے، نیز باطن وجود اور ظاہر علم بھی کہ جو حق کی علمی صورتوں سے عبارت ہے، اس مرتبے میں ہے، اور اس تجلی کو وجودی ذاتی علمی غیبی تجلی اور فیض اقدس کہا جاتا ہے۔

فیض اقدس سے حق کا استغنا (بے نیازی چاہنا) اور فیض مقدس سے اس کا غناء (بے نیازی) نیز خلق پر حق کا تقدم دونوں فیضوں سے بچنے / دور رہنے کے اعتبار سے ہے۔ تو یہ جو نورِ ربانی ابوالحسن خرقانی نے فرمایا ہے کہ: "تحقیق میں اپنے رب سے دو طریقوں میں کمتر ہوں"، تو اس سے ان کی مراد وجوب و قدم ہے۔ اور یہ کہ: "میں اپنے رب سے دو طریقوں میں بڑا ہوں"، تو اس سے مراد حدوث و امکان ہے۔

واضح ہو کہ کلیت کے لحاظ سے اسمائے الٰہی اٹھائیس ہیں اور وہ یہ ہیں:

بدیع (ابتدا کرنے والا، موجد)، باعث (بھیجنے یا اٹھانے والا)، باطن، آخر، ظاہر، حکیم، محیط (گھیرنے والا)، مشکور (بہت قدردان)، غنی، المدبر، مقتدر (قوت و قدرت والا)، ربِّ علیم، قاہر، نور، مصوّر، محصی (پالینے یا گننے والا)، مبین، قابض، محی، ممیت، عزیز، رازق، مذل، قوی، لطیف، جامع، رفیع الدرجات۔

اسی انداز سے، از روئے کلیت، اسمائے کونی اٹھائیس ہیں اور وہ یہ ہیں:

عقل کل، نفس کل، طبیعت کل، جوہر ہبا کل ~~مشکل~~ کل، جسم کل، عرش، کرسی، فلک البروج، فلک المنازل، فلک زحل، فلک مشتری، فلک مریخ، فلک شمس، فلک زہرہ، فلک عطارد، فلک قمر، کرۂ اثیر، کرۂ ہوا، کرۂ آب، کرۂ خاک، مرتبۂ جماد، مرتبۂ نبات، مرتبۂ حیوان، مرتبۂ ملک، مرتبۂ جن، مرتبۂ انسان، مرتبۂ جامع اسماء الذات (ذات کے اسماء کا جامع مرتبہ)۔

۷۵

لہذا وہ ذات ہے: ھُوَ اللّٰہ الملک الرب القدّوس السلامُ المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر العلی العظیم، الظاہرُ الباطنُ الاولُ الآخر الکبیر الجلیل المجید الحق المبین الواحد الماجد الصمد المتعالی الغنی النور الوارث ذوالجلال الرقیب۔

اسمائے صفات یہ ہیں: الحی الشکور القہار، القاہر، المقتدر القوی القادر الرحمٰن الرحیم الکریم الغفار الغفور الودود الرؤف الحلیم الصبور البر العلیم الخبیر المحصی الحکیم الشہید السمیع البصیر۔

اسمائے افعال یہ ہیں: المبدی الوکیل الباعث المجیب المقیت الحفیظ الرافع الخالق الباری المصوّر الوہاب الرازق الفتاح القابض الباسط الخافض المعز المذل الحکیم العدل اللطیف المعید المحی الممیت التواب المنتقم المقسط الجامع المغنی المانع الضار النافع البدیع الرشید۔

اے بھائی اس سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات ان تمام اسمائے الٰہی میں اور کیا اسمائے کونی میں، واحدیت کے مرتبے میں جلوہ گر ہوئی اور یہ اسماء اس مرتبے میں الگ الگ ایک دوسرے سے ممتاز ہوئے۔

اولیاء الروح کے حدوث و امکان کے مراتب کا بیان

اے بھائی، مرتبۂ ذات جو احدیت ہے، تمام نعوت (حمدیں، تعریفیں) اور صفات سے معرّا ہے اور اسی طرح عالم ارواح، جو چوتھا مرتبہ تیسری تجلی اور تیسرا تعین ہے، مظہر احدیت ہے، تمام وحدت (تنہائی، اکیلے ہونا) سے معرّا ہے تمام اشارات سے منزّہ، شکلوں اور صورتوں سے مقدس یعنی پاک ہے، ضیا اور کدورت (آلودگی) سے مطہّر (پاک) ہے اور محدود و متناہی سے اور قرب و بُعد سے معرّا ہے۔ تمام اسرار کا مخزن، کل انوار کا معدن (کان)، نورانی بسیط کا مجرّدہ (تنہا یا اکیلا کیا ہوا) جو کسی تصویر و ترکیب کے قابل نہیں اور کسی قسم کے تجزّی (جزجز ہونا) و تبعیض (حصے حصے ہونا) کو اس میں دخل نہیں ہے۔ جو تمام خواص و عوام یعنی تمام خاص اور عام کا جامع، کِل کُل، مظہرِ تام ہے، کروبی (مقرب) ملائک کی ارواح اور جبرئیل وغیرہ، بلکہ تمام ملکوتی اور ناسوتی ارواح (پر) حاوی (چھا جانے والا) ہے، روحِ روح ہے، قلم اعلیٰ، امّ الکتاب۔ اس کا نام، جیسا کہ کہا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، اس کی تحریر (۲): سب سے پہلے اللہ نے میرا نور تخلیق کیا، اللہ

خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا: اور تجھ (یعنی حضورؐ) سے روح کے بارے میں لوگ پوچھتے ہیں، کہہ دے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے[1]۔ یعنی وہ عالمِ امر سے ہے اور عالمِ ملکوت سے اور عالمِ غیب اور عالمِ ارواح و روحانیت سے ہے؛ لا انتہا ہے۔ اور حق سبحانہٗ مادہ کے وسیلے کے بغیر اور وہی رُوح الروح ہے جو واحدِ محض ہے شہود کے خارجی وجود میں، جبکہ کسی دوسری روح[2] کا وجود و ثبوت نہیں ہے سوائے اس کے۔ اس کی ذات میں بالذات ہے، اعتبارات میں کثیر یا متعدد لباسوں میں اور تعیناتِ خاصہ اور متنوع رنگوں میں، مختلف الوان (رنگوں) میں جلوہ گر ہوا اور ہر مقام پر ایک نام سے موسوم ہوئی۔ ایک شان میں تو "رُوحِ اعظم" کے نام سے اور ایک جگہ "رُوح الامین" اور "رُوح القدس" کے ناموں سے پکاری گئی، اور اسی طرح اس کے نام رکھے گئے: روح العرش والکرسی والافلاک والکواکب (ستارے) والعناصر و المرکبات۔ انسانی مرتبہ میں اس کے یہ نام رکھے گئے: روحِ آدمؑ و (روح) نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور روحِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور یہ نام بھی: رُوحِ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و الفاطمہؓ والحسنؓ والحسینؓ و محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہم؛ نیز یہ نام بھی دیے گئے: جمیع المخلوقات والموجودات۔

اس ذات و امکان کے مرتبوں میں دوسرا مرتبہ مثال ہے:

اے بھائی! پانچویں مرتبے اور چوتھی تجلی نیز چوتھے تعین کو عالمِ خیال اور عالمِ مثال کہا (لطیف مرکب نوری صورتوں کے، جو ترکیب اور تصویر میں وجود پذیر ہوئیں) جاتا ہے۔ وہ تمام روحیں جو اس عالمِ نورانی میں تھیں، اس عالم میں لطیف شکلوں میں صورت پذیر ہوئیں، اس طور کہ وہ جز جز یا ٹکڑے ٹکڑے اور حصے حصے ہونے کے قابل نہیں ہیں اور نہ قطع قطع ہونے ہی کے لائق وہ نیند اور بیداری کی کثافت سے معرّا، صحت اور بیماری سے مبرّا، کھانے اور پینے سے منزّہ، حاجت اور پیشاب سے مقدس یعنی ان سے پاک ہیں، انسانی نقائص سے بچی ہوئی اور جسمانی پلیدیوں سے محفوظ (یعنی محفوظ) ہیں؛ احساس اور ادراک سے باہر ہیں اور ہر موجود کے چند و چون (کتنا اور کیسا) کے احاطے سے باہر، اس عالمِ خیال میں لا تعداد اور بے حساب ~~شکلیں اس عالمِ مثال اور عالمِ خیال میں شکلیں دو قسموں میں منقسم ہیں~~۔ اس عالمِ خیال اور عالمِ مثال میں شکلوں کی دو قسمیں ہیں: مثالِ مطلق اور مثالِ مقید۔

١۔ سورہ ١٧ آیہ ٨٥

٢۔ متن میں "رُوح" یعنی واحد کے ساتھ فعل میں جمع کا صیغہ آیا ہے "نلارند"۔ اگر ارواح ہو تو پھر ترجمہ ہوگا: جبکہ دوسری روحوں کا ... بالذات ہیں۔

اسرار

مثالِ مقیدیہ ہے کہ وہ انسانی خیال میں در آتی اور عالم خواب میں لوگوں کو منہ دکھاتی یعنی سامنے آتی ہے، مثلاً عالم رؤیا (خواب) میں لوگ انبیاؑ اور اولیاؒ کا دیدار کرتے اور بزرگوں کی رُوحوں کے باغ سے فیض کے پھول چنتے ہیں۔ مثالِ مطلق یہ ہے کہ وہ ہم لوگوں کے خیال سے باہر ہے اور نورِ قلب سے دور اور نزدیک سے دیکھی جاتی ہے، جیساکہ اولیا اللہ نظروں سے عرش و کرسی اور لوح و قلم اور جو کچھ ان میں ہے، دیکھ لیتے ہیں۔ اور عرش ایسی بارگاہ رکھنے والے جناب فاروق علیہ السلام کا (حضرت) ساریہ، رضی اللہ عنہ، سے یہ فرمانا: یا ساریہ! پہاڑ کی طرف (مسجد نبوی میں خطبہ کے دوران) اور عرش سے نسبت رکھنے والی بارگاہ والے حضرت غوث اعظمؒ کا، مجلس وعظ میں بغداد سے کسی دوسرے ملک میں موجود اپنی ایک عصمت مآب پردہ نشین مریدنی کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ سے عصا دینا، وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ یہ سب مثال مطلق کی قسم سے ہیں۔

عالم مثال کی دو اور قسمیں ہیں: عروجی اور نزولی۔ عروجِ مثال دو طرح کی ہے: اختیاری اور اضطراری۔ عروجِ اختیاری یہ ہے کہ آدمی ریاضتِ شاقہ اور کثرتِ فقر و فاقہ کے ساتھ اشغال لطیفہ اور اذکار نفیسہ میں مشغول ہو اور عنایتِ الٰہی سے اس کی چشم بصیرت سے غفلت کا پردہ دور ہو گیا، تو اس طرح عالم مثال اختیار سے، کہ ریاضت کا ثمرہ ہے، اس پر منکشف ہو گیا۔ پھر اس پر عالمِ ارواح کا کشف (کشف ہوا) ہوا، پھر عالمِ اعیان کا، پھر عالمِ اسماء کا اور پھر عروج کا اور وصل بالذات۔

اور عروجِ اضطراری، جس کا مطلب بے اختیاری ہے، کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی عروجِ بے اختیاری یہ ہے کہ جب آدمی مقررہ وقت پر، کہ وہ موت ہے، اس دارِ فنا سے کوچ کر گیا تو جسد سے الگ شدہ روح اپنے اختیار کے بغیر مَلَک کے وسیلوں سے عالم مثال میں عروج کرتی ہے۔ دوسری عروجِ بے اختیاری یہ ہے کہ وہ خدائی ہے جو انبیاؑ اور اولیاؒ کو میسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان کو، ان کے اختیار کے بغیر، معراج پر لے جاتا ہے۔ اور مثالِ نزولی کی بھی دو اقسام ہیں: نزولی اختیاری اور نزولی اضطراری۔ نزولی اختیاری یہ ہے کہ وہ انبیاؑ اور اولیا کو معراج میں واقع ہوتی ہے اور وہ دنیا سے عالم بالا کی طرف عروج کرتے ہیں (اوپر کی طرف جاتے ہیں)۔ پھر جب وہ واپس آتے ہیں دارِ دنیا (دنیا کے گھر) کی طرف تو اس طریق سے آتے ہیں کہ عالم ارواح سے عالم مثال میں پھر جسم میں آ جاتے ہیں۔ یہ نزولِ اختیاری ہے۔ اور نزولِ اضطراری یہ ہے کہ وہ ارواح جو عالم الٰہی میں ہیں، جسد میں پیکر پذیر نہیں ہوئی ہیں۔ جب ان ارواح کے دارِ دنیا میں نزول کرنے کا وقت آتا ہے تو پہلے وہ علم الٰہی سے عالم ارواح کی طرف آتی ہیں اور پھر عالم مثال میں داخل ہوتی ہیں۔ اس کیفیت کو نزولِ اضطراری کہتے ہیں۔

۱۔ علیہ السلام کے الفاظ عموماً پیغمبروں کے لیے لکھے جاتے ہیں اور حضرات خلفا کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ

اور اصحابِ کہف کا غار میں ہونا اور اولیا کی ایک جماعت کا ان سے ملاقات کرنا، جبریل علیہ السلام کا دحیہ کلبی کی صورت میں شکل پذیر ہونا اور پیغمبرِ خدا کے پاس آنا اور آپ کے بعض صحابہ کرام کی جماعت کو دیکھنا، خواجہ خضر کا اولیا اللہ اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا، ستون کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکلم کرنا، صالحین کی قبروں کا کھلنا اور آئینے میں صورت کو دیکھنا نیز پانی میں شکل دیکھنا یہ سب اس مرتبے میں داخل ہے۔ اشعار:

= اے پسر، لاہوت، جڑ ہے ، اے نامور جبروت شاخ ہے،
= ملکوت اس کے پھول ہیں، دیکھ، ناسوت تمام ثمر گن (ہر ثمر: گن، اگر ہر شجر ہو تو یعنی درخت پر ہے)
= ملکوت کو جبروت میں دیکھ، جبروت کو لاہوت میں دیکھ
= لاہوت کو ناسوت میں دیکھ، اگر تو صاحبِ عقل ہے تو اس میں گم ہو جا۔

حدوث و امکان کے مراتب میں چھٹا مرتبہ عالمِ اجسام کا ہے :

اے بھائی، چھٹا مرتبہ اور تجلیِ خامس (پانچویں تجلی) اور تعینِ پنجم عالمِ اجسام ہے جو کثیف صورتوں کا عالم ہے اور یہ صور جز جز ہونے، حصے حصے ہونے اور تزئیل (باہم فرق ہونا) کے لائق ہیں اور وہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہیں۔ ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ کثیف اور بعض، بعض کی نسبت زیادہ لطیف ہیں، جیسے افلاک، طبقاتِ زمین اور عناصرِ بسیط و مرکبات۔ افلاک کی تزئیل اس طور ہے: فلکِ قمر، فلکِ عطارد، فلکِ زہرہ، فلکِ شمس، فلکِ مریخ، فلکِ مشتری، فلکِ زحل، فلکِ البروج، فلکِ المنازل جسے فلکِ اطلس کہا جاتا ہے، فلکِ الکرسی، فلکِ العرش۔

طبقاتِ زمین کی تزئیل: ارض کا طبقۂ اولیٰ جسے ارضِ نفوس کہا جاتا ہے، طبقۂ ثانیہ بنام ارض العادۃ، تیسرا طبقہ بنام ارض الطبع، چوتھا طبقہ بنام ارض الشہوۃ، پانچواں بنام ارض الطغیان، چھٹا بنام ارض الحا(تند، کاٹ دار، تیز) اور ساتواں ارض الشقاوت (سنگدلی)

عناصرِ بسیط کی تزئیل: خاک، باد، آتش، ہوا[3] ~~(چوتھا عنصر پانی ہے، مصنف نے ہوا یعنی فضا دیا ہے جو غلط ہے یا پھر کاتب نے آب کی جگہ ہوا لکھ دیا ہے۔ مترجم)~~

مرکبات کی تزئیل: معدنیات جیسے پتھر، لعل، فیروزہ، الماس، نمک یا شورہ وغیرہ۔

"الکہف"

۱۔ قرآن کریم کی آٹھویں سورہ میں ان کا ذکر ہوا ہے۔ تفصیل کے لیے اس سورہ سے رجوع کیجیے۔

۲۔ اسے ستون حنانہ، بہت رونے والا ستون کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزے کی طرف اشارہ ہے

۳۔ چوتھا عنصر آب یعنی پانی ہے۔ مصنف نے ہوا یعنی فضا دیا ہے جو غلط ہے یا پھر کاتب نے آب کی جگہ ہوا لکھ دیا ہے

دوسرا (مرکب) : نباتات، جیسے درخت اور گندم اور زمین سے پیدا ہونے والی اشیا وغیرہ
تیسرا : حیوانات، جیسے انسان، گھوڑا، بکری، گائے وغیرہ جو مکمل اور مطلق اجسام سے ہیں اور باقی عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک۔ یہ اجسام میں داخل ہیں اور ان کی تمام قسموں کا شمار اس مختصر میں ممکن نہیں۔ اور ان میں جو سب سے اچھے ہیں وہ ہیں: عالم مُلک، عالم خلق اور عالم شہادہ، یہ ہے عالم اجسام؛ یعنی اس مرتبہ میں، کہ وہ عالم اجسام ہے، تمام لطیف مثالی صورتوں اور شکلوں نے جسم کی صورت اختیار کی ہے اور خارج میں نمودار ہوئی ہیں۔ اور عالم اجسام کی اصل جسم مُطلق محمدی ہے جو نور النور کا جامع مطلق ہے اور جو ہر عالم میں اور ہر شہود میں کسی نام سے موسوم ہے (مثلاً) مرتبۂ وحدت میں ذات الذات سے موسوم ہے تو عالم اسماء میں اسم مُطلق سے اور اسم الاسم سے موسوم؛ جبکہ عالم اعیان میں عینِ مطلق اور عین الاعیان ہے، عالم ارواح میں روح مطلق اور روح الروح، روح القدس، ناموس اکبر اور روح الامین ایسے ناموں سے موسوم ہے تو عالم مثال میں مثالِ مُطلق اور مثال المثال سے موسوم، پھر عالم اجسام میں جسم مطلق اور اصل الاجسام کے ناموں سے موسوم ہے۔

پس اے بھائی جان لے اور یقین کر، اگر تو کہے کہ ذات حق ہر مرتبے میں جاری و ساری ہے یعنی اس ذات سبحانہٗ و تعالیٰ نے شکل اور صورت پذیر ہو کر ہر مرتبے میں ظہور فرمایا ہے تو یہ شایان و لائق ہے اور اگر تو یہ کہے کہ حقیقت محمدی اور نور محمدی تمام اشیا کی اصل ہے اور ہر شے میں جاری و ساری ہے تو یہ زیادہ رواں اور لائق یعنی مناسب ہے۔ جو کوئی سمجھ گیا وہ پا گیا، اور جس نے سمجھ لیا وہ خاموش ہو گیا اور جو خاموش ہو گیا اس نے تسلیم کر لیا اور جس نے تسلیم کر لیا وہ نجات پا گیا؛ اور اللہ ہی حقیقت کے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

ساتواں مرتبہ انسان :

اے بھائی ساتواں مرتبہ انسان ایک ایسا مرتبہ ہے جو تمام الٰہی اور کونی مراتب کا جامع ہے اور ربوبیت وجود اور عیانی عینی عبودیت کے کمالات میں مثال ہے۔ تنزلات (تنزل کی جمع، نزول) کے مرتبوں کا آخری مرتبہ ہے۔ موجود میں اس کی صورت حق کی صورت ہے، جلالی و جمالی صفات پر حاوی ہے اور الٰہی و کونی کمالات کے کمال کی محبت اور محبوبیت میں شامل ہے، اس مرتبے میں تفصیل اور اجمال ہے، اس مرتبۂ آخر میں مظہر کامل کا ظاہر اور نسخۂ جامع ہے؛ وہ اول وہ آخر وہ ظاہر وہ باطن، ذاتِ اللہ کا راز اس سے آشکارا وجود کے خارج ظاہر میں اعیان کے آثار و احکام کے رنگ میں، اور موجود کے ظاہر میں (سرِ محمدی کے کردار میں) ماہیت اشیا کے اَلوان (رنگوں) کے تلوّن (رنگا رنگ ہونا) سے، "الاھو ... ھو" (مگر وہ، مگر میں اور نہیں میں مگر وہ) اس کی شان، عالم یا

"لولاک ... لدیتی" (اگر تو نہ ہوتا تو میں ظاہر نہ ہوتا (اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا[1]) اس کی برہان یعنی دلیل، "ما ظہرت ... الانسان" (میں جیسا انسان میں ظاہر ہوا ہوں ویسا اور کسی شے میں) اس کا ایقان، "الانسان سری و انا سرہ" (انسان میں ظاہر نہیں ہوا) اس کے حق میں ناطق (بولنے والا)، (الانسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں) اس کی شان میں صادق ہے۔ اشعار:

= انسان کبھی جسم تو کبھی جان ہو جاتا ہے، کبھی بالکل فرشتہ اور کبھی حیوان ہو جاتا ہے۔

= حضرت انسان جو حدِ مشترک کا جامع ہے، مسیحا بھی ہو سکتا ہے، گدھا بھی ہو سکتا ہے

۷۹۔ "انا ... عین" (میں ع کے بغیر عرب یعنی رب ہوں) "و انا ... میم" (اور میں م کے بغیر احد ہوں) ۔ اس کی ذات کلّی کل کی حدِ فاصل اور تمام عوالم کی جامع ہے، اس کی صفات (یہ کہ) اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اس کے فیض سے پُر وجود کو "عنقا غایبتہ" کے مطابق آخر زمان میں پیدا کیا، "فنفخت ... روحی ... ساجدین"[2] (اس (انسان) میں پھونک دی اور اسے خلافت کی خلعتِ فاخرہ اور امامت (مراد اشرف مخلوقات) کی بزرگی سے سرفراز فرما کر عقولِ عالیہ کے مخفی اسرار اور نفوسِ جلیلہ کے بلند انوار اس میں چھپا دیے اور "ولقد کرمنا ... البحر"[3] سے اسے نوازا اور "لقد خلقنا ... تقویم"[4] کی عظمت سے اس کا سر بلند کر دیا۔ شعر:

= اگر انسان کی بڑائی درمیان سے اٹھ جائے (ختم ہو جائے) تو اس کے سوا اول اور آخر کوئی اور نہ ہو۔

احدیت کے دائرے کا نقطہ، محیطِ وحدت کا مرکز، افلاک کا قطب، شہود کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کا وجود، سخاوت کے خزانوں کا چراغ، مقامِ محمود کا مالک، قرانِ جامع (جامع کا ایک جگہ اکٹھے ہو جانا)، روشن نور، ظہورِ کامل، مقدم تر فیض، ولیِ نعم (محسن، مربی)، بلند ہمتوں والا، خاندان کا روشن چراغ، مظہرِ شان کے تمام خاندان کی شمع، صورتوں کا لطیفہ (نازک، نرم)، پسندیدہ خوخصلت کے سرچشمے کی کتاب کا عنوان، معتدل عادت کا منبع، گلِ ریحان کا باغ، جوامع الکلم، حدوث و قدم کے باغوں کا گلدستہ، ظلِ ظلال خلیفۂ عادل، برگزیدگی کے عمان کا درخشاں گوہر، زمین کی کانوں کا درخشاں موتی، قدوسیوں کی جماعت اس کی مطیع و فرمانبردار، فرشتوں کی جماعت اس کی خدمت گزار، جلال و جمال کا مظہر، ذات اسم و صفات اور رو تجلیات کی کا مرآت، بندوں کو اس رب الارباب (مالکوں کا مالک) تک پہنچانے والا، فیاضِ حقیقی کا فیض، حقیقت کی بارگاہ کا منشور، انسانِ کامل، فیض واصل، نور ساطع (بلند درخشاں)، برہانِ قاطع (ٹھوس یا فیصلہ کن دلیل)، عینِ سرمد، اللہ الصمد کا راز، ملتِ بیضا یعنی روشن ملت کا بادشاہ، رفیع جایگاہ (بلند مرتبہ)، ابن علی، عین ظل الٰہی، شمسِ حق آگاہی، حقیقت کا سرِ مخفی، کانِ طریقت کا الماس، آگاہِ صورت و معنی، حقیقتِ ربانی کا محرم، اور وہ ہے اسم الاسم اور عین الاعیان، وہ ہے ذات الذات اور عین

۱۔ مشہور حدیث قدسی

۲۔ اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی ... اور وہ یعنی ~~[illegible]~~ گر پڑے اس کے لیے سجدے میں۔ سورہ [illegible] پھکاہے

الاکوان (کون کی جمع) ۔ اشعار:

= وہ کمالِ حسن (اس وقت بھی) تھی جب کائنات کا کوئی نشان نہ تھا، اب میں نے جان لیا کہ اب بھی وہ و ہی ہے جو پہلے تھا
= کون (دنیا) کے اعداد اور کثرتِ صورت سب دکھاوے کی چیزیں ہیں، ایک ہی ذات ہے جو پوری شان کے ساتھ روشن ہوتی ہے
= وہ ہر بصیرت سے آگاہ و باخبر اور ہر بصر میں بینا ہے، وہ ہر زبان میں بولنے والا اور ہر قوت میں قوی ہے۔

کبھی تو وہ آدمؑ اور حواؑ کی صورت میں ظاہر، کبھی شیثؑ کی ہیئت میں نمودار، کبھی ابراہیمؑ اور یوسفؑ کے لباس میں رونما، کسی وقت نوحؑ و اسماعیلؑ کی شان میں تجلی فرما، ایک وقت میں موسٰیؑ و عیسٰیؑ کی شکل میں نمایاں، بعض ایام میں مصطفٰیؐ اور مرتضٰیؓ کے ہیکل میں تاباں، بعض دنوں میں ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کی سیرت میں درخشاں، اس وقت ہمارے پیروں اور مرشدوں کی صورت میں معرفت کی راہ میں پویاں (چلنے والا)۔

اشعار:
= اے کہ تیرے قد و قامت کے لیے "لولاک" کی خلعت ہے اور اے کہ افلاک تیری بارگاہ کی چوکھٹ ہیں،
= پھول اپنے حسن کے لیے مشہور ہوا لیکن تیرے چہرے کے رشک سے اس کا لباس چاک ہو گیا،
= تو ایک پل میں فلک سے گذر گیا، واہ واہ کیا کہنے ہیں ماہر سوار کے،
= تیرے لشکر کا پرچم "فتحنا" ہوا، تیری نصرت کی آیت "لنغنیاک" ٹھہری
= جب ہم نے آدم کو باہر بھیجا (یعنی دنیا میں) بھیج دیا تو ہم نے اپنا جمال صحرا میں رکھ یعنی بکھیر دیا،
= ہم نے اپنی زلفوں کے ایک بال کا سرا دکھایا اور اس طرح ایک دنیا کو شور و غوغا میں رکھ دیا (ہنگامہ برپا کر دیا)

اے بھائی میں تجھ سے کہاں تک انسان کی حقیقت بیان کروں اور کہاں تک اس کے غوث ہونے اور قطب ہونے کی کیفیت کا شمار کر کے تجھے بتاؤں۔ اس کی خوبیوں کے بارے میں جس قدر بھی کہوں کم ہے اور اس کے کمالات کا جو بھی اظہار کروں وہ نامکمل۔ پس ضروری ہے کہ تو خود اچھی صفات اور افعالِ حمیدہ اختیار کرے اور کائنات میں جو کچھ بھی خیر و شر واقع ہو اس پر استراحت اور صبر فرمائے اور ہر دور میں محمد رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، کی پیروی اپنے اوپر لازم جانے، اور ہر حال اور ہر آن میں اللہ کے حبیب کی رضا کا جویا رہے، صلی اللہ علیہ وآلہ و درجتہ و جاہلہ۔

۸۰

ساتواں باب

توحید و تحقیق (حقیقت) کے مسائل کا بیان، تجلیات کے معانی اور خاتمہ

اے جانو جان لو کہ تجلی الٰہی تین قسم کی ہے: تجلی فیض اقدس، تجلی فیض مقدس اور تجلی شہود۔

پہلی اول: تجلی فیض اقدس:

اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے آپ میں اپنے اوپر اپنی ذات کے لئے اپنے علم سے، غیر اور غیریت کے (یا اس کے علم کا معنی یہ ہے) اعتبار کے بغیر، ظہور کیا ہے اور یقین ہے کہ اس کا علم اپنی ذات میں عین اس کا علم ہے معلومات سے، اور معلومات سے اس کا علم بنفسہ (اپنی ذات میں) عین علم عالم ہے۔ پس ذات کا معلومات کا علم اور اپنی معلومات میں اس کا علم ثابت ہو گیا (مرتبۂ واحدیت میں) (یہ سب) کہ وہ مرتبۂ اعیانِ ثابتہ ہے، ماہیتِ اشیاء، صورِ علمیہ، حقائقِ اشیاء، ظاہر علم اور باطن وجود کہ اسماء و صفات کے مرتبے میں، جنھوں ہی جامتوں یا نگی کی صورت میں ہیں۔ اور اس تجلی کو تجلی وجودی ذاتی علمی غیبی کہتے ہیں۔ اور یہ ایسا ظہور اور شہود ہے جو مجمل (مختصر) میں مفصل کا ظہور ہے جیسے گٹھلی میں درخت کا نظر آنا اور جیسے باغ میں نباتات کا دکھائی دینا۔

دوسری تجلیِ فیضِ مقدس:

اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مرتبۂ خارج میں، جو حس و شہادہ اور حدوث و امکان کا مرتبہ ہے، ان معلومات کے احکام و آثار کے رنگ سے شہود کیا ہے اور یہ تجلیِ ثانی پہلی تجلی پر موقوف ہے کیونکہ اگر علم زید حق کی معلومات میں نہ ہو، تو ذات کا زید کی صورت میں متلون ہونا (رنگ برنگ یا غیر مستقل ہونا)، جو کہ اس کا عین ہے، متصور اور درست نہ ہو۔ اور اس تجلی کو وجودی شہادی عینی عیانی تجلی کہتے ہیں اور یہ ایسا (خارج میں) ظہور و شہود ہے جیسے مجمل میں مفصل، جیسے درخت میں گٹھلی کا مشاہدہ، جیسے نباتات میں باغ کا مشاہدہ۔

تیسری تجلی فیض شہود ہے۔

اگرچہ یہ بھی فیضِ مقدس میں داخل ہے لیکن بعض کے نزدیک یہ وہ تجلیِ فیض ہے جو اہل بصیرت کی نظر میں ظاہر ہوتی ہے اور اولیاء اللہ نورِ قلب سے واقعات عالم کو اپنی ظاہری آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں اور کثرتِ ریاضت اور وظائف کے اعمال سے شہودِ حق گوشۂ چشم سے دکھائی دینے لگتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے: شعر:

= میری دیوار کا در کثرتِ شوق سے آئینے کا روپ دھار گیا، میں جہاں اور جدھر بھی دیکھتا ہوں تجھے ہی دیکھتا ہوں۔

اور یہ چار قسم کی ہے: اول تجلیِ صوری، اور یہ یوں ہے کہ غیبی یا عینی موجودات کی صورتیں غیریت کا

لباس پہن کر صورت بیں (ظاہر کر دیکھنے والا) کی نظر میں جلوہ گر ہوتی ہے اور تعین خاص کے ساتھ ذات حق دکھاتی ہے۔

دوسری تجلی نوری: اور وہ یہ ہے کہ وہ مرتبۂ مثال میں مطلق تجلیات کے ساتھ مقید و پابند ہو کر نور یا نار (آگ) کی مانند واقع ہوتی ہے اور

باقی عبارت اگلے صفحے پر

اگلا صفحہ

ان دو قسموں کو تجلی لوائح (لائحہ کی جمع، بمعنی منفصل، بند) اور تجلی لوامع (روشنیوں کی تجلی) کا نام دیا گیا ہے۔ اور
سیر الی اللہ یعنی اللہ کی طرف سفر میں سالک پر شہادی و وجودی، عیانی اور جمالی و جلالی تجلیات وارد ہوتی ہیں، جبکہ
سیر فی اللہ یعنی اللہ کی ذات میں سفر میں تجلی برقی، تجلی الٰہی اور تجلی ذاتی و صفاتی ظاہر ہوتی ہے۔

تیسری تجلی معنوی: اور وہ عالم مثال کے اس پار متجلی (جس پر تجلی وارد ہو) پر اس ذات بزرگ و برتر کا ظہور اور
تجلی ہے کسوتِ معانی یعنی حقیقت کے لباس میں اور علوم وجدانی کے لباس میں اور یہ عالم ارواح سے تجلی خاص کا اثر
پذیر ہونے کا عمل ہے۔

چوتھی تجلی ذوقی ہے۔ اور وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تجلی ہے صورت و معنی (ظاہر و باطن) کے اس طرف، جس کا
نشان، بے نشان ہے اور اس کا رنگ، بے رنگ ہے اور تمام انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاءؒ کا ذوق اس کی گواہی دیتا ہے اور
چونکہ وہ ایک پل کی ہے، جیسے اچک لے جانے والی بجلی، اس لیے وہ ایک پل کی مانند (یعنی پلک جھپکنے کی مانند) سالک پر چمکتی
اور روشن ہوتی ہے اور اسے تجلی اختصاصی اور تجلی ذاتی اور تجلی برقی بھی کہا جاتا ہے۔ اس ذاتِ سبحانہٗ تعالیٰ کی
تجلی میں تکرار قطعاً نہیں ہے، اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ ہر آن ہر نشان و صورت میں جلوہ گر ہے اور اس کا ایک
پل بھی بیکار نہیں ہے، وہ نہ تو ایک صورت میں دو مرتبہ تجلی فرماتا ہے اور نہ دو چیزوں کے لیے ایک ہی صورت کی جلوہ گری
کرتا ہے۔ اور تجلی کے معنی یہ ہیں: یہ ایک وجدانی امر ہے جو حق سبحانہٗ کی طرف سے بندے پر ظاہر ہوتا ہے؛
اور رحمانی و رحیمی تجلی وہ ہے جو رحمان اور رحیم کے اسماء سے ہوتی ہے، جبکہ تجلی قہری اسم قہار سے یا کسی دوسرے اسم
سے جو جلالی اسماء میں سے ہو، اسی طرح تجلی لطفی اسم لطیف سے یا کسی دوسرے اسم سے ہوتی ہے جو اسماءِ
جمالی میں سے ہو۔ چنانچہ انہی انداز سے تجلیاتِ الٰہی کا قیاس اللہ کے ذاتی و صفاتی اسماء سے متعلق ہر اسم کی
الگ الگ تجلی پر کیا جاتا ہے۔ اشعار:

ترجمہ: مالکِ دو جہان کی تجلی کی تفصیل اگرچہ حد و بیان سے کہیں زیادہ ہے، تاہم اے دل تو از روئے جمال سب کی
اصل و بنیاد علمی، شاہدی اور مشہودی سمجھو

اس خدائے بزرگ و برتر سے کسی تجلی کی تکرار (ایک ہی چیز کو ایک سے زیادہ مرتبہ دہرانا) منسوب کرنا، شر اور وبال
کسی بندے کا
ہے، اس لیے کہ تکرار سراسر عیب ہے اور بس، اور اس خالق افعال سے کسی فعل عبث کا سرزد ہونا، محال ہے۔

اعیانِ ثابتہ کی حقیقت کے بیان کا مسئلہ

سُن تو اے بھائی، اعیان، ذوات (ذات کی جمع) کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی یوں ہونگے کہ زید و عمرو و بکر
کی ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے علم میں آئی اور جو چیز علم میں آجائے اسے معلوم (جانی گئی) کہتے ہیں۔ بس جب

حق تعالیٰ نے اپنے ارادی علم سے چاہا کہ وہ زید کا عین باہر لائے ــــ اور یہ یقینی بات ہے کہ اگر زید کا عین بالکل اس جیسا ہی باہر آئے تو اس عظیم ذات سے جہل لازم آئے گا، اور اللہ کی ذات اس سے بلند ہے، وہ بلند اور کبیر ہے؛ لہذا اس نے وجود کا ظاہر اس اعیانِ ثابت کے احکام و آثار کے انصباغ[1] سے خارج میں ظہور فرمایا، اس کی بقا کے ساتھ اپنے ازلی و ابدی علم میں۔ مثال کے طور پر کسی شخص نے چاہا کہ وہ بادشاہ کے بیٹھنے کے لیے تخت تیار کرے۔ سب سے پہلے بڑھئی، کہ وہ علتِ فاعلی ہے، اور اس کے اوزاروں کی ضرورت پڑی۔ جب وہ حاضر ہو گیا تو لازمی طور پر لکڑی، جو علتِ مادی ہے، چاہیے کہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ پھر تخت کی تکمیل، کہ وہ یعنی تخت علتِ صوری ہے، لازم ٹھہری۔ جب وہ ظاہر ہو گیا یعنی تخت مکمل ہو گیا تو جلوسِ سلطان (بادشاہ کا تخت نشین ہونا)، کہ وہ علتِ غائی یعنی آخری سبب ہے، بھی عرصۂ ظہور اور منصۂ شہود میں جلوہ گر ہو گیا۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ ہم نے جلوسِ سلطان کے لیے ایک تخت چاہا تھا سو وہ موجود ہو گیا یعنی وجود میں آ گیا۔ حالانکہ تخت کی وہ صورت اور سریر (تخت) کا وہ نقشہ جو قائل کے ذہن میں اور فاعل کے تصور میں قائم تھا، ایسا ہی تصور کیا جیسا کہ ہے، وہ اسی انداز میں اس کے علم میں باقی اور قائم ہے اور تخت خارج میں تیار اور وجود پذیر ہو گیا۔

تو اے بھائی، چونکہ سریر میں غیر اور غیریت کا دخل تھا اس لیے وہ مادہ اور مدت میں موجود ہو گیا سامنے آ گیا جبکہ ذاتِ الٰہی کے علم میں غیر کو قطعاً اور اصلاً کوئی دخل نہیں ہے؛ وہ خود بخود ہے، خود از خود اور خود بر خود یعنی اپنے آپ میں ہے، اپنے آپ سے ہے اور اپنے اوپر آپ ہے۔ کیونکہ اسی عالم کا علم ہے علم کی صفت میں اور اسی عالم کا معلوم ہے معلوم کی صفت میں اور علم نسبتی ہے جو نسبت دیے گیوں کے مابین ہوتا ہے۔ سو علم اور عالم نیز معلوم ایک ہی ہے مختلف نہیں۔ اس سے یہ ثابت و متحقق ہو گیا کہ علمِ حق میں غیر اور غیریت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس پاک ہستی کی ذاتِ شریف خود آثار و احکام کے انصباغ اور اعیان کی ثنویات (دو ہونا) اور اعتبارات کے لباس میں خارج میں ظاہر ہو کر، جو وجودیِ عینی شہادی کا مرتبہ ہے، نمایاں اور روشن ہوئی۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ آثار و احکام کسے کہتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ اعیان میں سے ہر عین کے لیے کھانا، پینا، اور پہننا ضروری عمل ہے۔ ایک عمل اور دوسرے اعمال و افعال کو، یعنی جو کچھ بھی لوازمِ بشریت کے لیے بہر طور درکار ہے، آثار و احکام کہا جاتا ہے۔ اعیانِ ثابتہ جو علمِ الٰہی کے معلومات ہیں، کے مرتبہ میں اعیان اور موجودات ــــ کہ "اعیان وہ ہیں جن کی خوشبو وجود سے سونگھی جاتی ہے" والا قول ان کی شان میں ہے ــــ اسی وجہ سے کہ وہ خارج میں معدوم اور عالم کے علم میں موجود تھے، علمِ حق میں قائم و دائم رہ گئے ازلی طور پر اور ابدی طور پر اور "اب بھی اسی طرح جیسے کہ تھے" قائم و دائم ہیں۔ اور اس پاک ہستی کی ذاتِ شریف، ان لوازمات کے رنگا رنگ ہونے اور ان احکامات میں یعنی اسی ذاتِ حق اور ان اعیان کے آثار و احکام میں متصور و متشکل ہو کر خارج میں ظاہر و ہویدا ہوئی۔ لہذا وہ ذات ہے جو ظاہر میں تمام صورتوں اور شکلوں میں موجود ہے اور نیز وہی ذات ہے جو ہر جسم میں [illegible] یک سو ہو کر رنگ رنگ کے پیرایوں اور قسم قسم کے لباسوں

۱۔ انصباغ: رنگین ہونا

میں، خارج میں ظاہر ہوتی۔ اگر کوئی یہ بحث چھیڑے کہ: اس صورت میں کھانا، پینا اور اعمال و افعال ہیں تو ہم خدا کے آثار و احکام سے مراد ہے کھانے پینے کی نسبت لازم ٹھہری — اللہ اس سے بلند ہے — تو میں کہوں گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیثِ قدسی میں کہا ہے: "فقیر یعنی غریب کا کھانا (کھانے کا عمل) میرا کھانا اور اس کا پینا میرا پینا ہے،" اس حال پر گواہ ہے۔ اور جیسا کہ شیخ الاکبر، رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: "وجود قدیم میں قدیم اور حادث میں حادث ہے،" اس بات کا شاہد ہے۔ اور اس صاحبِ جود (بخشش) کا وجود، جو بیشمار وجودوں کے ساتھ خیر و شر اور تنزیہ اور تشبیہ میں واقع ہے، اسی طرح ہے جیسا کہ تھا؛ یعنی وہی مراتب ذات اور صفات کی حیثیت کا ساز (؟) ہے؛ نہ تو وہ صورتِ محمدؐ سے کوئی حجاب قبول کرتا ہے اور نہ ابوجہل کی سیرت سے کوئی نقصان۔ کہاں غیر، کہاں غیر یعنی کوئی غیر نہیں، کہاں ماسوی اللہ کا نقش، اور اللہ ہی موجود باقی ہے۔ شعر:

= اس کی غیرت نے دنیا میں کوئی غیر نہ چھوڑا، بلاشبہ وہ تمام اشیاء کا عین ہو گیا

اور یہ جو کہتے ہیں کہ "اعیان مجعول (بنائے گئے یا مصنوع) نہیں ہیں" تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کی متعلق مجعولیت کی نفی ان کی عدم احتیاج کے بارے میں ہے؛ لفظوں کی ضد (ایک دوسرے کے برعکس ہونا) یہ جعل جاعل (بنانے والے کو بناتی ہے، صانع کو وجود میں لاتی ہے)؛ کیونکہ بطون اور پوشیدگی ان کے لوازم میں سے ہیں۔ نیز یہ جو کہا جاتا ہے کہ "اعیانِ مجعول یجعل جاعل" (مصنوع اعیان، صانع کو بناتے ہیں) ہوتا ہے تو اس کے معنی یوں ہوئے کہ ان کا جعل (بنانا) ان کے آثار و احکام کے ظہور کے اعتبار سے ہے جو مرتبۂ وجود کے ظاہر سے ہے، نہ یہ کہ وہ خارجی وجود سے متصف ہوئے؛ کیونکہ صُوَرِ علمیہ کا زوال (وجود کے باطن سے) ازل سے ابد تک محال ہے، ورنہ کسی شے کا جعل اور اختلاف اپنے مقتضائے ذاتی سے لازم آئے گا۔ اشعار:

= اعیان جو تمام رنگوں کے حقائق ہیں، ہمیشہ عدم کے حجلہ میں پوشیدہ رہتے ہیں۔
= ہستی، وجود کے اطوار سے عیاں ہوئی ہے، میرا اور تیرا مشہود وہ (ذات) ہے، وہ نہیں ہیں۔
= اے (وہ ذات) کہ ہمارے چشم و دل تجھ سے بینا ہیں اور اے (وہ ذات) کہ سب کی زبان تجھ سے بولنے والی ہے
= ہم سب بلبلے ہیں، تو وسیع سمندر ہے؛ ہم اپنی ذات میں فنا ہیں اور تجھ ہی سے ظاہر ہیں۔

مسئلۂ تحقیقِ توحید کا بیان

اے بھائی، توحید کا مطلب دل کو خطرات (دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور وسوسے) سے یگانہ کرنا مراد یہ تنہا یا دور کرنا ہے اور قلب کو رسومات سے الگ تھلگ کر لینا اور نجات دلانا ہے اور اللہ کی ذات میں تحلیل کرنا ہے، نیز اللہ کی صفات میں اپنی طلب و آرزو پانا اور تمام مرادوں اور غرضوں سے خود کو منقطع کر لینا اور برہنہ

فلسفوں اور شعور و دلیل کو سے بلند ہو جاتا ہے۔ موحد (اللہ کی توحید کا قائل) کو اللہ کی ذات کے سوا اور کسی چیز کا شعور نہیں ہوتا، اور اللہ کے چہرے یعنی دیدار کے سوا اور کسی چیز میں سرور نہیں ملتا۔ "توحید اضافی چیزوں کا اسقاط (گرانا) اور مطلوبات اور اعتبار کا انقطاع ہے۔" "توحید یہ نہیں ہے کہ تو خدا کو یگانہ سمجھے، بلکہ یہ ہے کہ تو صرف خدا کا ہو کر رہ جائے تاکہ جہاں تک تجھ سے ممکن ہو تو ہستی و خودی اور ودی (عقلمندی) او بدی سے دور ہو جائے۔" "توحید کا مطلب اللہ کی طرف توجہ اور اللہ کے سوا جو کچھ ہے اس کو درمیان سے اٹھا دے سے اعراض کرنا ہے۔" "توحید رسوم میں اضمحلال پیدا کرنے اور علوم میں آگے بڑھنے کا نام ہے۔" "توحید اُس واحد وحید کے جلال کے مشاہدے میں توحید کو بھول جانے کا نام ہے۔"

توحید کہ جو اربابِ کمال کا مقصد اور اصحابِ حال کے مقالات (گفتگوؤں) کی غایت ہے، چند اقسام ہیں۔

اول توحیدِ ایمانی: اور وہ یہ ہے کہ خدا سے ناواقف آدمی احادیث اور آیات سُن کر دل سے اس امر کی تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔

دوسری توحیدِ علمی: اور وہ یہ ہے کہ انسان نے ماں اور باپ سے یا پیر اور استاد سے سُن کر خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا، یا پھر وہ طریقِ تصوف کی ابتدا میں اپنے علم سے یہ جانے کہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا حقیقت میں موجود نہیں ہے اور نہ مؤثرِ مطلق ہے۔

تیسری توحیدِ حالی: اور وہ یہ ہے کہ خدا کا بندہ کام کاج شغل اشغال ختم کر کے (علایقِ دنیوی سے) تعلق توڑ لے اور دنیوی اسباب سے نظر اٹھا لے۔ اس جمالِ حقیقی کا پرتو اس پر چمکے اور وہ خدا کو اس طرح ایک جانے اور ایک دیکھے کہ اس کی یہ کیفیت و حالت دائم اور قائم ہو جائے اور دوئی اس کی نظروں سے بالکل اٹھ جائے۔ وہ حقیقت کے ملاحظہ میں اسباب کے وجود کو ہلاکت کا سبب جانے اور وہ خدائے تعالیٰ کی پاک ذات کے سوا کسی دوسرے کو موجودِ مطلق اور وجودِ برحق نہ سمجھے۔

چوتھی توحیدِ وجودیِ حقیقیِ الٰہی: اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس طرح ذکر و فکر میں اور مسلسل مراقبے میں ڈوبا رہے کہ وجودِ واحد کو کئی وجودوں میں جانے اور اللہ کی ذات کو ہر صورت میں متصوّر و متشکّل یعنی صورت پذیر مانے۔ نیز اپنی صفات کو اس کی صفات میں اور اپنی ذات کو اس کی ذات میں گم اور ناچیز گردانے اور [illegible] رُو سے خدا کے سوا کوئی چیز اس کے تصوّر میں نہ سمائے۔ جو چیز بھی اور جس چیز میں بھی دیکھے اسے خدا ہی نظر آئے اور جہاں کہیں بھی خدا کے ساتھ ہو، نیز جس طرح پر بھی جائے خدا کے ساتھ جائے۔ "ما رأیت شیئاً" . . . الخ، یعنی اس نے جو چیز بھی دیکھی اس میں اپنے سامنے اللہ کو دیکھا، اس نے جو چیز بھی دیکھی اس میں اپنے پیچھے اللہ کو دیکھا، اس نے جو چیز بھی دیکھی اس میں اللہ کو اپنے ساتھ دیکھا، اس نے جو چیز بھی دیکھی اس میں صرف اللہ ہی کو دیکھا۔ (تو ایسا شخص) ان چاروں مقامات کا (جن کا اوپر ذکر ہوا ہے) وارث ہوگا۔ اشعار:

= توحید کبھی مجرّد ایمان ہے اور کبھی یقین کی بنا پر علم، اور حال ہے۔

صوفی کے مطابق، اے صاحبِ سلوک، توحید کا مطلب ہے کہ غیر سے دل پاک کرکے اس ذات کی طرف پوری پوری توجہ ہو۔ میں نے طیور کے مقامات کی نہایتوں میں سے ایک رمز تجھے بتائی ہے، اگر تو منطق الطیر (پرندوں کی زبان) کو سمجھ لے۔

تعینِ یقین کے مراتب کے مسئلے کا بیان:

اے بھائی، یقین کی تین قسمیں ہیں:- علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین

علم الیقین یہ ہے کہ آدمی نے ماں اور باپ اور استاد سے یا اپنے مستقل پرورش کرنے والے سے یا پھر سچی خبر دینے والے کے قول سے یہ سُنا کہ خدا تعالیٰ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس نے اپنے علم سے یہ پالیا اور اسے یقین ہوگیا کہ خدا ایک ہے اور اس کی یگانگت و وحدت کو، کسی شک و شبہہ کے بغیر، اس نے تسلیم کرلیا۔

عین الیقین یہ ہے کہ اس نے مظاہرِ فطرت، تخلیقات اور علامات کو چشمِ حقیقت سے دیکھ کر یہ جانا کہ ان تخلیقات کو پیدا کرنے والا کسی خالق و صانع کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور وہ یقیناً واحد ہے اور صاحبِ قوت و قدرت، جس کی بارگاہِ توحید میں کسی دُوئی کو داخل ہونے کی جرأت نہیں ہے اور اس کی وحدت کے خیموں میں احتیاج کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حق الیقین یہ ہے کہ ٹھوس یقین اور پختہ اعتقاد سے آدمی پر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ذات واحد اور خالق ہے اور وہ اپنی ذات میں قائم و دائم ہے اور باقی موجودات اس سے قائم اور موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اس نے کسی سے سُنا کہ آگ، جلانے والی چیز ہے اور جو کچھ بھی اس میں گرتا ہے جل جاتا ہے۔ اس کا یہ علم، آگ کی جلانے کی صفت کے اثبات میں، علم الیقین ہے اور جب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جو کچھ آگ میں گرتا ہے وہ واقعی جل جاتا ہے تو آگ سے کسی شے کو جلا کر راکھ کر دینے سے متعلق اس کا یہ علم، عین الیقین ہوگا اور جب اس نے خود اپنا ہاتھ آگ میں ڈالا اور وہ (ہاتھ) فوراً جل گیا، بلکہ (جل کر) بالکل آگ کی صورت اختیار کرگیا تو آگ کے جلادینے کے اس عمل کا، کہ اس نے جلا کر اس شے کو اپنے جیسا کرلیا، علم حق الیقین ہوگا۔

چار مرتبوں اور چار مقامات کی تحقیق کے مسئلے کا بیان:

سُن اے بھائی، مرتبے چار ہیں۔ پہلا مرتبہ شریعت، دوسرا مرتبہ طریقت، تیسرا مرتبہ حقیقت اور چوتھا مرتبہ معرفت

۱- مشہور صوفی شاعر خواجہ فریدالدین عطار نیشاپوری (۵۴۲ھ/۱۱۴۳ء — ۶۲۷ یا ۶۱۸ھ/۱۲۲۹ء، ۱۲۲۱ء) نے وحدت الوجود کے اثبات میں ایک مثنوی بنام "منطق الطیر" لکھی ہے۔ پرندوں کی زبان میں بصورتِ داستان یہ مثنوی بڑی شہرت کی مالک ہے۔ سیمرغ (سی مرغ، پرندہ یعنی تیس پرندے) ایک داستانی پرندہ ہے، یہاں یہ علامت ہے وجودِ حق کی۔ چند پرندوں کو ایک پَر ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: سیمرغ کا پَر ہے، اسے ہم تلاش کرتے ہیں۔ بہت سے پرندے اس کی تلاش میں نکلتے ہیں لیکن مختلف وادیوں میں سے ہوکر [illegible] صرف تیس پرندے پہنچ پاتے ہیں۔ وہاں ایک پردہ پڑا ہوتا ہے، اسے اٹھاتے ہیں تو خود اپنے آپ کو پاتے اور کہتے ہیں کہ سیمرغ تو ہم ہیں۔ پرندوں سے مراد سالکانِ راہِ طریقت ہیں جو سلوک و معرفت کے سات مرحلے: طلب، عشق، معرفت، استغناء، توحید، حیرت، فنا طے کرکے گویا اس ذاتِ برحق میں فنا ہوجاتے ہیں۔ ہُدہُد سے، جو ان پرندوں کی رہنمائی کرتا ہے، مراد پیر و مرشد ہے۔ تفصیل کے لیے مثنوی مذکور ملاحظہ ہو۔

اور مقام چار ہیں۔ پہلا مقام ناسوت، جس کا تعلق مرتبۂ شریعت سے ہے، دوسرا مقام ملکوت، جس کا تعلق مرتبۂ طریقت سے ہے، تیسرا مقام جبروت، جس کا تعلق مرتبۂ حقیقت سے ہے اور چوتھا مقام لاہوت، جس کا تعلق مرتبۂ معرفت سے ہے۔ یاہوت اور ہاہوت کے مقام کا تعلق ذات سے ہے جس کا کوئی مقام و ذات نہیں ہے اور وہ مرتبہ و مقام سے بالاتر اور وراء الوراء ہے، بلکہ وراء الوراء سے بھی مبرا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شریعت میرے اقوال ہیں، اور طریقت میرے اعمال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں وحال اور معرفت میرا مقام اور ذات میری ذات ہے" ۔ اشعار:

- تو شریعت کو اب مقدم رکھو، طریقت، شریعت سے باہر نہیں ہے،
- جو کوئی شریعت میں پختہ ہوتا ہے اس پر حقیقت خود بخود کھل جاتی ہے۔

- اول وہ مجھے سب کچھ نظر آتا ہے اور آخر وہ سب کچھ، میں باطن سب کچھ وہ دیکھتا ہوں اور ظاہر سب کچھ وہ (یعنی اول و آخر، ظاہر و باطن سب کچھ وہی وہ ہے)

حقیقت وجود کے مسئلہ کا بیان:

اے بھائی واضح ہو کہ وجود کی چار قسمیں ہیں:

اول: واجب الوجود؛ اور واجب الوجود وہ ہے جو اپنی ذات کا متقاضی ہے اور اسے عدم و فنا نہیں ہے۔

دوسرا: ممکن الوجود؛ اور ممکن الوجود وہ ہے جس کی ذات اس کے وجود کی متقاضی ہے اور اسے فنا ہے۔

تیسرا: ممتنع الوجود؛ الممتنع الوجود وہ ہے جس کی ذات اسکے وجود کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ اس کے عدم کا تقاضا کرتی ہے اور وہ اس ذات باری کا شریک ہے۔

چوتھا: واحد الوجود؛ الواحد الوجود وہ ہے جس کی ذات اس کا عین ہے اور جس کی صفات اس کا عین ہیں، وہ نہ کلی صورت میں ہے نہ جزئی صورت میں، نہ ذاتی صورت میں اور نہ عرضی صورت میں، نہ مطلق میں اور نہ مقید صورت میں، بلکہ وہ کلی کلی میں کل ہے، جزئی میں جزئی ہے، ذاتی میں ذاتی ہے، عرضی میں عرضی ہے اور مطلق میں مطلق ہے اور مقید میں مقید۔ وہ اشیاء کا عین ہے اور کل اشیاء اس کا عین ہیں۔

وجود کی حقیقت اگرچہ تمام ذہنی و خارجی (باطنی و ظاہری) موجودات پر محمول ہوتی ہے تاہم اس کے مراتب میں تفاوت ہے:

اول مرتبۂ علم جو اسماء و صفات کا مرتبہ ہے۔ دوسرا مرتبۂ خارج جو حدوث و امکان کا مرتبہ ہے۔ لہذا ذہنی و علمی اسماء کا اطلاق اور کونی و خارجی اسماء کا اطلاق ایک دوسرے پر کرنا کفر و الحاد ہے، مثلاً اللہ و رحمٰن اور رحیم کا

درست نہیں ہے ۔ اسی طرح کونی اور خارجی مرتبوں کا ایک دوسرے پر اطلاق بھی زندقہ اور الحاد ہے۔ مثلاً زید اور بکر کا خالد اور ولید پر اطلاق درست نہیں ہے ۔ پس تو سمجھ لے اور خلط ملط نہ کر ، پس تحقیق وہ مخفی راز ہے ۔ شعر ۸۰

= وجود کے ہر مرتبے کا ایک حکم ہے ، اگر تو حفظ مراتب نہ کرے گا تو تو زندیق ہے

نیز اے بھائی یہ جان لے کہ اگر کوئی شخص اس بات کا منکر ہو کہ اس عالمِ ظاہر کا وجود اُس سبحانہٗ تعالیٰ عزّ شانہٗ کا وجود نہیں ہے تو وہ بھی کافر قرار پائے گا ، کیونکہ یہ وجود ایسا حقیقی وجود ہے جو لباسِ ظاہر میں نمایاں ہوا ہے ، پھر بھلا اس حقیقت کا منکر کافر کیوں نہ ٹھہرے ۔ "لا انہ ... علیم"[1] یعنی تحقیق وہ ذات ہی اول ہے اور آخر ہے اور وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی تمام اشیاء کا علم رکھنے والا ہے ۔ "اعلم ... بما شاء"[2] یعنی جان لے کہ تحقیق حق سُبحانہٗ تعالیٰ حقیقت کے لحاظ سے حجاب العزت میں ہے ۔ اُس کے اور کسی اور کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے (کسی کو اس سے کوئی نسبت و تعلق نہیں ہے) ، کوئی بھی اس کے علم کا ذرا سا بھی احاطہ نہیں کر سکتا ، ہاں جسے وہ چاہے ۔

اور اس راز کا کتمان (چھپانا) کہ وجود ، کون سے عبارت ہے اور تحقّق و حصول کہ در حقیقت ایک مصدر (ہے) ہے اور ایک اعتباری امر ہے ، ایک دوسری بحث ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے ۔ اگر ہم صاحبِ شعور ہیں اور عقلِ سلیم رکھتے ہیں تو ہم کس طرح اُس ذات پر اطلاق کریں گے کہ (جس سے) تمام خارجی اور ذہنی موجودات کا وجود قائم ہے ، بلکہ وہی وہ ہے اور اس کا غیر نہیں ہے ، "تعالی اللہ ... کبیرا"[3] یعنی اللہ اس سے بلند ہے ، وہ عالی اور بڑا ہے ۔ بلکہ واضح ہو کہ اس (ذات) سے ایسا موجود مراد ہے جو اپنی ذات میں موجود ہے نہ کسی زائد امر (میں) سے اور تمام اشیاء کا وجود اُس سے ہے اور اس کا غیر قطعی طور پر نفی کی صورت میں ہے اور اس کا وجود نہیں ہے ، نور کی مانند جو اپنی ذات میں روشن ہے ، اور (کسی) سے نہیں اور تمام چیزیں اس سے روشن ہوئی ہیں ۔ شعر :

= سارا عالم تو اس کے نور سے نمایاں ہے ، وہ بھلا عالم کی وساطت سے کیونکر ظاہر ہوگا ۔

شعر :

= کیا کہنے ہیں اس نادان کے جو بیابان میں شمع کی روشنی میں ، درخشاں آفتاب کو تلاش کرتا ہے

نیز سُن اے بھائی کہ وجود کی حقیقت اپنی ذات میں ، نہ تو محدود ہے اور نہ محصور (بندی گئی) اور نہ تو متصور ہے اور نہ متشکل (شکل اختیار کرنے والا) ، پھر بھی وہ شکلِ واحد پر جلوہ گر اور ظاہر ہوا اور اُس کے اس ظہور سے جو مختلف رنگوں میں ، بیشمار لباسوں میں اور قسم قسم کی صورتوں میں ہوا ہے ، اس کی حقیقت میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوا ۔ زمان اور وقت کو اُس میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ماضی و مستقبل اور حال ہی کو اس میں کوئی دخل ہے ، آج بھی وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا اور اللہ ہی تھا اور کوئی شے اس کے ساتھ نہ تھی اور آج بھی کوئی شے اس کے ساتھ نہیں ہے

---

۱ ۔ سورۃ الحدید ، آیہ ۳ ، اس کے شروع میں "لا انہ" مصنف کی طرف سے اضافہ ہے

۲ ۔ اس حصے میں "اعلم" سے "آخر" تک کی عبارت مصنف کی ہے ۔ "لا یحیطون ... الخ" سورۃ بقرہ ، آیہ ۲۵۵ کا ٹکڑا

۳ ۔ سورۃ الاسراء کی آیت ۴۳ میں اسی مفہوم کی عبارت یوں ہے : سبحانہٗ و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیرا

کسی شخص نے عرش سے نسبت رکھنے والے جناب اور عوام کے سردار حضرت جنید بغدادی (رحمتہ اللہ علیہ) سے وحدتِ وجود کے بارے میں سوال کیا۔ آپ جناب نے اس سے فرمایا: موم لا۔ وہ لے آیا۔ آپ نے موم دستِ شریف میں لے کر اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ بولا: موم۔ پھر آپ نے اس موم سے چڑیا بنا کر اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ بولا: چڑیا۔ آپ نے اب اسے ڈھا کر مولا بنایا اور اس آدمی سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ بولا: مولا۔ پھر آپ نے اسے ڈھا کر اس موم سے کبوتر بنایا اور اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ بولا: کبوتر۔ اس کے بعد آپ نے وہ صورت ڈھا کر موم اکٹھی کی اور اس کے ہاتھ میں تھما کر بولے: جا۔ وہ چلا گیا۔ تو ثابت ہوا کہ ذات ایک ہے اور صورتیں متعدد ہیں اور صورتیں متعدد ہونے سے وحدت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص آئینہ خانے میں گیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ اس کے ایک وجود سے دو سو دو سو یعنی کئی وجود آئینوں میں نمایاں ہو گئے۔ سو وجودِ واحد سے متعدد صورتوں کے سامنے آنے سے وجودِ واحد میں کثرت کا تصور نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک واحد شخص نسب و اعتبارات کی کثرت سے متعدد نہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کسی کا باپ ہے تو کسی کا بھائی اور فرزند اور کسی اور کا چچا اور ماموں ہے، وغیرہ وغیرہ ←

قسم قسم کے کثیر نسب اور اعتبارات کے ہوتے ہوئے بھی اس شخص کے وجود کی وحدت میں کوئی فرق نہیں آتا، یعنی حقیقت اور وجود بحت اپنی ذات کی حد میں ایک ہی ہے اور اس کی حقیقت و اصل اصلیت میں دوئی اور کثرت جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں جو کثرت ہے وہ نسبت اور اعتبارات کی کثرت کے لحاظ سے ہے اور نسبت و اعتبارات کی کثرت سے اس کی ذات میں تکثر صورت پذیر نہیں ہے؛ چنانچہ حرفِ الف جو مختلف صورتوں اور جداگانہ اطوار میں ب ت ث ج ح خ، الف سے یا تک، کی شکل اختیار کرتا ہے اور گوناگوں صورتوں اور الگ الگ لباس میں ہوتے ہوئے بھی اس کی ذات کے خالص پن میں دوئی راہ نہیں پا سکی اور اس قدر تغیر و تبدل کے ہوتے ہوئے بھی اس کی صرافت (خالص پن، مراد وحدت) اور حیثیت ذرا بھی عریاں نہیں ہوئی، بلکہ وہ اسی طرح اپنی اصلی صرافت پر ہے۔

سو اے بھائی، اگر تجھے معرفتِ ذات حاصل ہو گئی ہے اور کسی شیخ (مرشد، استاد) اور کسی خدا پرست کی مدد سے تیرے دل کا زنگ مٹ گیا اور تیرا قلب منور ہو گیا اور ابدی دولت اور دوامی ثروت تجھے نظر آ گئی ہے، تو کیا کہنے ہیں اس خوش بختی کے اور کیسا مبارک ستارہ ہے۔ پس تجھے ایک مثال سے اطمینان حاصل ہو جائے گا، بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے؛ اشعار:

= دل نے کہا "مجھے علم لدنی کی ہوس ہے، اگر تجھے اس میں دسترس ہے تو مجھے اس کی تعلیم دے۔"
اس نے کہا: "الف"۔ دل بولا: "کچھ اور"، اس نے کہا: "کچھ نہیں، گھر میں اگر کوئی ہے تو ایک ہی حرف کافی ہے۔"

= اصحابِ قیود کی عقل کے قیاس کے مطابق ہستی نے اعیان حقائق کے چہرے کے سوا کچھ اور نہ ...

مسئلۂ خیر و شر اور مسئلۂ اختیار کا بیان

پہلے خیر و شر کا مسئلہ :

اے بھائی جو کچھ اللہ کی ذات کی طرف سے ہے، کہ تمام صفات اس میں جمع ہیں، کائنات میں وقوع پذیر ہوتا ہے سراسر خیر ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: الوجود کلہٗ خیر (وجود سراسر خیر ہے) - تو واضح ہوا کہ وہ سبحانہٗ تعالیٰ خیر محض ہے اور جو خیر اور اچھا ہے اس سے اچھائی کے سوا اور کچھ صادر نہیں ہوتا اور کائنات میں جو خیر و شر واقع ہے وہ محض نسبت کے لحاظ سے ہے کوئی نفس الامر یعنی کا واقعی نہیں ہے، بلکہ موجودات میں ایک کی دوسرے کے ساتھ نسبت ہے۔ مثلاً جب تلوار بڑی کاٹ دار ہو تو زیادہ اچھی اور زیادہ قیمتی ہوتی ہے اور اس کی اصالت اس کی کاٹ سے پوری طرح روشن ہے، اور یہ بات کہ وہ کسی انسان یا کسی حیوان کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے اس لحاظ سے وہ بہت بری اور خوار ہے۔ اسی طرح انسان کا پیشاب پاخانہ اگرچہ انتہائی غلیظ اور ناپاک چیزیں ہیں لیکن زندگی کے لئے اہم ہونے کے ناتے یہ زیادہ اچھی اور مفید ہیں اور "والقدر... تعالیٰ" (اور اس کے خیر اور شر کا اندازہ یعنی صحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس حال کا شاہد ہے، ان معنوں میں کہ تمام موجودات کا وجود، جو ہم لوگوں کی عقل کے مطابق خیر اور شر ہے سب اس ذاتِ شریف کی طرف سے تخلیق ہوا ہے اور اس لحاظ سے وہ سراسر خیر ہے، اس لیے کہ تمام وجودوں کی اصل اس کا وجود ہے اور موجودات کے تمام وجود اسی کی شاخ بنے ہیں اور کاٹ دار تیز تلوار کی صورت میں اور بیمار اور ہزار ؟ کی صورت میں اسی سے وجود پذیر ہیں وہ ابریشم اور ریشم کی صورت میں نہیں آیا اور نہ روئی کی صورت میں کہ لوگ پہنیں، نہیں خود جبّہ و دستار کی صفت میں آیا کہ سب کا لباس بنے، نہیں، خود کوزہ، خود کوزہ گر اور خود کوزے کی مٹی، خود سبو کش رند، خود ہی اس کوزے کا خریدار بن کر آیا، نہیں، توڑ کر چل دیا نہیں۔

کیونکہ ذات واحد ہے اور موجودات متعدد ہیں اور خیر و شر کا معاملہ ذات سے نہیں بلکہ تعینات سے متعلق ہے، اگرچہ تمام خیر و شر کا وقوع ذات ہی سے ہے - جب وہ کسی حسین صورت میں جلوہ گر ہوا تو حسن کی صفت حسین پر عاید ہوگی اور بدصورتی کی صورت میں وہ اسی اسم سے موسوم ہوگا اور الوجود اپنی اصل حالت میں خیرِ محض ہے، اسے نہ حسین سے کوئی رنگ اور بدصورتی سے کوئی ننگ، بلکہ اسی بے رنگی میں ہے - اشعار :

= اے دل، جہاں بھی وجود چلا پھرا ہے، یقین جان کہ وہ خیرِ محض ہے، اے دل، ہر شر عام سے ہے وجود سے ہٹ کر[۱] پس اے دل، شر سراسر غیر کا مقتضا ہے۔

= اے دل وہ یار دل خواہ بہت ہی بے رنگ ہے، تو ناگاہ رنگ پر قناعت نہ کرے اے دل، تمام رنگوں کی اصل اس بے رنگ سے ہے - "من احسن صبغۃ من اللہ" اے دل

۱ - سورۂ البقرہ، آیہ ۱۳۸، صحیح عبارت یوں ہے: وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (اور رنگ میں اللہ سے بہتر کون ہے)

دوسرا مسئلہ اختیار :

اے بھائی اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ثواب اور عذاب روحوں کو ملے گا ؟ جواب اگر "نا" ہے تو میں کہوں گا صحیح نہیں ہے، کیونکہ جسم مٹی سے بنا ہے اور مٹی کو سوال و جواب اور ثواب و عذاب سے کیا کام، اور اگر روح کی بات کروں تو وہ بھی ناروا ہے، کیونکہ روح پاک ہے اور اسے سوالوں، جوابوں اور الم و راحت سے کیا واسطہ ؟ بس یہ ثابت و متحقق ہوا کہ ثواب اور عذاب اور سوال و جواب اکٹھا روح اور جسم سے ہے، الگ الگ نہیں اور اس کی مثال سائیس اور گھوڑے کی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ گھوڑا چل رہا ہے اور اسے ہانکنے میں سوار کا کوئی دخل نہیں ہے تو یہ سراسر غلط ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ سوار ہانک رہا ہے اور چلنے میں گھوڑے کا کوئی دخل نہیں ہے تو یہ اور بھی زیادہ غلط ہوگا۔ سو اربابِ بصیرت کو معلوم ہوگیا اور اہلِ نظر پر واضح ہوگیا کہ سائیس یا گھڑسوار اور گھوڑا دونوں اس کام میں باہم شریک ہیں اور بندوں کے لیے اختیاری افعال اس حال پر گواہ ہیں۔ اسی طرح منکر نکیر کے سوال و جواب اور مردے کا ثواب و عذاب روح مع جسم سے متعلق ہے۔ "ویفعل .. یختیرہ"[1] (اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور پسند کرتا ہے، ان لوگوں کو تجویز (احکام) کا کوئی حق حاصل نہیں ؛ تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے راہِ دین پر مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کرکے آپ کی ہمراہی میں ہیں ؛ سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا، اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا) اس حال کا ناطق ہے یعنی اس کی وضاحت کرتا ہے۔ شریعت کے چراغ، امت کے سراج (چراغ) نعمان بن ثابت

اور یہی ان کا مذہب ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہُ وعن توابعہٗ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے پیروکاروں سے بھی)۔

تجددِ امثال کی حقیقت کے مسئلے کا بیان :

اے بھائی تیرے سامنے کائنات کی حقیقت بیان کرنا ضروری ہے۔ سُن سُن کہ کائنات، واحدِ حقیقی میں مجتمع اَعراض (جمع عرض، جو قائم بہ غیر ہو) سے عبارت ہے، وہ اس طرح کہ درحقیقت انسان، حیوان، جسم نامی (نشوونما پانے والا)، جسم مُطلق اور جوہر اور عَرض اور ممکن اور واجبِ وجود، حقیقی وجودِ واحد میں جمع ہوتے ہیں۔ سو یہ سب اعراض ہیں جو حقیقی ذاتِ واحد میں جمع ہوگئے ہیں۔ اس صورت میں سب اشیاء پر ہر حال اور ہر آن فنا اور بقا لازم ٹھہری ؛ اور اس میں راز یہ ہے کہ حضرتِ وجود، جل جلالہٗ، کے متقابل (متضاد) اسما ہیں اور وہ ہیں جلال اور جمال اور انہیں لُطف (مہربانی) اور قہر کا نام دیا جاتا ہے۔ لُطف تخلیق

۱۔ یہاں چار آیات کے اقتباسات ہیں : سورہ ابراہیم آیہ ۲۷ کا آخری حصہ، سورۃ القصص آیہ ۶۸، سورہ ہود آیہ ۱۱۲، سورۃ الزلزال آیات ۷، ۸

کرتا اور پھر فنا کرتا ہے اور ان اسمائے شریف میں وقتی تعطل کسی صورت بھی درست نہیں ہے۔ "بل ھم... جدید"[1] (بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شبہہ میں ہیں)؛ "کل یوم ھو فی شان"[2] (وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے)۔ شعر:

= مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: دنیا ایک پل کی ہے، سو تجھے ہر لحظہ موت اور رجعت ہے

یعنی ہر آن کائنات عدم کا شکار ہوتی ہے اور اس جیسی کائنات وجود میں آجاتی ہے اور انسان کو اس ایجاد (وجود میں آنا) اور اس اعدام (فنا ہونا) کی خبر نہیں ہوتی، کیونکہ یہ ایجاد اور یہ اعدام واحد ہے عین ایجاد و اعدام میں اور عین اعدام و ایجاد میں امثال کے تواتر کے ساتھ آتے ہیں! کے مابین کسی فاصلے کے بغیر۔ پس ہر زمان میں بلکہ ہر پل میں فنا اور بقا معین و مقرر ہو اور مسلّم ہو گئی اور امثال کے آگے پیچھے آنے اور تمثال کے لگاتار ہوتے رہنے کا اور امثال کا تواتر دیکھنے والے کو اس شک میں ڈال دیتا ہے کہ ایک ہی امر لگاتار وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ شعر:

= اگرچہ خدا قسم قسم کی نعمتیں عطا کرتا ہے لیکن یہ سب الگ الگ ناموں پر عطا کرتا ہے،
وہ ہر پل کائنات کی حقیقت کو ایک فنا کا نام اور ایک بقا کا نام عطا کرتا ہے۔

= ہستی جو عیاں نہیں ہے اور وہ ایک نئی شان میں ہے، وہ ہر لمحہ ایک دوسری شان میں جلوہ گر ہوتی ہے
یہ گہری بات "کل یوم ھو فی شان" میں تلاش کر، اگر تجھے کلام حق سے کسی دلیل کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس بات پر تو تحقیق کی ضرورت ہے؛ اس بنا پر کہ ایک انسان کا بچپن کا وقت اور ہے، جوانی کا وقت اور، اور بڑھاپے کا وقت اور ہے، پھر نماز میں کسی شخص کے قیام کا وقت اور ہے، رکوع و سجود کا وقت اور، اور قعود و سلام کا وقت اور ہے، تو یہ تو واضح قباحت لازم ٹھہری اور سوال و جواب، ثواب و عذاب، خیر و شر، دوزخ و بہشت اور حشر و نشر کس پر واجب ہوا؟ میرا جواب یہ ہے کہ خیر و شر اور دوسرے تمام اچھے اور برے اعمال اور ثواب و عذاب عین پر ثابت ہیں، کیونکہ وہ (عین) قطعاً تغیر و تبدل قبول نہیں کرتا؛ اس لیے کہ اعیان ثابتہ معلوماتِ الٰہی سے عبارت ہیں اور معلوماتِ عالم علم عالم (جاننے والا) میں قائم و ثابت ہیں اور دائم ہیں اور ان میں کسی تغیر و تبدل کو راہ نہیں ہے، نیز تعینات اور اعراض کو یقینی طور پر فنا و بقا ہے۔
کیونکہ اسم جمالی وجود میں لانے والا اور اسم جلالی مٹانے یا فنا کرنے والا ہے۔ پس ہر آن فنا اور بقا لازمۂ بشریت ہے اور یہ فنا و بقا نامعلوم حال کے تسلسل کے سبب ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے دو گز لمبی لکڑی ہاتھ میں لی اور اس کے دونوں طرف ٹاٹ کا ٹکڑا باندھا اور اس پر تلوں کا تیل چھڑک کر اسے آگ دکھا دے اور پوری تیزی سے اسے گھمانے لگے تو اس میں آگ کا ایک ہی شعلہ نظر آئے گا؛ اسے شعلۂ جوالہ (چکر کھانے والا) کہا جاتا ہے اور وہ دیکھنے والے کو

۱- سورۂ ق آیہ ۱۵   ۲- سورۂ الرحمٰن آیہ ۲۹

ایک ہی دکھائی دیتا ہے، حالانکہ وہ کئی شعلے ہوتے ہیں جو ایک شعلے کی صورت میں جمع ہو گئے۔ یہی کیفیت چراغ میں تیل اور بتی کی ہے کہ جب تیل عقب سے بتی کو پہنچتا ہے تو وہ روشن ہو جاتی ہے اور اگر تیل، بتی کو عقب سے نہ ملے تو وہ اسی لمحے بجھ جاتی ہے؛ تو تیل کا بتی میں تحلیل ہونا نامعلوم تسلسل کے سبب ہے۔ اسی طرح آدمی ہر پل مرتا اور اسی لمحے پھر زندہ ہو جاتا ہے؛ چونکہ یہ دونوں لمحے دیکھنے والے کو بلا فاصلہ دکھائی دیتے ہیں اس لیے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایک ہی لمحہ پایا ہے، وہ وجود کے لمحے اور عدم کے لمحے میں قطعاً کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ شعر:

= وہ سمجھتا ہے کہ میرا وجود کسی خلل کے بغیر زندہ ہے، جو (وجود) روشن آفتاب سے ہے

= پہلا مصرع غائب ۔ وہ ہر آن ایک نئی شان میں ہوتا ہے

= چونکہ ہو اس کا جلوہ ہرگز مکرر نہیں ہوتا اس لیے اس کی شانیں غیر مکرر (جو بار بار نہ دہرائی جائیں) ہیں

= وہ ایک ایسا سمندر ہے جو نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے؛ موجیں اس میں آتی جاتی رہتی ہیں۔

= عالم چونکہ الٰہی موجوں سے عبارت ہے اس لیے زمان دو نہیں بلکہ مسلسل رواں دواں ہے۔

قربِ نوافل اور قربِ فرائض کی کیفیت کے مسئلہ کا بیان

اے برادر، یہ دنیا چند روزہ ہے۔ انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافروں کے لیے جنت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تو دنیا میں قطعاً مشغول نہ رہے کیونکہ یہ جنابِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رد کی ہوئی، حضرت مرتضیٰؓ کی لعنت بھیجی ہوئی، خاتونِ قیامت (حضرت فاطمۃ الزہراؓ) کی نظر سے گرائی ہوئی، صاحبِ بزرگی (حضرت) حسینؓ کی راندہ، بایزید بسطامیؒ کی مردود کردہ، حضرات جنید و شبلیؒ کی دور کردہ، حضرت غوث الثقلینؒ کی تعلق ناپذیرفتہ اور اس میں رہنے والے برگزیدہ حضرات کی شرمندہ کی ہوئی ہے۔ اس کا آغاز حسرت اور اس کا انجام عذاب ہے۔ اس کا مال مقسوم، اس کی اولاد یتیم اور اس کی عمارت ویران ہے؛ پس جس نے اسے حلال طریقے سے جمع کیا اس پر اس کا حساب ہوگا اور جس نے اسے مشتبہ طریقے سے جمع کیا اس پر عتاب اور جس نے حرام طریقے سے جمع کیا اس پر عذاب ہوگا۔ فاعتبروا... الخ (پس اے صاحبانِ بصیرت عبرت حاصل کرو)

اور یہ جو کہتے ہیں کہ طریقت میں ترکِ حلال فرض ہے تو اس سے مراد یہی ترکِ دنیا ہے۔ لہذا اپنے دل کے برعکس دنیا سے خود کو عاری کرنا ضرور اور اس بے وفا سے دوری اختیار کرنا بعید سرور (۲)۔

۱۔ حدیثِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۔ سورۂ الحشر، آیہ ۲ سے اقتباس

پس ضروری ہے کہ تو اس ذاتِ سبحانہٗ وتعالیٰ کی یاد میں (معروف رہنے) کی کوشش کرے اور اس طرح کوشش کرے کہ تو خود سے فانی اور حق میں باقی ہو جائے۔ فنا اس امر سے عبارت ہے کہ اُس سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہستی کے غلبے کے ذریعے سالک کے دل پر سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کا شعور نہ رہے، فناء الفنا ہو جائے۔ اور فناء الفنا یہ ہے کہ بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے۔ اگرچہ فناء الفنا، فنا ہی میں شامل ہے لیکن اگر صاحبِ فنا کو اپنی فنا کا شعور ہو تو وہ صاحبِ فنا نہ ہوگا۔ جبکہ بقا کا مطلب یہ ہے کہ "بندہ" رب میں اس طرح محو نابود ہو جائے کہ اس کی کوئی شے باقی نہ رہ جائے۔ جب بندے کی صفات، صفاتِ حق میں اور ذاتِ بندہ ذاتِ حق میں مفقود (گم) ہو جائے گی تو باقی رہا حق؛ یہی بندے کی بقا ہے۔ کہتے ہیں:

"بندہ حق ہو گیا"۔

اے بھائی سالک کے لیے ضروری ہے کہ اذکار سے فراغت کے بعد افکار و ملاحظہ سے آگاہی و وقوف کو لازم جانے۔ اجمال یعنی اجمالاً (اختصار سے) تمام اذکار کا ہر لمحہ ملاحظہ کرتا رہے، یا ہر ذکر تفصیل سے کرتا رہے تاکہ خیال کی تفصیل "ہو اسی لحظہ سے ہر فکر و تصور کا اور اس کے علاوہ اشغال و مراقبہ کا۔

اے بھائی جان لے کہ "قرب (کا مطلب) قربان ہونا ہے"۔

قربِ نوافل اور قربِ فرائض:

قربِ نوافل یہ ہے کہ بندہ ریاضتِ شاقہ سے، فقر و فاقہ کی تکلیف و محنت سے، قلتِ گفتار سے، کم نیند، کم کھانے سے، قلتِ مقاصد، مسلسل ملاحظہ سے، خلق کی طرف کم توجہ، کثرتِ صوم و صلوٰۃ، کثرتِ اذکار، کثرتِ افکار، دن رات کثرتِ اشغال سے اور مراقبے اور تصورات کی کثرت اور طاعات و عبادات کی کثرت سے اس قدر استغراق و محویت حاصل کر لے کہ اسے تجلیاتِ الٰہی کے ٹکراؤ اور ہجوم اور عنایتِ خدا آگاہی کے انبوہ اور ازدحام کے کسی قسم کے شعور کی ہمت نہ رہے۔ اگر وہ خود کو تلاش کرے تو خدا کو پائے اور اگر خدا کو تلاش کرے خود کو پائے، حتیٰ کہ ذاتِ حق اس کی ذات، صفاتِ حق اس کی صفات، بلکہ تمام موجودات کی ذات اس کی ذات اور تمام موجودات کی صفات اس کی صفات بن جائیں۔ جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے: "لا یزال عبدی .... بی یمشی" حدیث کے آخر تک۔ اس (ذات) کا بندے کے سمع و بصر ہونے سے مراد عارفوں کا انکشاف ہے کشفِ حقیقت میں؛ اور بندے کا صفاتِ حقیقت سے متصف ہونا رفع تعینات کے اعتبار سے ہے اور اس قربِ نوافل میں حق، بندے کے لیے گویا اوزار بن جاتا ہے۔

اور قربِ فرائض یہ ہے کہ نماز کے ثمرہ اور اشغال و افکار اور اذکار کے ثمرہ سے (یعنی اس کے نتیجے میں) بندے میں ایک ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ "یفعل ... الخ" اس میں رسوم و علوم اور عادات و عبادات محو ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ بندہ دور ہو جاتا اور باقی رب رہ جاتا ہے۔ اور اس مرتبے میں کہ یہ قربِ فرائض ہے، بندہ حق کے لیے گویا اوزار بن جاتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث اس طرح ہے: ... ما زال ... احببتہ و کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ الّتی

اور اس سے اوپر ایک اور مرتبہ ہے جسے "اعتدال" کہا جاتا ہے، اس میں کسی پر کسی کا غلبہ نہیں ہوتا، یعنی قرب نوافل اور قرب فرائض بندے میں برابر برابر پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ انبیاؑ کے خواص میں سے ہے اور کمالِ اولیا ہے جو مرتبے میں انبیا سے کمتر ہیں؛ کیونکہ قرب نوافل میں کرامات کا ظہور (کثرت) کشفِ کتمان (پوشیدہ اشیا کا کشف) اور کشفِ قبور ہے بعد، نیز قلوبِ انسان کا کشف اور آیاتِ رحمان و دیگر کا کشفِ معانی کرامات ہے، جس کا کوئی حد و حساب نہیں، افزوں ہو جاتے ہیں اور اس مرتبے کو "تلوین" (رنگ برنگ کرنا) کہتے ہیں۔ "ذاتِ جسمی فراق سے" اور "جلدی رق (غلامی، بندگی) اشتیاق سے" اس مرتبے میں ہے۔

۹۳

اور قرب فرائض میں بندے کو طلبِ مولیٰ، طلبِ ریاضت، طلبِ جذب و حرق (سوز و تپش) اور قلت و کثرت کی طلب نہیں رہتی۔ اس مرتبے کو "مرتبۂ تمکین" اور "مرتبۂ جمیع" کہتے ہیں۔ "انا محمدٌ ..." (میں محمدؐ ہوں میم کے بغیر اور میں عرب ہوں ع کے بغیر) اس مرتبے میں ہے۔ مرتبۂ ثالث کو مرتبۂ اعتدال اور "مرتبۂ جمع بین القربین" (دو قربوں میں اجتماع کا مرتبہ) اور مرتبۂ جمع الجمع نیز مرتبۂ قرب القرب کہتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ جناب سرور انبیا حضرت محمد رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔ یا جو کوئی آنحضرت سرور کائنات کے ماننے والا ہو گا جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

دیگر یہ کہ اگر تجلی اسمِ ظاہر سے ہے تو خلق حق میں پوشیدہ ہو جاتی ہے اور حق ظاہر (ہو جاتا ہے)۔ اس مرتبے میں بندہ حق کا سمع و بصر بن جاتا ہے، اور یہ مرتبۂ قرب فرائض ہے، اور اگر تجلی اسم باطن سے ہے تو حق خلق میں مخفی ہو جاتا ہے اور خلق ظاہر (ہو جاتی ہے) اور اس مرتبے میں حق بندے کا سمع و بصر بن جاتا ہے۔ یہ مرتبۂ نوافل ہے۔

اے بھائی! حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی تمام اشیا کے ساتھ قرب و معیت، جوہر کے ساتھ جوہر کی معیت کی صورت میں ہے یا پھر جسم کے ساتھ جسم کی، یا ہیولے کی صورت کے ساتھ معیت، یا وجود کی موجود کے ساتھ بلکہ خلق کے ساتھ حق کا احاطہ و معیت ایسے ہوتی ہے جیسے ملزوم (لازم کیا گیا) کی لوازم کے ساتھ اور موصوف کی اوصاف کے ساتھ۔ لہٰذا ماہیت کے ساتھ وجود کی معیت ان کے احکام و آثار کے اظہار کا موجب ہے اور یہی معیت احکامِ مراتب کے رنگا رنگ ہونے کے ساتھ ظاہرِ وجود کی (خارج میں) تجلی سے عبارت ہے۔ اور اللہ ہی حق بات کہتا ہے اور وہی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

(آیات) سے "وھو معکم ...[۱]، نحن اقرب ...[۲] نحن اقرب ... لا تبصرون[۳]" ان دو قربتوں کی شاہد ہیں۔ اشعار:

= قربِ حق اوپر یا نیچے جانے کا نام نہیں ہے، قربِ حق تو قیدِ ہستی سے چھٹکارا پانا ہے

= "نحن اقرب" اس نے کہا اور یہ کہ "من حبل الورید" بھی کہا لیکن تو نے اپنے فکر کا تیر دور پھینکا

= "وھو معکم" (کہہ کر) حق نے اس معیت سے کیا چاہا؟ یعنی یہ کہ "واجب" کے جلوے "ممکن" سے ہیں۔

— x —

۱- اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو، سورہ الحدید، آیہ ۴

۲- اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں — سورۂ ق، آیہ ۱۶ سے اقتباس

ایک خط کے جواب میں: جو جالندھر کی طرف دوآبہ سے کسی شخص نے لکھا تھا اور جس میں چند سوال مرقوم تھے۔

پہلا سوال یہ ہے: فرحت کی خصلتوں والے قلم سے لکھا گیا تھا کہ تنزیہۃ التنزیہۃ (پاک کو پاک کرنا) سے "الست بربکم" کا اشارہ روحوں کو پہنچا؟

جواب: یہ بات سراسر غلط ہے، کیونکہ مرتبۂ تنزیہ، کہ مرتبۂ احدیت ہے، تمام صفات سے معرّا اور مجرّد ہے، حتیٰ کہ اس تجرد سے بھی ذاتِ بحت (خالص ذات)، ذات ساذج (سادہ یعنی خالص ذات)، مخفی خزانہ اور عین کافور اور نقص (ذات) کے بغیر، بڑے بڑے فہموں اور عقلوں کے ادراک سے باہر ہے۔ "کنت کنزا..... الخلق"[1]۔ اس نے مرتبۂ وحدت میں نزول فرمایا جو حقیقتِ محمدی ہے اور برزخ کبریٰ اور تعین اول ہے اور "لا" کی شرط سے جسے اسماء و صفات کا اجمال کہتے ہیں۔ اس کے بعد واحدیت کے مرتبے میں (نزول فرمایا) جس میں الٰہی اور کونی اسماء و صفات کی تفصیل درج ہے اور جسے تعین ثانی، مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیاں)، تجلّیِ علمی عینی وجودی عینی اعیانی، نیز فیض اقدس اور ظہورِ اعیانِ ثابت اور تفصیل ماہیت الاشیاء اور علمی شے سے مشروط کہتے ہیں۔ اور الٰہی و کونی اسماء میں سے ہر اسم اور وجوبی و امکانی صفات میں سے ہر صفت اور کائنات میں سے ہر کائن (موجود) نیز ممکنات میں سے ہر ممکن ایک دوسرے سے ممتاز ہو گیا، مثلاً اللہ، عبداللہ سے، رحیم مرحوم سے اور سمیع مسموع سے، کیونکہ یہ مرتبۂ وجوب و قدم ہے اور اس کے تحت حدوث و امکان کے تین مرتبے ہیں جنہیں روح، مثال اور جسم کہا جاتا ہے۔ بلکہ ان مراتب کے تحت الٰہی و وجوبی و امکانی کے تمام اسماء کا جامع مرتبہ ہے جسے حضرتِ انسان کہتے ہیں۔ پس احدیت کی مظہر روح ہے اور وحدت کی مظہر مثال اور واحدیت کا مظہر جسم ہے، اور حکم و احکام کا سرچشمہ وجوب و قدم کے مرتبوں میں تیسرا مرتبہ ہے جس کا نام واحدیت ہے۔ روزِ میثاق اسی مرتبے سے، جو مرتبۂ الٰہی ہے، کسی کا حکم عالمِ امر اور عالمِ خلق میں (کہ مرتبۂ ارواح و نورِ محمدی و قلم الاعلیٰ ہے) اور یہ کہ "اول ما خلق اللہ... یا جابر"، "فاسجدوا الی... بربکم"[2] کا خطاب سے پہنچ گیا۔ تمام ارواح نے "قالوا بلیٰ" کہا اور بعض نے انکار کیا۔ پس چار فریق ہو گئے۔ یا (انہوں نے) دونوں سجدے کیے یا دونوں نہ کیے، یا بعض نے سجدۂ اول کیا دوسرا نہ کیا، یا بعض (نے) دوسرا کیا پہلا نہ کیا۔ جس نے دونوں سجدے ادا کیے وہ بطور مسلمان پیدا ہوا اور مسلمان مرا، اور جس کسی نے دونوں سجدے نہ کیے وہ بطور کافر پیدا ہوا اور کافر مرا۔ جس کسی نے پہلا سجدہ ادا کیا اور دوسرا نہ کیا وہ بطور مسلمان پیدا ہوا اور کافر مرا اور جس کسی نے (دوسرا) سجدہ کیا، پہلا نہ کیا وہ بطور کافر پیدا ہوا اور مسلمان مرا۔

راز اس میں یہ ہے کہ اس ذات سبحانہٗ کی دو صفات ہیں: جلالی اور جمالی؛ اور رسول خدا صلی اللہ

---

۱ - حدیث قدسی: میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، سو میں نے خلق کو پیدا کیا۔

۲ - ترجمہ و حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ ۳،۴ [illegible] آیتوں سے اقتباس ہے۔ پہلا حصہ "فاسجدوا" کئی سورتوں میں آیا ہے، البقرہ، الاعراف وغیرہ۔ الست بربکم اور قالوا بلیٰ سورۃ الاعراف آیہ ۱۷۲ سے اقتباس ہے (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں... انہوں نے کہا ہاں)

علیہ وآلہٖ وسلم، کا ظاہر کلطف (مہربانی یا جمال) کا مظہر ہے، اگرچہ باطن میں آپ سے لطف و قہر پیدا ہوئے ہیں۔ وہ روحیں جو اسم لطف کی مظہر تھیں، انہوں نے ہر سجدہ ادا کیا اور ان ارواح نے جو اسم جبار کی مظہر تھیں، انکار کیا اور دونوں سجدے ادا نہ کیے، ۲" اطیعو اللہ۔ الرسول، قل ان کنتم ۔ ۔ ۔ اللہ" (اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا) اس پر شاہد یعنی گواہ ہے۔ لہٰذا جس کو حکم کا اس عالم اجسام میں شریعت کی، جو نبیؐ سے عبارت ہے، کما حقہ پیروی کی تو واضح ہوا کہ وہ ایک اسم لطف کا مظہر ہے اور اس نے دونوں سجدے ادا کیے۔ "ولا خوف ۔ ۔ ۔ ۔ الجنۃ" (ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ اور وہ جنت میں داخل ہونگے)۔ اور جس کسی نے پیغمبر خداؐ کی متابعت سے انحراف برتا تو واضح ہوا کہ وہ کسی اسم قہر کا مظہر ہے، اس سے دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے، ۳" اولیاء ھم ۔ ۔ ۔ النار" (ان کے ساتھی شیاطین ہیں۔ وہ آگ میں داخل ہونگے)۔ جس نے سجدۂ اول ادا کیا اور سو برس تک خدا کی عبادت کی اور دوسرا سجدہ نہ کیا وہ قہری تھا ہو سو لطفی (اسم لطف کا مظہر) قہار جبار کے بچے کی مانند ہے جو آخر باپ کے پیچھے پیچھے جائے گا۔ وہ جس نے دوسرا سجدہ کیا اور سو برس تک بُت کی پوجا کی اور پہلا سجدہ نہ کیا، وہ لطفی ہوگا۔ سو قہری رحمٰن و رحیم کے بچے کی مانند ہوگا جو باپ کے پیچھے چلے گا۔ لطفی لطفی کے پیچھے اور قہری قہری کے پیچھے؛ جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے: "وما من دابۃ ۔ ۔ ۔ ۔ مستقیم (روئے زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے یعنی صراط مستقیم پر چلنے سے ملتا ہے۔ سورۂ ھود، آیہ ۵۶)۔ اور پیغمبر خدا، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "العبرۃ بالخواتم" (عبرت کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔ یہ حدیث یوں بھی ہے) انما الاعمال بالخواتیم۔)۔ دونوں فریقوں کی خدا پرستی اور بت پرستی بیہوشی اور بے علمی کے سبب ہوتی ہے۔ جب وہ اپنے علم میں پھر ہوش میں آگئے تو اپنے اصل کی طرف چلے گئے۔ شعر:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

(ایک ہی جنس کے پرندے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پرواز کرتے ہیں، کبوتر کبوتر کے ساتھ اور باز باز کے ساتھ)

الملاحظہ

۱۔ یہ اقتباس مختلف سورتوں میں آیا ہے مثلاً / ۲۔ سورۂ آل عمران آیہ ۳۱ / ۳۔ "یعمر نوں" تک کا اقتباس کئی آیات میں آیا ہے، مثلاً الانعام ۱۲۸

۹۵ قہری کے پیچھے لطفی کی مثال: جیسا کہ انوارِ سہیلی[1] میں مذکور ہے کہ باز کے بچے نے چیل کے بچوں میں پرورش پائی۔ جب اس نے خود کو پہچان لیا تو اپنے بازوں کے ساتھ یعنی اپنی اصل کے ساتھ پرواز کی۔ دوسری مثال جیسے زال یا رستم[2] سیمرغ کے بچے چونکہ انسان تھا انسان کے ساتھ مل گیا۔

لطفی کے پیچھے قہری کی مثال، جیسا کہ گلستان[3] میں مرقوم ہے۔ شعر:

یکی بچہ گرگ را پروردید   چو پروردہ شد خواجہ را بر درید

(کسی شخص نے بھیڑیے کا بچہ پالا۔ جب وہ پل گیا تو اس نے اپنے مالک کو پھاڑ کھایا)

دوسری مثال جیسی کہ چور کے بیٹے[4] کی وزیر اور اولاد وزیر کے ساتھ۔ شعر

غذیت بدانا و لشات عندی   فمن ابناک ان اباک ذریب

اور اللہ ہی حقیقت حال سے باخبر ہے۔

<u>دوسرا سوال</u>: اور یہ جو لکھا تھا کہ "قل... ربی"[5] (آپ کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کے امر سے بنی ہے)۔ جب یہ امر (حکم) اربعہ عناصر سے جدا ہو گیا تو پھر خاک سے تو کوئی خطا یا عطا سرزد نہیں ہوتی، خیر و شر روح کے ذمے ہے۔

جواب: صورت حال یہ ہے کہ روح جدائی اور وصل سے مبرا اور حلول و اتحاد سے مبرا ہے۔ اس کا تعلق جسد سے ہے اور تعلق اللہ۔ اور تصرف، اور صرف اسی تعلق پر وہ ثواب و عذاب کا مورد نہیں ٹھہرتی۔ لہذا معیت بہم اوامر و نواہی کا حکم، آخرت کا ثواب و عذاب، منکر و نکیر کے سوال و جواب روح مع جسد کے ہونگے، جیسے سوار اور سواری، جیسے رالبض اور مرلوض (رالبض: قلعہ دار... یہاں رالبض اور مرلوض ہونا چاہیئے بمعنی چابک سوار اور سواری یا گھوڑا) الگ الگ (عذاب ثواب) نہ ہوگا۔

<u>تیسرا سوال</u>: اور یہ جو محبت بھرے قلم سے صادر یعنی تحریر ہوا ہے کہ "والقدر... تعالی" وارد ہے (اور جو قدر ہے اس کا خیر اور اس کا شر اللہ کی طرف سے ہے) تو اس صورت میں تو کوئی بھی شیطان نہ ہوا اور حساب میزان اور منکر نکیر والا معاملہ کسی کے ساتھ نہ ہوگا۔

۱۔ سنسکرت کی ایک مشہور کتاب کلیلہ و دمنہ کا پہلے عربی میں ترجمہ ہوا، پھر فارسی میں اسی نام سے۔ حسین واعظ کاشفی نے اپنے انداز میں اس کا ترجمہ کر کے اسے، اس کے لفظوں میں "نیا لباس پہنایا" اور انوار سہیلی نام رکھا۔ اس میں پرندوں کی زبان میں، قصہ کہانی کے روپ میں اخلاقی درس دیے گئے ہیں۔ انوار سہیلی دسویں صدی ہجری کے آغاز میں لکھی گئی۔

۲۔ زال کا قصہ شاہنامہ فردوسی (تصنیف کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا آخر یا پانچویں کا آغاز) میں مذکور ہے۔ زال کو ایک پرندہ سیمرغ پہاڑ پر لے گیا تھا اور اس نے اس کی پرورش کی تھی۔ زال کے لفظی معنی بوڑھے کے ہیں، چونکہ پیدائش کے وقت اس کے بال سفید تھے اس لیے زال نام رکھا گیا۔ رستم کا باپ تھا۔ بہر حال یہ ایرانی اساطیر میں سے ہے۔ تفصیل کے لیے شاہنامہ فردوسی ملاحظہ ہو۔

۳۔ گلستان سعدی شیرازی کی مشہور کتاب ہے۔ سال تصنیف ۶۵۶ھ۔

۴۔ چور کے بیٹے والی داستان گلستان کے باب اول کی چوتھی حکایت ہے (ملاحظہ ہو کلیات سعدی، از روی نسخہ تصحیح شدہ... فروغی تہران (ص...)

۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیہ ۸۵

سر ار

جواب: صورت حال یہ ہے کہ حکمِ الٰہی تین قسم کا ہے، قضا، قدر اور سرِّ قدر۔ قضا کُلی اجمالی حکم کو کہتے ہیں، قدر اس قضا کا تفصیلی حکم اور سرِّ قدر یہ کہ اُس کلی حکم کا وقوع معیّن وقت پر اور خاص زمانے اظہار میں ہوتا ہے۔ سو وہ آدمی، جسے اس سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے لطفِ رحمت سے پیدا کیا ہے، توقع ہے کہ پیغمبرِ خدا، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کی متابعت کرے گا اور جنت میں داخل ہوگا اور جو کوئی قہر و عذاب کا مظہر ٹھہرے گا یقیناً وہ شیطان کی پیروی کرے گا اور دوزخ میں داخل ہوگا۔ آیت "وما من دابتہ . . . مستقیم" (ترجمہ و حوالہ گزر چکا ہے)، اس مقولے کی گواہ ہے۔ پس ہر کوئی اپنے رب (آقا یا پالنے والا) کے پیچھے چلے گا، لطیفی (لطفی) لطیف کے پیچھے، قہری قہری کے پیچھے۔ سو آدمی (آدم ہونا) شیطانی سے اور محمدی، ابوجہلی سے ممتاز ہوگئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے: "ما رأیت . . یا رسول اللہ" (یا رسول اللہ میں نے آپ سے زیادہ اچھی صورت نہیں دیکھی) جب کہ لعین ابوجہل نے کہا "ما رأیت . . . محمدؐ" (یا محمد میں نے تجھ سے زیادہ بری صورت نہیں دیکھی) (نعوذ باللہ من ذالک)۔ حضورؐ نے دونوں سے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپؐ نے دونوں سے "صدقت" فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: "میری مثال دیکھنے والے کے ہاتھ میں صیقل شدہ آئینے کی سی ہے۔ یہی ہے اور ابوجہل لعین نے جو کچھ دیکھا درست ہے،

۹۔ کیونکہ جس کسی نے دیکھا خود کو دیکھا اور جس کسی نے پایا (شیشے میں) خود کو پایا، اور میںؐ دونوں سے الگ ہوں، نہ تو اچھائی سے کوئی فرحت نہ برائی سے کوئی تکلیف، میرا معاملہ تو "اب بھی ویسا ہے جیسا تھا" والا ہے، (یہ جو کچھ حضورؐ نے فرمایا) وہ اس قول پر شاہد و گواہ ہے۔ اور اگر حقیقت کا انکشاف کیا جائے تو وہ ذات واحد ہے جو آدمؑ اور محمدؐ کی صورت میں ظاہر ہوئی اور شیطان اور ابوجہل کی صورت میں نافر (نفرت کرنے والا - ی) ہوئی۔ شعر:

= کیا موسیٰؑ اور کیا عیسیٰؑ اور کیا رسولوں کے پیر احمدؐ، کیا ترسا اور کیا مُغ (آتش پرستوں کا مذہبی رہنما) سبھی وہاں

وہ خود ہے جو جنت کی صورت میں نمودار ہوا اور خود ہی ہے جو دوزخ اور آگ کی سیرت میں آیا۔ اگر عاشقی کا کوئی نغمہ ہے تو اس سے ہے اور اگر معشوقی کا کوئی رمز ہے تو اس سے ہے۔ اشعار:

= ایک منہ پھٹ رند نے بیابان میں بڑی اچھی بات کہی کہ عاشق کا خدا نہیں ہے کیونکہ وہ پیدا کیا ہوا نہیں ہے،

= ہم خود گلستان ہیں خود گُل، خود چمن اور خود بلبل ہیں، ہم خود تماشا ہیں ہمیں (سیر و) تماشا سے کام نہیں ہے،

= ہم خالص وحدت ہیں، کثرت بھی ہم ہی سے آشکار ہوئی، ہم مخفی خزانہ ہیں ہمیں ظاہر ہونے کی اجازت نہیں ہے،

= "وہو معکم اینما کنتم" وحدت کا بیان ہے، تو بھینگاپن چھوڑ، کیونکہ یہاں یار اور اغیار بھی نہیں ہیں

= کیونکہ وہ اپنے غیر کا نقش، خود نقاش اور اپنا نقش ہے، وہم و خیال یہ سمجھتا ہے کہ یہاں زنار (بیٹی) [illegible] سے کم ہے

چوتھا سوال : یہ جو آپ نے اپنے مریم شکم اور عطارد الیس تحریر والے قلم سے لکھا تھا کہ آنحضرت ، صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم کس قسم کا ہے : ذاتی ، ملکوتی اور خاکی ؟ تو فقر کس جسم پر وارد ہوا ، اگر یہ ذات والے جسم پر ہوا تو عام فقرا کا حال کیا ہوگا ،

جواب : صورت یہ ہے کہ آنحضرت ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، کے جسم (مبارک) کو تین صورتوں میں مقید کرنا کوئی (بات) نہیں ، کیونکہ تمام مراتب آپ ہی سے وجود پذیر ہوئے ؛ البتہ تمام وجوبی اسما و صفات کا اصل اصل اور کل کل وجوب (اسما اور صفات ذاتیہ وصفاتیہ میں) ہی ہے ، جیسے اللہ کہ رحمن اور رحیم اس سے ظاہر ہوئے ، جب کہ کونی امکانی اسما و صفات میں وہ تمام کونی امکانی حدوثی اسما و صفات کا اصل اصل اور جامع الجمیع ہے ، جیسے عبداللہ و عبدالرحمن اور عبدالرحیم اس سے ظاہر ہوئے لہذا ذات الذات ، اسم اسم ، عین اعیان ، صفات الصفات ، روح روح اور مثال مثال ، جسم جسم اور انسان انسان اور اشراف اشراف نیز یاہوتی و یاہوتی اور لاہوتی و جبروتی اور ناسوتی و ملکوتی مراتب کا مظہر وہ ہے اور وہ ایسا کل ہے جس میں تمام اشیاء بجنسہٖ (موجود) ہیں ۔ اور اس بات پر ہمارے نبی ، علیہ الصلوٰۃ والسلام ، کا قول (مبارک) صادق آتا ہے : " میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام خلق میرے نور سے ہے " اور آپ ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، کا فقر عام ہے ۔ جس شخص نے آپ ، صلی اللہ علیہ وسلم ، کی متابعت و پیروی پوری طرح کی وہ تمام اسمائ کا ثمرہ حاصل کرکے فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہو گیا اور جس کسی نے آپ کی اقتدا اور متابعت میں کسی کمی اور سستی سے کام لیا اس نے اپنی اہلیت کے مطابق پالیا جو کچھ اس نے پایا ، اور سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی ۔ اشعار :

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من — این حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
باشد پس پردہ گفتگوی من و تو — چون پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من [2]

(اسرار ازل سے نہ تو آگاہ ہے اور نہ میں ہوں ۔ یہ حرف معما ہے نہ تو پڑھ سکتا ہے اور نہ میں پردے کے پیچھے "میں" اور "تو" کی بات ہوتی ہے ، جب پردہ اٹھ جائے تو نہ "تو" رہتا ہے اور نہ "میں")

۹۷

— x —

۱ ۔ ان چاروں سوالوں میں فاعل یعنی مختلف باتیں لکھنے والا کون ہے جس کی تحریر کی طرف سوال کنندہ نے اشارہ کیا ہے واضح نہیں ، بظاہر پیر صاحب ہی کی طرف بات جاتی ہے ۔

۔ ۲ ۔

خاتمۂ کتاب اسرار قادریہ

اللہ والوں کے قدموں کی خاک، درِ خداوندی کے درویشوں کا پیالہ چاٹنے والا، خدائی شفقت کے حامل اساتذہ کی زمین چومنے والا، سلسلۂ قادریہ رحمہ اللہ کا کشف بردار، رحمتِ رحمان کا دامن تھامنے والا فقیر فقیر محمد جان ولد مولوی عبدالغفور سراسر انوارِ نور (عرض کرتا ہے کہ)[1] نسخہ اسرار قادریہ[2] ایک خدا پرست، زبردست ولی، اسرار الٰہی کے گنجینہ، لا محدود انوار کے خزانہ، اس بے مثال و لاثانی قادر کے نسخہ جس کا ہر حکم "کن فیکون" ہے (اللہ) یعنی حضرت غلام قادر شاہ کے سینے کے انوار میں سے ہے، جنہوں (غلام قادر) نے از راہِ فضل و کرم اور شفقت و محبت سے جو کچھ اس فقیر کو ارشاد فرمایا تھا اور ایک مدت سے اس خاطرِ ناتواں (شکستہ و ضعیف دل) میں تھا کہ ان اسرار اور انوار کی تالیف و تدوین ہو جائے، شاید کوئی خوش بخت، جو خدا سے لو لگائے ہو، اس سے بہرہ ور ہو جائے۔ نیز اس سلسلے میں کبھی کبھی سراپا وجود شہزادہ، سخاوت و بخشش کے سمندر، احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نورِ خاص (یعنی) میاں صاحب میاں محمد یعنی کہ تکبر اور آلودگی سے پاک، غلام غوث خلقِ حق آگاہ حضرت غلام قادر شاہ کے فرزند ہیں، رمز و اشارہ سے تحریک کرتے رہے؛ پھر دوسرے (ارجمند اور اس فقیر کے حقیقی بھائیوں) بھائیوں اور ہم بیعت محبانِ یقینی اور ہم صحبت احباب کی بھی آرزو تھی کہ وہ تمام دل آویز اذکار، وہ جان آمیز افکار، عشق انگیز اسرار اور نور ریز (نور گرانے والے) انوار جو ہمیں حقیقی پیر و مرشد کی وِرد بیان اور غیب ترجمان زبان سے ارشاد ہوئے ہیں، واضح بیان کے ساتھ نوکِ قلم پر لے آؤ۔ اس بنا پر سراسر لطف و (مہربانی) کرم، شفقت کی خو رکھنے والے، نعمتوں کے سراپا دریا حضرت غوث اعظم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کے طالبوں کے لیے یہ کتاب ترتیب و تدوین کی گئی تاکہ عاشق اور محب حضرات جو بحرِ طریقت کے غواص (غوطہ خور) اور دریائے معرفت کے بڑے عالم نیز کاملیہ فاضلیہ طریقہ کے، جو منور اور کمال کا حامل ہے، میوہ دار درخت ہیں، اس کے مطالعہ سے بامراد اور فیض مآب ہوں۔ اللہ سبحانہٗ، جس کا احسان عام ہے، جس کی شان بلند ہے، اس عظیم الشان خاندان اور اس بلند بنیاد مدرسہ کو، جو غوث محی الدین کے نائب ابوالفرح محمد فاضل الدین کا مکان عالی ہے، ان (فاضل) کی اولاد و امجاد اور خدا داد فرزندوں سمیت زمانے کی آفات اور بلیاتِ زمان (زمانے کی بلاؤں، آزمائشوں، مصیبتوں) سے، اپنی حفاظت و نگہبانی میں محفوظ و مامون فرمائے، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی باعظمت اولاد کے طفیل۔ اشعار:

۱۔ اس کے فوراً بعد کتاب کا ذکر ہے جس سے عبارت کا تسلسل ٹوٹتا ہے۔ غالباً خود مصنف یا کاتب اس قسم کے الفاظ لکھنا بھول گیا ہے: "عرض کرتا ہے" یا "عرض پرداز ہے کہ"۔

۲۔ کتاب کے آغاز میں اس کا نام "اسرار قادری" لکھا ہے۔ اوپر عنوان میں اسرار قادریہ اور نیچے "اسرار قادر"۔ دوسرا عنوان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

= یہ کتاب جو میں نے درد کے ساتھ تالیف کی ہے، سرد سینے (محبت سے عاری لوگوں) کو عشق سے حق سے بھر دیتی ہے،

= میں نے نبیؐ اور علیؓ کے نام پر یہ لکھی ہے۔ میں پیغمبرؐ اور حیدرؓ کا ثنا خواں ہوں۔

خاص طور پر اپنے سر بلند، غمگسار، جان کے پیوند، میرے حال کو تسکین بخشنے والے بیٹے برخوردار محمد سالم کے لیے، جس کا دل زیادہ تر دنیا کے دھندوں میں مشغول ہے اور جو کاروبار میں بیحد مصروفیت کے سبب دربارِ یار (خدا) میں سر نہیں جھکاتا اور اس یگانہ روزگار کی یاد میں دل نہیں لگاتا، اسرارِ قادر کتاب تحریر و رقم کی ہے ——— اور یہ وہ موقع ہے جب بادشاہِ دین پناہ، جمشید ایسا مرتبہ رکھنے والا، سلیمان ایسی حشمت والا، سکندر کی سی شوکت والا، جس کا دربان دارا ایسا بادشاہ ہے، یوسف ایسی شان والا، شاہنشاہ محمد زمان شاہ کہ اللہ اسے سلامت رکھے اور اسے بقا سے نوازے، آمد آمد تھی اور اس نے بلند پرچموں اور فتح کی علامتوں والے شامیانوں کے ساتھ رہتاس (؟) میں نزولِ اجلال فرمایا تھا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس کی نظر کسی ایک ذکر یا فکر پر یا کسی تصور اور مراقبے پر یا کسی فضیلتوں والے شغل پر پڑ گئی، تو وہ خدا کی عنایت کی درخشانی اور خدا آگاہی کی شمس نگاہی اس کے دل کو منور کر دے گی اور وہ رحمتِ محمدیؐ کے سمندروں سے سیراب ہو کر حضرت غوث الاعظم صاحب کی قطب مدار اور سرمدی فیض کی حامل نہروں میں داخل ہو جائے گا۔

اے فرزندِ ارجمند اور اے آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کے ٹکڑے تجھے علم ہے کہ دنیا کے عہد کو وفا نہیں ہے اور اس باغ کے گلِ گلستان کو بقا نہیں۔ اگر وقت کے کسی حصے میں اور رات کے پچھلے کسی لمحے میں، جو اولیاء اللہ اور اللہ کی رضا کے عاشقوں، اللہ کی صفا کے محبوبوں اور اللہ کی ذات کے عارفوں کا وقت ہے، اگر کسی ایک شغل یا ان اذکار میں سے کسی ایک ذکر میں تو مشغول ہو تو یقیناً قضا و قدر والے فرخی وارجمندی کا تاج اور سعادتمندی و بلندی کا طرّہ تیرے سر پر رکھیں گے۔ اے جناب حضرت غوث الاعظم اور اے بارگاہ حضرت غلام قادر شاہ آخر میں آپ کے دربار کا خانہ زاد غلام نہیں ہوں؟ میں التماس کرتا ہوں کہ اگر فضل و عنایت اور توجہ و مرحمت سے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دونوں جہانوں کی مرادوں سے بہرہ ور فرما دیں تو آپ کی کریمانہ صفات والی ذات سے اور حضرتِ الشان (یعنی آپ جناب) کی فلک ایسی اور عرش سے نسبت رکھنے والی جناب (بارگاہ) کی عنایاتِ عالیہ کے سمندر سے کوئی چیز کم نہ ہو گی یعنی کچھ کم نہ ہو گا جبکہ اس خاکسار کا سر گردش کرنے والے آسمان کی بلندی پر جا پہنچے گا۔ اشعار:

= اسرارِ قادر کی کتاب زخمی دل سے قادر نے لکھی یعنی لکھی ہے، کوئی کمی بیشی (اس میں) نہیں

= میں نے اس کا سالِ تصنیف سالِ ہجری محمدیؐ میں تلاش کیا تو ایک ہزار دو سو دس (۱۲۱۰) نکلا۔ ۹۹

= میں نے یہ کتاب شروع سے آخر تک پیر و مرشد کے نام پر ختم کی ہے،

= نبیؐ، علیؓ اور حسینؓ و حسنؓ نیز بتولؓ پر سلام و اکرام ہو۔

شیخ بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں

= جب میں نے دل و جان کو شاہِ جیلان کی مدح سے آشنا کیا تو میں نے اپنا دامن ہر طرف سے اولیا پر پھیلا دیا،

= اس کے نورِ جمال سے جب لطف و مہربانی کی صدا بلند ہوئی تو میں نے عالمِ مسرت میں ذرۂ دل کو آفتاب کی مانند روشن کر لیا،

= نسیم صبح جب اس کے کوچے سے کچھ گرد لائی تو میں سیکڑوں مرتبہ اہلاً و سہلاً (خوش آمدید کہہ کر) اسے آنکھوں کا سرمہ بنا لیا،

= برجِ قدس سے جب اس کے وجود کا سورج چمکا تو میں نے اپنے وجود کو سُہا (ایک بہت چھوٹا ستارہ) کی مانند محو اور لاَ شَے (فنا) کر دیا،

= اس کے دردِ ہجر سے جب میرا خونِ جگر میری آنکھوں سے باہر ٹپکا تو میں نے حِنا (مہندی) کی مانند اپنے دست و پا کو پھر سے وضو کرایا،

= جب وہ سلطانِ لاہوتی شکار کے ارادے سے باہر نکلا تو جہاں تمام عشاق ہاتھوں پر سر رکھے ہوئے تھے وہاں میں نے بھی اپنا سر جدا کرایا،

= جب اس محبوبوں کے محبوب نے چہرے سے نقاب اٹھایا تو میں نے اس کے ایک ناز پر ہزاروں یوسف مصری فدا کر دیے،

= جب وہ سروِ خراماں ٹہلنے کے لیے باہر نکلا تو میں نے فلخ اور چین کی ہزاروں گڑیاؤں (حسینوں) کو فنا کر دیا،

= جب زاہد نے دل سے اس کے محرابِ ابرو پر نظر ڈالی تو اس کے ایک معنی سے سیکڑوں معنی عیاں ہو گئے اور میں نے مرحبا کہہ دیا،

= الٰہی مجھے وہ رُخِ زیبا قیامت تک دکھا تارہ، کہ میں نے دنیا اور عقبیٰ میں سے صرف یہی مدعا تیرے حضور عرض کیا ہے،

= محمد جانؔ جب میں نے اپنے درد و شوق سے شاہِ اولیا کی مدح کی تو تمام انسان و جن ثنا خوانی کرنے لگ پڑے

= غلام قادر شاہ دل سے مہربان مرشد کی ہو گئے جب میں نے سوزِ دل سے شاہ جیلان کی مدح کی۔

مرشد کی مدح میں جو میرے آقا، شیخ اور استاد ہیں، قدس اللہ سرہٗ العزیز

= اے دل تو غلام قادر شاہ کی مدح کہہ، غلام قادر شاہ کی رضا پر قربان ہو جا،
= اگر تو خدا اور رسولؐ سے خدا کے قرب کا خواہاں ہے تو ہمیشہ غلام قادر شاہ پر فدا رہ،
= نورِ مصطفویؐ سے اس کا چہرہ منور دیکھ، غلام قادر شاہ کا چہرہ اس کا چہرہ ہے،
= غوثِ جہاں محی الدین کا وجود اس کا وجود سمجھ، کیا کہنے ہیں غلام قادر شاہ کے وجودِ سخا کے،
= علی ولی اللہ کا ہر رخ منور ہو گیا،

غلام قادر شاہ کے آفتابِ صبح سے

= غلام قادر شاہ کے شمس ایسے وجود نے ایک چمک سے دونوں جہانوں کو عیاں کر دیا،
= اگر تجھے خدا اور رسولؐ خدا کی طلب ہے تو غلام قادر شاہ کے جھنڈے تلے چلا جا
= دونوں جہانوں کی کانوں، سمندروں اور خزانوں کی چابی غلام قادر شاہ کے دونوں ہاتھ دیکھ،
= دنیا کے ہزاروں پھل اور فردوس کے تخت غلام قادر شاہ کے دستِ دعا کے نیچے ہیں،
= احمدِ مرسلؐ تک رسائی اور محی الدین تک پہنچ غلام قادر شاہ کی ایک نگاہِ محبت سے ہے،
= اس کا وجودِ باجود (سخاوت والا وجود) محیطِ وحدت کا محیط و محور ہے، کیا کہنے ہیں غلام قادر شاہ کے بلند نشان کے،
= تو محی الدین کے وصل کے لیے کوئی اور وسیلہ مت ڈھونڈ کیونکہ غلام قادر شاہ کے سوا ایسا اور کوئی وسیلہ نہیں ہے
= خدا کے ہزاروں اسم اس کی ایک نگاہ میں دیکھ کہ وہ تمام غلام قادر شاہ کے لیے ہیں،
= خدا کی صفات و ذات اس کی صفات میں دیکھ کہ غلام قادر شاہ کا قلب صفا ہے،
= مصطفویؐ مدار اور محی الدین کے قریب، کوئی بھی غلام قادر شاہ کے سوا نہیں ہے،
= انجم ثاقب کی بجائے اور شمس و قمر کی جگہ غلام قادر کا سہا (ننھا تارا) روشن ہے،
= مشرق و مغرب سے اس کے سخاوت والے دسترخوان پر غلام آ پہنچتے ہیں،

غلام قادر شاہ کے تمام خوشہ چین

= دنیا کے تمام بادشاہ، غلام قادر شاہ کی چشم نمائی کے بغیر، اس کے دربار کے خاکروب ہیں،
= اے جانِ محمد تو اس کی مدح سے خوش ہو کیونکہ غلام قادر شاہ کا خدا مدح کرنے والا ہے
= میں غریب و صفا ہوں لیکن تمام کونین غلام قادر شاہ کی نوا سے نوا طلب ہیں
= فاضل شاہ کے طفیل اور محی الدین کے طفیل میرے لیے غلام قادر شاہ کی ہدایت کافی ہے۔

اور درود و سلام ہو افضلِ خلق محمدؐ اور آپؐ کی اولاد پر کہ آپ سید المرسلین طیبینؐ (پاک) ہیں اور سلام ہو حضورؐ کے صحابہؓ طاہرین اور آپؐ کے محبوب محی الدین عبد القادر الامین اور مکین پر، اور آپ کے اسلاف و اخلاف وغیرہ سب پر، برحمتک یا ارحم الراحمین (تیری رحمت سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے)۔

— ☆ —

۱۰۰

اسرار

"اسرار نادر" کے نام سے یہ کتاب مستطاب (عمدہ، پاک)، جو فقیرِ حقیر محمد جان ولد مولوی عبدالغفور کے افکار کا نتیجہ ہے، ۲۱، ماہِ رجب المرجب سنہ ۱۲۱۰ ہجری مقدس معلّی کو تحریر آشنا، اور روشِ ترکیب اور طرز ترتیب سے صورت پذیر ہوئی۔ "اللہ معنا اینما کنتم"[1] (اللہ ہمارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو)۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اس بادشاہِ وہاب (بہت عطا کرنے والا) کی مدد سے یہ کتاب ۱۴ جمادی الثانی سنہ ۱۲۷۰ ہجری مقدس، مطابق ۳، ماہِ چیتر سمت ۱۹۱۰ کو بروز منگل، وقتِ چاشت، احقر العباد (بندوں میں سب سے زیادہ حقیر)، اصغر الافراد (افراد میں سب سے چھوٹا) فقیر حقیر میاں محمدین ولد میاں محمد سلطان مرحوم، ~~[illegible]~~ کے ہاتھوں اختتام پذیر ہوئی۔ خدائے برتر بامراد فرمائے، بحرمت نبیؐ و آلہ الامجاد (آپ کی نہایت بزرگ اولاد کے طفیل) اور بحقِ ربِ ارض اور بحق ربِ عباد۔ ۱۳۱۰ مطابق ۹ مانگھر سمت ۱۹۴۹،[2] خام نویس میاں محمدین، دوپہر کے وقت یعنی جمعہ پیشی، بروز جمعہ کو تحریر ہوئی۔ فقط

ڈاکٹر خواجہ حمید
یزدانی سٹریٹ
رحلت روڈ، ریسہ
جمعۃ المبارک لاہور
۱۳ اپریل ۱۹۹۵ء

۱۔ جیسا کہ پہلے حوالہ گذر چکا ہے، صحیح اقتباسِ آیت یوں ہے: وَھو معکم اَینما کنتم۔

۲۔ متن میں درج ان دو مختلف تاریخوں سے واضح نہیں ہو سکا کہ تاریخ کتابت کون سی ہے اور یہ کہ دوسری تاریخ کس بات کی ہے؟

(درود ہزارہ شریف)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔